اسرار المعرفت
تصنیف
حضرت پیر سیّد قطب علی شاہ بخاری محلوی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری محلوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق پیر سید اِسرار حسین شاہ
سجادہ نشین دربار قطبیہ محفوظ ہیں۔

ناشر ——— پیر سید اسرار حسین شاہ
سجادہ نشین دربار قطبیہ سندیلیانوالی شریف ضلع فیصل آباد

مطبع ——— شرکت پرنٹنگ پریس ۴۳ نسبت روڈ۔ لاہور

اشاعتِ اوّل (بشکلِ نو) ——— جولائی ۱۹۹۲ء

تعداد ——— ۲۰۰۰ (دو ہزار)

کمپیوٹر کمپوزنگ ——— سلور لنک

سرورق ——— نز اکت

قیمت ۔/ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

حسبِ وعدہ میری طرف سے ایک اور کتاب جس کا نام "در اسرار المعرفت" ہے۔ یعنی معرفت کے راز جو کہ حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی کی تصنیف ہے نئے جوش و جذبہ اور گلہائے عقیدت کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

یہ تصنیف کئی بار چھپی۔ لیکن کسی موقع پر بھی اسکی تصیح و تشکیل کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جا سکی۔ لیکن اس بار یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اسے موضوع کے مطابق سہل اور جاذبِ نظر بنایا جائے چنانچہ اسے جدید طریقہ کار یعنی کمپیوٹر کی مدد سے کمپوزنگ کر کے اور خوبصورت سرورق کے ساتھ پیش کرنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ جو اس کتاب کے متن کے ساتھ پورا انصاف اور پڑھنے والے کے لیے پوری دلجمعی اور خشوع و خضوع کا باعث ہوگی۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی یہ تشکیلِ نو قارئین کے لیے زیادہ آسان اور فائدہ مند ثابت ہوگی۔ کیونکہ اب اس کتاب کے موضوعات اور عنوانات کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ اس سے استفادہ حاصل کرنے والے اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔ اس کتاب کے بعد انشاءاللہ پیر صاحب کی دوسری تصانیف بھی اسی انداز سے پیش کی جائیں گی جس کی تیاری کا کام پوری عقیدت و احترام کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

خادمِ آستانہ عالیہ

سید اسرار حسین شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ترتیب نو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَسرَارُ المَعرِفت

مقدمہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّینَ وَ عَلٰی آلِہِ الطَّاھِرِینَ وَ اَزوَاجِہِ اُمَّھَاتِ المُؤمِنِینَ وَ اَصحَابِہِ الکَمَلَۃِ وَ الدِّینِ اَجمَعِینَ ط

بعد حمد و ثنا ذات کبریا و نعت محمدؐ مصطفےٰ کے یہ بندہ کثیر العصیان خاکپائے عارفان خادم الشریعت و پیرِ طریقت سیدؔ قطب علی شاہ رحمت اللہ علیہ بن سید امام شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ متوطن پیر محل ضلع لائلپور بخدمت ناظران قدردان عرض رسان ہے۔ کہ جناب قبلہ کونین و کعبہ دارین پیر سیدؔ حسین رحمتہ اللہ علیہ نے ایک رسالہ بیچ ارواح ختم وغیرہ کے باب میں نام ردّ کاذبین بزبان فارسی تصنیف کیا تھا۔

ایک روز جناب مرشد حقیقی و کعبہ تحقیقی زبدۃ العارفین پیشوائے دین واقف راز جبروت و ملکوت دانندۂ اسرار لاہوت علم الہدیٰ پیر سید چراغ علی شاہ مد اللہ تعالیٰ ظلّہ کہ گل ہیں گلستان حضرت سلطان ہاتھیوان علیہ الرحمتہ کے آنحضور میں ردّ کاذبین کا مذکور ہو رہا تھا۔ میرے ہادی رہنما نے اس خانہ زاد کو ارشاد فرمایا۔ کہ اکثر عالم علم ظاہر کے ماہر اور باطن سے بے خبر کہ جس باطنی قصور کے سبب سب اُمّت میں فتور ہے۔ ہر فقیر باطن نظیر پر اعتراض رکھ کر آپ کو علمائے وارثُ الانبیاؑ جانتے ہیں۔ اور بعضے فقیر بھی شریعت کے جاہل خود بخود اہل معرفت بن کر اکثر لوگوں کو شرع سے گمراہ کرتے ہیں۔ اور بعضے ہر دو علوم ظاہر و باطن سے محروم رہ کر خوف خدا سے جدا محض محبت دنیا میں مبتلا ہیں۔ اس، واسطے ایک ایسی مختصر تمام تحفہ کلام ہو۔ کہ بغیر نام ہر مذہب کو عبرت اور مفید عام ہو

پس بندہ نے یہ فرمان واجب الاذعان عین سعادت دارین سمجھ کر اس گلزار تازہ بہار کو دس فصل پر انحصار کر کے اسرار المعرفت نام مشتہر کیا۔ کہ جس کی کلام معما اسم با مسمی ہے۔ ۱۳۰۶ھ اک ہزار تین سو چھ ہجری میں واسطے ہر انسان کے اردو زبان میں ظاہر و باطن کے راز آغاز کئے۔ مگر ہزاراں ہزار افسوس کہ قبل از اختتام کتاب ہذا و بغیر ملاحظہ کے میرے ہادی رہنما بروز چہار شنبہ تیسری ماہ صفر ۱۳۰۶ھ مطابق ۶ر اسوج ۱۹۴۵ء کو اس

جہان فانی سے جانب ملک جاودانی کے رحلت فرما گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
اور فہمید مزید کے لئے اس کتاب کی سوال و جواب پر تمہید ہے۔ یعنی سوال منجانب علم ظاہر و جواب از باطن مثنوی

سوچ معنے ظاہر و باطن کا یار کر فکر اور فہم اس میں ہوشیار
ظاہر اسکی ہے شریعت سے کلام مَعرفت ہے باطنی اس میں تمام
ہے مناظرہ درج اس میں اور پند ایک ہی مضمون میں مقصود چند
یہ نہ سمجھو اس میں ہے تھوڑا کلام بلکہ اس کوزے میں ہے دریا تمام
گر منصف ہو کے دیکھ اس میں فہیم ہے خدا کی طرف یہ راہ مستقیم

پس ہر سعید اہل دید کو تاکید ہے کہ نہایت تفرید و تجرید سے کتاب ہذا کا ملاحظہ کرے۔ تاکہ ہر دو معنی ظاہر و باطن کا ماہر ہو۔ تب زود حاصل مقصود ہو گا۔ کیونکہ ظاہر اس میں دین شرع کے عقائد ہیں۔ اور باطن میں خاص معرفت کے فوائد ہیں۔ مگر کوئی ایسا متعصب بے انصاف نہ ہو۔ جیسا کہ ملّا نے اپنے شریک کی بانگ سے کلمہ نہ پڑھا۔ پس اہلِ دین کو تو اتنی ہی تلقین کافی ہے۔ اور ناقص یقین نکتہ چین کی تو خدا و رسولؐ کی بھی کلام پر تسکین نہیں ہوتی۔ لیکن منافق اہل اعتراض ٹھٹھہ باز کے واسطے یہ سخن و قول سب مخول ہیں۔ اور اہل ایمان و قدردان کے نزدیک یہ گوہر خاص توشہ ایمان ہیں۔ رباعی

محبت جس کے دل میں ہے خدا کی انہیں لفظوں پہ اُسنے جاں فدا کی
مگر جو بے محبت اشقیا ہے قدر کیا جانے گوہر بے بہا کی

غرض اصل یقین پر بنیاد ہے۔ جیسی نیت ویسی مُراد ہے۔

مقصودِ نیّت

نقل ہے کہ ایک بدکار زانی ٹولہ شیطانی کی مجلس میں کسی فقیر شوق پذیر کا بھی آنے کا اتفاق ہوا۔ جب مطرب نے سرود کیا تو وہ زانی لذتِ نفسانی میں نہایت خوش و شاد ہوئے۔ اور فقیر بحالت شوق و محبت خدا میں اِسقدر روئے۔ کہ خوب ذکر یار میں ہوشیار ہوئے۔ پس ایک مضمون پر دو فعل کا مختلف ہونا یہی خاص یقین کا نتیجہ ہے۔ اِس مقام پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حدیث كُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ یعنی ہر چیز رجوع کرتی ہے طرف اصل اپنے کے۔

غرض اصول کی بُنیاد خاص دل کی نیت مُراد ہے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ کا یہ ہر سے اول فرض ہے کہ پہلے خاص باطن دل و نیت کو محبت الٰہی میں درست و راست کرو۔ تب ظاہر کے بھی تمام کام نیک انجام ہیں۔ اگر نیت میں خلل ہے۔ تو ظاہر کے بھی اعمال کو گو کمال ہوں۔ سب خام ہیں۔ لیکن جب دل و نیت حاضر حضور ہے تو اگرچہ ظاہر میں قصور ہو۔ تو بھی خدا کو منظور ہے۔

چنانچہ **نقل** مشہور ہے۔ کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کے چرواہ کو جو جنگل میں اس طرح کہتے ہوئے دیکھا۔ کہ اے میرے اللہ اگر تو میرے پاس آوے تو میں تیری بہت خدمت کروں۔ تجھ کو کھانا کھلاؤں اور دودھ وغیرہ پلاؤں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام سنی۔ تو جھڑک کر فرمایا۔ کہ اے شخص ایسی بات واہیات مت کہہ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات ان سب باتوں سے منزہ و پاک ہے۔ تو پروردگار کا اسی آن میں فرمان ہوا۔ کہ اے موسیٰ خبردار! اگر تو میرے دوست کو رنج کرے گا تو میں خود رنج ہونگا۔ کیونکہ ضرور ظاہر میں تو قصور ہے۔ مگر مجھ کو دل و نیت کی محبت منظور ہے۔ کہ جس کے سبب یہ کہہ رہا ہے۔

پس اسی واسطے حضرت محمد مصطفےٰ رسالت پناہ فرماتے ہیں۔ حدیث اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ یعنی عملوں کا اعتبار اوپر نیتوں کے ہے۔ غرض پروردگار کے دربار میں خاص دِل و نیت درکار ہے۔ کہ اسی نیت کے سبب تمام انسان کے چہار درجہ و اقسام ہیں۔

ذکرِ سالکؒ باللہ

اول درجہ کے وہ سالک باللہ ہیں۔ جو ہر دو کار ظاہر و باطن میں ہوشیار ہیں۔ کہ باطنی دل و نیت کو تو محبت خدا پر فدا کیا۔ اور ظاہر اعمال کا بھی ہر حال استعمال کیا۔ یعنی حضرتؐ کی گفتار و رفتار اور کردار پر خوب عامل ہو کر وصال کامل پایا۔ پس یہ درجہ ہر سے اعلیٰ تر ہے۔

مجذوب سالکؒ

دوم وہ مجذوب سالک جو ظاہر کے ست و نیت درست یعنی ظاہر شرع کے کام سے اکثر خام ہیں۔ اور باطنی دل و نیت کی کار محبت یار میں ہوشیار ہیں۔ پس اصول نیت کے سبب وہ مقبول ہیں۔ یعنی جذبہ عشق سے مقرب الٰہی تو ہو جاتے ہیں۔ مگر سالک باللہ کے منازل و مدارج ان کو حاصل نہیں ہوتے۔

زاہد خشک

سوم زاہد خشک جو ظاہر کے ہوشیار و نیت کے خوار یعنی ظاہر تو پرہیزگار' وعظ و نصیحت میں بھی ہوشیار مگر باطنی دل ان کے محبت خدا سے جدا محض دنیا میں مبتلا ہیں۔ اس واسطے ان بے محبت اہل ریا کی سب عبادت وغیرہ نہ روا بلکہ خطا ہے۔

انسان مانندِ حیوان

چہارم وہ انسان مانند حیوان جو ہر دو ظاہر و باطن کے سجود سے مردود ہیں غرض ہر عمل میں نیت مقصود ہے۔ کہ بغیر نیت ہر عمل ظاہر و باطن بے سود ہے' اور بھی جان کہ ظاہر کے علم و عمل سے تو ظاہر درست ہوتا ہے اور باطنی علم سے نیت و دل چست ہوتا ہے۔ اس واسطے پیر کامل کی خدمت سنت مانند فرض کے ہے۔ کیونکہ بغیر رہنما کے ہرگز باطن صفا نہیں ہوتا ہے۔

عبرتِ فقراءؒ

اور اِس جگہ ہر فقرا کو بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ سالک مجذوب جو ظاہر کار دنیاوی گفتار تک بے تعلق و بیزار ہو کر محض محبت یار میں صمٌ بکمٌ ہو رہتے ہیں' تب ان اکرام پر ظاہر احکام شرع کے معاف ہو جاتے ہیں۔ پس جو فقیر اہل ہوش صاحب تعلق مجذوب سالک کی نظیر دیکر ظاہر اعمال شرع کو ترک و زوال کر دیتے ہیں' تو وہ جاہل محض زبان کے چُست اور عبادت کے ست ہیں۔ غرض جو ہر دو اعمال ظاہر و باطن میں کمال ہیں۔ وہ بے

زوال ہیں۔ لیکن نیت ہر سے مقدم تر ہے۔ مثنوی

پس طلب حق میں نیت مقصود ہے | ہر عمل نیت سوا بے سود ہے

یار ہو ہوشیار اے طالب خدا | ہر عمل سے پہلے کر نیت صفا

نیت ہی کا علم ہے مقصود حق | گر پڑھ خود پیر سے اس کا سبق

ہو تیری امداد اے میرے خدا | تا ہماری ہو گی دل نیت صفا

ہم تو ہیں مجبور اے قادر کریم
کر ہدایت مومنوں کو یا رحیم

فصل ۱
در حقوق و آداب

سوال: خدا تعالیٰ کا ہر انسان مسلمان پر یہ اول فرض و فرمان ہے کہ ماں باپ و قرابت و حق ہمسایہ وغیرہ اور اہل امر استاد و علماء کا ادب و تعظیم اور حقوق و سلوک ہر سے مقدم رکھے۔ کیونکہ اس کام سعید کی قرآن مجید میں نہایت تاکید ہے مگر اکثر فقیر اس حکم قدیر کو حقیر جان کر ایک پیر اپنے کی تعظیم و تکریم ہر سے زیادہ تر جانتے ہیں۔ لیکن یہ صاف شریعت کے برخلاف ہے۔

جواب: ہر امر خدا کو سوائے فقراء کوئی پورا ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ ہر دو علم ظاہر و باطن کے ماہر ہیں۔ بلکہ ہر فقیر شوق پذیر تو اول تمام حقوق و کل قواعد و آداب وغیرہ کی تعلیم پا کر علم معرفت کی تحصیل حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ بغیر قاعدہ کے سب کام بیفائدہ ہے۔ اسواسطے پہلے سوا حقوق و آداب کے کل عبادت و بندگی اور ہر ثواب اکثر خراب ہے۔ تبھی تو اہل اکرام نے اس علم کا نام علم سلوک رکھا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے سب مخلوق پر ہر حقوق و آداب کا اس طرح درجہ بدرجہ خطاب و ثواب فرمایا ہے۔

حقوقُ العِباد

اول ماں باپ پر حق یہ ہے' کہ اولاد کو علم دین و نیک تلقین سکھلاویں' اور اپنے سب اہل و مملوک میں ہمیشہ خلق و سلوک سے مسائل دین سمجھاویں۔

اور اولاد پر فرض ہے کہ اس طرح ماں باپ کا ادب و تعظیم بجالائے کہ ہر وقت فرماں بردار و خدمت گزار ہو کر کسی طرح کا رنج و آزار نہ پہنچائے۔ مگر دین کا مخالف امر نہ مانے۔

اور حضرتؐ نے فرمایا کہ جو لوگ ہمسایہ کو تکلیف دینے سے نہیں ڈرتے وہ ہرگز ایمان دار نہیں ہیں۔ پس ہمسایہ و قرابت وغیرہ سے نہایت خلق و سلوک کریں اور ہر کام میں امداد دیویں۔ اور ان کی عزت و ناموس کو اپنی عزت جان کر ہمیشہ رنج و راحت میں

شریک رہیں

اور عام تمام سے خلق و آداب کا اس طرح ثواب ہے۔ چنانچہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص بزرگوں کا ادب و تعظیم نہ رکھے' اور چھوٹوں پر شفقت و مہربانی نہ کرے۔ پس وہ ہم سے نہیں ہے۔ یعنی وہ ہماری پیروی کرنے والوں سے نہیں ہے۔

پھر دیگر حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ اذان ہوئی۔ حضرتؐ مسجد کو تشریف فرما ہوئے۔ کوچہ میں ایک شخص سفید ریش ضعیف العمر آگے آہستہ آہستہ چلا جاتا تھا۔ حضرتؐ بھی اس کے پیچھے آہستہ چلتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز قریب قضا کو پہنچ گئی۔ آپؐ ادب کے واسطے آگے نہ ہوئے۔ سبحان اللہ سرور کونینؐ ہر ادب و تعظیم کو اس طرح فرض عین جانتے تھے' اور ہم ناچیز نے کیوں فخر و غرور کو عزیز سمجھ لیا۔

"فضیلتِ سنّت نبویؐ"

بلکہ تمام اہل اسلام پر واجب ہے کہ حضرتؐ کے تمام فعل و فرمان اور سب سنت پر کمال کوشش سے چلنا غرض بطور فرض کے ہے۔ کیونکہ تارک سنت کا بے امت ہے۔ حدیث مَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس نے میری سنت چھوڑی' وہ مجھ سے نہیں ہے۔ نظم

نبیؐ کی جو سنت کو جانے حقیر ۔۔۔ وہ ہے دُور ایماں سے بدخو شریر
کرے ترک جو سنت مصطفےؐ ۔۔۔ ہووے دین احمدؐ سے بیشک جدا
عمل اس منافق کے بے سُود ہیں ۔۔۔ فضائل سبھی اس کے نابود ہیں
رہیگا قیامت کو بے شک خوار ۔۔۔ شفاعت سے محروم وہ نابکار
ولے جس نے کی دل سے سنت قبول ۔۔۔ خدا اسپہ خوشنود راضی رسولؐ

متابعتِ اہلِ امر

اور ہر محکوم رعایا و ملازمان وغیرہ پر فرض ہے۔ کہ اپنے ہر سردار و وارث خانہ اور حاکم و بادشاہ زمانہ کا نہایت دل و جان سے فرماں بردار و خدمت گزار ہو کر ہر حکم کی تسلیم و تعظیم بجا لائے۔ اور کبھی خیر خواہی کے سبب عزت و خلعت پائے تو وہ سب عنایت حکام

کی تصور میں لائے۔ اور اگرچہ کسی سخت حکم کی مصیبت میں آئے تو وہ قصور اپنے نفس کے ذمہ لگائے۔ غرض اہل حکم کی شکایت سے زبان بچائے۔ تب وہ کل مقصود کی خلعت پا کر خوشنود ہو گا۔ جیسا کہ اس مقصود کے واسطے یہ حکایت موجود ہے۔

نقل ہے۔ کہ ایک شخص بادشاہ کے لشکر میں گھاس بیچکر گزران کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ بادشاہ کا امیر نہایت دلپذیر ہوا۔ تو دیگر امراء وزراء نے غیرت کے سبب بادشاہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ قبلہ عالم اس شخص کی حضور کو کونسی بات منظور ہے جو اس پر آپ کی توجہ ہم ہر سے زیادہ تر ہے۔ فرمایا۔ یہ بات کہنے کی نہیں' دکھلا دینے کی ہے۔ کچھ دیر کے بعد یہ ارشاد ہوا۔ کہ کل فلاں باغ میں خاص دربار ہو گا۔ تو حسب الحکم سب امیر وزیر اس جگہ حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ایک حوض پانی میں انگشتری ڈال کر حکم دیا۔ کہ تم سب معہ پارچات پانی میں غوطہ لگا کر یہ انگشتری نکال لاؤ۔ مگر خبردار جامہ بھیگے نہیں۔ جب سب امیر وزیر کپڑے بھگو کر نکلے۔ تو فرمایا۔ کہ تم نے کیوں حکم کی تعمیل نہیں کی۔ سب عارض ہوئے۔ کہ حضور ہم مجبور ہیں۔ یہ جناب کے حکم میں قصور ہے۔ کیونکہ جب معہ لباس پانی میں غوطہ لگائیں۔ تو پھر ہم کس طرح پوشاک بچائیں۔ جب سب سے آخیر وہ امیر بھی جامہ بھگو کر آیا۔ تو اس نے یہ قصور اپنے ذمہ لگایا۔ تو بادشاہ نے اس کو اور جامہ دیکر فرمایا۔ کہ اگر تو اب بھی پوشاک نہ بچاویگا۔ تو پھانسی دیا جاویگا۔ پس تیسری بار پھانسی کا اشتہار ہوا تاکہ پھانسی کی رسی اس کی گردن میں ڈالی۔ تو اسوقت بادشاہ نے ان سب امیروں وزیروں کو مخفی طور پر بھیجا۔ تو انہوں نے کہا' اے کمبخت کیوں اپنے ذمے لگاتا ہے۔ اور ناحق اپنی جان گنواتا ہے۔ اس مرد نے کہا۔ میں نمک حرام و بے فرمان نہیں کہ جان بچانے کیواسطے اپنا قصور بادشاہ کے ذمہ لگاؤں۔ آخر مخفی فرمان تھا۔ کہ جب یہاں تک نوبت پہنچے۔ تو پھانسی نہ دینا۔ جب واپس لائے تو بادشاہ نے ان سب امراء اور وزراء کو فرمایا۔ کہ اس سعادتمند کی مجھ کو یہ فرماں برداری پسند ہے۔ دیکھو یہ تو ظاہر میرا قصور تھا اس نے دیدہ دانستہ اپنے ذمہ لگا کر موت منظور کی۔ مگر میرے حکم کی شکایت نہ کی'

اور اسی اثنا میں کسی نے کہا کہ قبلہ عالم اس کے پاس ایک صندوق ہے۔ ہر روز اس

سے کچھ دیکھتا ہے۔ تب حضور کے دربار میں جاتا ہے۔ خدا جانے اس میں کیا ہے۔ تو حسب الحکم بادشاہ کے اس کے غلاموں نے وہ صندوق حاضر کیا۔ جب قفل اتارا۔ تو اس میں سے ایک کہنہ بھورا اور کھرپا وغیرہ پایا۔ بادشاہ نے فرمایا' یہ کیا ہے۔ اس نے عرض کیا حضور یہ اسوقت کا سامان ہے کہ جب بندہ گھاس بیچکر گزران کرتا تھا۔ اب جو نوازش حضور سے اس مرتبہ کو پہنچا ہوں' تو یہ ہر روز اپنے نفس کو دکھاتا ہوں۔ کہ تیرا تو یہ قدر ہے۔ مبادا کسی فتور حکومت کے غرور میں آ جائے۔ یہ سب کچھ بادشاہ کا ہے۔ تیرا اس میں کچھ نہیں ہے۔ پس جب تمام امیروں و وزیروں نے اس کی یہ تدبیر و تقریر بے نظیر سنی۔ تو بادشاہ نے متعجب ہو کر فرمایا کہ کسی اور نے بھی اس طور پر اپنے نفس کو بیخودی کے زنجیر میں اسیر کیا ہوا ہے۔ تب اس وقت بادشاہ نے نہایت خوش و شاد ہو کر کل سلطنت کے اختیارات اسکو عطا فرمائے۔

سبحان اللہ ہستی نابود کرنے میں یہ مقصود ہے۔ کہ ایک فرماں برداری میں کل سرداری ہے۔ پس عام تمام۔ اہل اسلام کو چاہئے۔ کہ اس نصیحت کی حکایت سے تمام عبرت حاصل کر کے اس بادشاہ حقیقی کا لیل و نہار اس طرح فرمانبردار ہو کہ آپ کو نابود چیز جان کر ہمیشہ اس معبود کی محبت و سجود میں رہے' اور مولا کی رضا کا اس طرح صبر و شکر ادا کرے کہ ہر مصیبت و بلا میں اِنَّا لِلّٰہِ آخر تک پڑھ کر اپنے نفس کا قصور تصور کریں۔ کوئی شکایت کی بات مولا کی ذات پر نہ آوے۔

اور نفس کو ہمیشہ اپنے وجود کا کل سامان اور قدر اس طرح دکھلاوے کہ ایک قطرہ آب منی سے یہ تیرا کل پرواز ہے۔ جو اول باپ کے صلب سے خارج ہو کر ماں کے رحم میں آیا۔ اور وہاں خون حیض کا غذا کھایا۔ پھر پیشاب کے رستہ سے باہر آ کر اس فناہ کے مقام پر چند روز قیام پایا۔ پس یہ تو وجود کی بنا ہے۔ پھر تکبر و غرور کی کونسی جا ہے' اگر نسب صورت قوت حکم علم عبادت وغیرہ پر کبھی غرورت سے نظر پڑے تو اس سب عمدہ گلزار سے ایک تکبر کا خار نکال کر یہ سب اس بادشاہ کا بخش و عنایت جان کر اس معبود کے شکر کا سجود ادا کرے۔ تب وہ خوشنود ہو کر دوجہان کا مقصود عطا فرمائے۔

اور ہر حکام اہل امر پر بھی تبلیغ احکام کی فرض ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن سب

اعمال سے پہلے یہی سوال کیا جائیگا۔ چنانچہ حدیث اَلَا کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔

یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خبردار تم سب نگہبان رعیت کے ہو۔ اور تم پوچھے جاؤ گے اپنی رعیت کے اعمال سے پس امام حاکم ہے لوگوں پر۔ وہ سوال کیا جائیگا اپنے محکوم کے احوال سے اور مرد مالک و نگہبان ہے اوپر اپنے گھر والوں کے وہ سوال کیا جاویگا ان سب کے حقوق سے اور عورت نگہبان ہے اوپر خاوند اور اسکی اولاد کے وہ سوال کی جاوے گی ان کے حقوق سے اور غلام نگہبان ہے اپنے مالک کے مال پر وہ سوال کیا جاوے گا اس سے پس تم سب نگہبان ہو۔ اور تم سب سوال کئے جاؤ گے اپنی رعیت کے مال سے

یعنی تمہارا اپنے اپنے اختیار کے موافق اظہار لیا جاوے گا۔ کہ تم نے کیوں احکام الٰہی کا انجام نہیں کیا۔ اور کیوں اپنے اپنے محکوم کو حکم شاہی نہیں سنایا۔ اور ان سے عمل نہیں کرایا۔

پس اسی واسطے ہر وارث خانہ سردار و بادشاہ زمانہ اور تمام حکام کو چاہیے۔ کہ اپنا ہر رعایا و مملوک میں خلق و سلوک سے ان شہنشاہی احکام کا ایسا انتظام کرے۔ کہ سب رعایا سرکار حقیقی کی فرماں بردار رہے بلکہ ہر محکوم غریب مظلوم کو اس طرح امداد دیوے۔ کہ اہل فریاد ہر ظلم سے آزاد ہو' تاکہ ہر کس اپنی مراد پاکر عدل و انصاف سے ہمیشہ خوش و شاد رہے۔ کیونکہ اس دنیا کے باغ میں عدل و انصاف کا میوہ نہایت عجیب ہے۔ مگر یہ بڑے خوش قسمت کے نصیب ہے۔

مثنوی

عدل سے اے یار کر دل کو صفا　　　عدل سے راضی خُدا اَور مُصطفےٰ
اس سے ہووے نام روشن درجہاں　　　عدل سے مشہور ہے نوشیرواں!
جو کہ عادل ہے سو وہ انسان ہے　　　بے عدل ظالم مثل حیوان ہے
عدل اور انصاف سب کو ہے پسند　　　رات دن انصاف کر اے ہوشمند
عدل جو ہو دُوٓ میں منصف تیرا　　　انصاف وہ خود میں کرے خود فیصلہ
عدل سے ہوتا ہے رتبہ بے نظیر　　　اس طرح انصاف کرتے سب فقیر
اگر کسی میں غیر کچھ آوے نظر　　　عیب اپنا دیکھ کر اس کو دُور کر

آپ سے تو اور سب کو خوب جان
اسی کو انصاف کہتے اے جوان

نقل ہے کہ ایک فقیر سر اپنا سگ کے قدموں پر رکھ کر رونے لگا۔ تو قدرت قدیر و برکت فقیر سے کتا بولا۔ کہ اے انسان تیری شان میں گواہ قرآن ہے' اور میں ہر سے بدتر حیوان ہوں۔ فقیر نے فرمایا۔ کہ میرے اعمال سے تیرا اوصاف کمال ہے جو تجھ کو ایک مرتبہ لقمہ ڈالتا ہے۔ تو اکثر بھوکا و پیاسا اس مالک کا در چھوڑ کر نہیں جاتا۔ اور میں نے سب عمر خدا کا رزق کھایا۔ پھر اسکو چھوڑ کر دربدر پھرا۔ کچھ شرم نہ آیا۔ پس اس طرح کا عدل و انصاف تو سوائے خوف خدا کے ادا نہیں ہو سکتا۔

اس واسطے ہر کس کو روا ہے کہ ہمیشہ و ہردم خوف خدا میں مبتلا ہو کر اپنے ہر عمل و کردار میں خوب ہوشیار رہے۔ کیونکہ عام تمام کے عمل و کام ہر وقت دو اعمالناموں میں اس طرح ارقام ہوتے رہتے ہیں کہ جو بندہ ظاہر عمل نیک یا بد کرتا ہے وہ سب کچھ دو فرشتے کراماً کاتبین تحریر کر لیتے ہیں۔ اور جو باطن نیت میں خیال نیک یا بد آتا ہے وہ اعمال خاص دیوان الٰہی میں لکھا جاتا ہے۔

پس ہر کس کو چاہیئے کہ ہر دو اعمال ظاہر و باطن کی کمال کوشش کرے۔ کیونکہ کل قیامت کا وقت ایسا سخت ہر حاکم و محکوم ظالم اور مظلوم کے سامنے آنے والا ہے۔ کہ اس احکم الحاکمین کے دربار میں ہر نیک و بد کردار برہنہ بدن و ننگے پاؤں کھڑا کیا جاوے گا۔ کہ

اس ذوالجلال کی ہیبت و جلال کے سبب ماں باپ اور فرزند دوستدار بھی بیزار ہو جاویں گے۔ اور شدت آفتاب سے ہر کس اپنے پسینہ میں بقدر اعمال غرق ہو کر اس حشرگاہ میں شہنشاہ کے روبرو خود ہاتھ و پاؤں گوشت و پوست سب گواہی دیویں گے۔ کہ اس وقت وہ ہردو اعمالنامہ ظاہر و باطن سب کے دائیں و بائیں کر کے آگے دوزخ کھڑا کیا جاویگا۔ کہ ہر اعمال نیک و بد عدل کے ترازو پر مثقال ذرہ تک شمار کیا جاویگا۔ کہ وہ پچاس ہزار برس کا دن ہو گا۔ جس میں یہ دنیا کا رہنا مانند خواب کے ایک لحظہ معلوم ہو گا۔ مگر اس مصیبت کے میدان میں نہایت حیران و پشیمان ہو کر ہیہات ہیہات پکارے گا۔ لیکن یہ وقت گزرا پھر ہرگز ہاتھ نہ آویگا۔ بلکہ جس قدر چلّاوے اور غل مچاویگا۔ اتنا ہی عذاب دوزخ پاوے گا۔

وسعتِ دوزخ

اور جان کہ دوزخ کا اس قدر مکان ہے۔ جس کا نص و حدیث میں اس طرح بیان ہے کہ ایک روز بڑا بھاری آواز آیا۔ سب صحابہؓ نے خوف کھایا۔ پوچھا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ ستر برس ہوئے جو فرشتوں نے ایک بڑا پتھر دوزخ کے منہ میں ڈالا تھا۔ وہ اب نیچے پہنچ گیا۔ جس کا یہ آواز آیا ہے۔

پھر فرمایا کہ دوزخ میں وہ آگ بھڑک رہی ہے کہ جس کی اگر ایک چنگاری ناکے سوئی کے برابر دنیا میں پڑے۔ تو تمام جہان جل جائے۔ کہ جس میں صرف جن اور آدمی جلیں گے۔

اور ہر ایک گنہگار کے واسطے دوزخ کے سات طبقے تیار کئے گئے ہیں۔ ایک سے دوسرے میں دونا عذاب حالت خراب ہے یعنی جو طبقہ سب سے نیچے ہے۔ جس میں زیادہ عذاب ہے۔ اس کے اندر منافق لوگ پڑیں گے نام اس کا ہاویہ ہے دوسرے طبقہ میں مجوسی و ابلیس اور جو لوگ ان کے تابع ہیں۔ اس کا نام لظیٰ ہے تیسرے میں یہودی جس کا نام حطمہ ہے۔ چوتھے میں نصاریٰ اسکا نام سعیر ہے۔ پانچویں میں صابین۔ نام اس کا سقر ہے۔ چھٹے طبقہ میں مشرک لوگ ہونگے جس کا نام جحیم ہے اور ساتواں طبقہ جہنم ہے۔ جو

سب طبقوں کے اوپر ہے۔ جس میں کم عذاب ہے لیکن اس میں بھی ستر ہزار ندیاں آگ کی اس جوش و خروش سے بہتی ہیں۔ کہ جن کا اگر ایک ذرہ سا شور زمین پر پہنچے۔ تو کوئی جیتا نہ رہے۔

حضرتؐ نے رو کر فرمایا کہ اس میں میری امت کے لوگ پڑیں گے جو کبیرہ گناہ کر کے بغیر توبہ کے مریں گے۔ یہ فرما کر سید ابرارؐ اپنی امت گنہگار کے غم میں اسقدر روئے۔ کہ بے دم ہو گئے۔ آخر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

بعدہ فرمایا۔ کہ دوزخ کی ستر ہزار باگیں ہیں۔ ہر ایک باگ کو ستر ہزار فرشتہ گھسیٹ کر قیامت کے میدان میں لاویں گے۔ جس کی چنگاریاں بڑے محل کے برابر اڑ کر جلا دیں گی۔ اور دوزخ میں انیس فرشتے معہ ایک داروغہ نام مالک ہیبت ناک شکل مقرر ہیں۔ کہ جس وقت اللہ کے دشمنوں کو فرشتے آتش کے طوق و زنجیر مارتے ہوئے دوزخ کیطرف گھسیٹ کر لیجاویں گے۔ تو ان کا منہ سیاہ اور آنکھیں ٹیڑھی بن جاویں گی۔ جناب خاتون قیامت علیہا الرحمتہ نے عرض کیا۔ کہ بابا جان کیا آپؐ کی امت کو بھی اسی طرح گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائینگے۔ فرمایا۔ کہ ہاں۔ لیکن میری امت کے منہ سیاہ و ٹیڑھی آنکھیں نہ ہونگی۔ اور نہ زنجیر پڑیں گے۔ باقی سب عذاب کریں گے۔

عذاب موافقِ اعمال

پھر فرمایا۔ کہ عملوں کے موافق میری امت کے چند گروہ ہو کر قبروں سے اٹھائے جاویں گے۔ دوزخ میں طرح طرح کے عذاب پاویں گے۔

چنانچہ ایک فرقہ وہ دوزخ میں پڑے گا۔ جو دغا فریب کی باتیں بناتا ہے کہ جن سے لوگوں کو آپس میں لڑواتا ہے۔ وہ بندروں کی صورت میں اٹھایا جاویگا۔ دوزخ میں سخت عذاب پاویگا۔

اور جو لوگ رشوت کھاتے و چوری کماتے ہیں۔ وہ خنزیر کی شکل بن کر دوزخ کے سخت عذاب میں خراب ہونگے۔

اور جو لوگ ہمسایہ کو ستایا کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔ آگ کی

سولی پر چڑھائے جاویں گے۔

اور جو ناحق یتیموں کے مال کھائیں گے ہمیشہ انکے پیٹ آگ دوزخ سے بھرے جائیں گے' اور جو لوگ غیبت کرتے۔ اور پیٹھ پیچھے برے نام دھرتے اور لعن و طعن کرتے ہیں فرشتے ان کی گردن میں ایک آگ کا پہاڑ مانند طوق کے پاویں گے۔

اور ایک وہ فرقہ جو قول و قرار توڑنے سے نہیں ڈرتا۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ وہ اپنی زبان کاٹتا رہیگا۔ ان کے منہ سے ہمیشہ گندہ پیپ اور خون بہے گا۔

اور جو بد خصال کم و بیش وزن کی استعمال کرتے ہیں۔ دوزخ میں ویل نام ایک کنواں عذاب کا ہے۔ فرشتے ان کو اس میں پاویں گے ہمیشہ سانپ اور بچھو کاٹ کر کھاویں گے۔

اور جنہوں نے جھوٹی گواہی دی۔ ان کا نیچے کا ہونٹ پاؤں پر پڑا ہو گا۔ اوپر کا سر پر کھڑا ہو گا۔ ان کے منہ سے ایک گندہ خون بہے گا۔ کہ سب دوزخی بھی الاماں کہیں گے'

اور ناحق خون کرنے والا گروہ دوزخ کے عذاب میں ایسا پڑے گا۔ کہ ہمیشہ ان کے بدنوں سے سیاہ لہو آگ کا جلا ہوا نکلا کریگا۔

اور جو ماں باپ کو ستاتے و رنج پہنچاتے ہیں۔ انکو ایک عذاب کے جنگل میں قید کریں گے۔ جس عذاب میں نہ جئیں گے اور نہ مریں گے۔

اور جو بدکار مرد و عورت زناکار ہیں' دوزخ میں انکے سر نیچے اور پاؤں اوپر ہونگے۔ ان کی شرمگاہ یعنی پیشاب کی جگہ سے خون و پیپ اور آگ نکلیں گی۔ جب ان کو آگ کے گرز ماریں گے۔ تو اس طرح رو کر پکاریں گے کہ ہائے کوئی بچانے والا ہے۔ کوئی رحم کرنے والا ہے۔ کوئی بخشنے والا ہے۔ تو پھر عذاب کے سوا کوئی جواب نہ آوے گا۔

اور جو بدکار شہوت نفسانی و لذت جسمانی کے آرام میں پڑے رہتے ہیں۔ یعنی ہر وقت نفس امارہ کے عیش و عشرت پر مغرور ہیں۔ عبادت الٰہی سے دور ہیں۔ تو دوزخ میں ان کے پاؤں الٹے کر کے ان کی چوٹی پر باندھے جائیں گے۔ جب گرزوں کی مار کھائیں گے۔ تو گدھوں کی طرح چلائیں گے۔

اور نماز کے چھوڑنیوالے کو اس طرح عذاب ہو گا۔ کہ جن کا حشر فرعون و ہامان اور

قارون وغیرہ کے ساتھ ہو گا۔ یعنی جو حال کافروں کا ہو گا۔ وہی حال بے نمازوں کا ہو گا۔

روایت ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی۔ تو جریس نام ایک سانپ دوزخ سے نکلے گا۔ سر اس کا آسمان پر اور دم اس کی تحت الثریٰ میں ہو گی۔ جبرائیل علیہ السلام پوچھیں گے۔ اے جریس تو دوزخ سے کیوں نکلا۔ وہ پکارے گا۔ کہ مجھ کو امت محمدؐ کے پانچ گروہ درکار ہیں:۔

اول چھوڑنے والا نماز کا۔ دوسرا نہ دینے والا زکوٰۃ کا۔ تیسرا پینے والا شراب کا۔ چوتھا کھانے والا بیاج کا۔ پانچواں جو دنیا کی باتیں مسجد میں کرتا ہے۔

اور بھی پانچ گروہ حضرتؐ نے فرمائے۔ کہ میری امت میں سے دوزخ کے واسطے علیحدہ کئے جاویں گے۔ جن کو خدا نہ گناہوں سے پاک کریگا۔ اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ ایک بوڑھا بدکار جو بوڑھا ہو گیا۔ اور اب تک بدکاری نہ چھوڑی۔ دوسرا جوان جو جوانی کی قوت تمام بدی اور ظلم پر خرچ کی۔ نیکی و عدل نہ کیا۔ تیسرا جھوٹا بادشاہ چوتھا مغرور۔ پانچویں عورت۔ جو اپنے شوہر کے حق توڑنے سے نہیں ڈرتی۔ غیر سے رغبت کرتی ہے۔ علیٰ ہذالقیاس اسی طرح ہر ایک گناہ کی علیحدہ علیحدہ سزا ہے۔

روایت ہے کہ جب دوزخ کے کنارے پر دوزخی کھڑے کئے جاویں گے وہ دیکھیں گے کہ ہزاروں کوس تک آگ پھیلی ہوئی ہے۔ جس میں بڑے بڑے ستونوں کے مکان آگ کی طرح بھڑک رہے ہیں اور بڑے بڑے خونخوار سانپ اور بچھو کاٹنے کو تیار ہیں۔ تب دوزخی رو رو کر ایسا چلاّویں گے کہ فریاد فریاد کے غل مچاویں گے۔ لیکن سوائے جھڑک و طعنہ کے کوئی جواب نہ پائینگے۔ اسوقت مالک فرشتہ امت محمدؐ علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہیگا۔ اے گنہگارو تم کون لوگ ہو۔ جو نہ تمہارے منہ کالے ہیں۔ نہ تم کو طوق و زنجیر پڑے ہیں۔ تو وہ بدنام مارے دہشت کے حضرتؐ کے نام کو بھول جاویں گے۔ کہیں گے اے مالک ہم وہی لوگ ہیں۔ جن پر قرآن نازل ہوا تھا۔ مالک کہیگا کہ سوائے محمدؐ کے قرآن تو کسی کی شان میں نہیں اترا۔ جب محمدؐ علیہ السلام کا نام سنیں گے۔ تو رو کر کہیں گے کہ اے مالک ہم اسی کی امت ہیں۔ پھر حضرتؐ کو یاد کر کر فریاد کریں گے۔ کہ یا محمدؐ ہم تیری امت طرح طرح کے عذاب میں خراب ہیں۔ ہم بیکسوں کی داد کو پہنچ اس مصیبت

شوار میں نہ کوئی یار نہ مونس غمزار ہے۔ آگ ہم کو کھا گئی۔ بدن جلا گئی۔ ہماری قسمت
نے ایسا کیا۔ کہ آپ نے بھی ہم کو بھلا دیا۔ تب مالک کہیگا کہ اے گنہگارو۔ تم کو قرآن
سے خبر نہ تھی۔ کہ جو اطاعت خدا و رسولؐ کی نہ کریگا۔ تو دوزخ میں پڑیگا۔ یا کوئی بزرگ
ور عالم تمہارے پاس سمجھانے کو نہ آیا تھا۔ تب کہیں گے۔ کہ سمجھانے والے تو آئے
تھے۔ لیکن ہم ان کا کہنا کچھ خیال میں نہ لائے تھے۔ مگر اے مالک ہمکو ذرہ سی اجازت
ے۔ کہ ہم غریب اپنے نصیب پر رولیویں۔ اور امید کے ہاتھ دھولیویں۔ تب مالک
رونے کا حکم دیگا۔ وہ اسقدر رو رو کر آنسو بہا دیں گے کہ آنکھیں سفید ہو جاویں گی۔ پھر
الک کہیگا۔ کیا خوب ہوتا۔ اگر تم دنیا میں خوف خدا سے روتے۔ تو اس آگ کے عذاب
یں کیوں ہوتے۔ کیونکہ جو بندہ دنیا میں اتنا آنسو بہائے کہ ایک بال بھی تر ہو جائے۔ تو
ھی یہ مقام دوزخ کا اس پر حرام ہے۔ لیکن اے گنہگارو' وہ رونے کا وقت گزر گیا۔ اب
مہارا رونا چلانا فائدہ نہ کریگا۔

روایت ہے۔ کہ جس وقت سید ابرار کی امت گنہگار دوزخ میں پڑیگی تو ہر ایک
ا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیگا۔ یہ کلمہ سنتے ہی آگ دوزخ کی بھاگ جاوے گی پھر مالک آگ کو
غضبناک ہو کر کہے گا۔ کہ اے آگ ان کو پکڑ کرلیجا۔ آگ کہے گی' اے مالک میں کس
طرح پکڑوں۔ یہ تو کہتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مالک کہیگا یہ سچ ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کا مجھ کو ایسا
ی امر ہے کہ یہ لوگ کبیرہ گناہ کر کے بغیر توبہ مر گئے تھے پھر انکے منہ سے یہ کلمہ بھی نہ
نکلیگا۔ تب فرشتے کسی کی ٹانگ کسی کی چوٹی کسی کا سر پکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

حضرت محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ گنہگاروں کو دوزخ اسقدر جلائیگا کہ سر ان کے
وج کر پہاڑ کی مانند ہو جائیں گے۔ جب ان کو سانپ اور بچھو کاٹ کر کھائیں گے تو ان
کے چمڑے بھی کئی گز کے موٹے بن جائیں گے۔ تب حق تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و نالہ کریں
گے کہ اے پروردگار گھیر لیا ہم کو آگ نے ہم پشیمان اس غضب کے مکان میں دبے
اتے ہیں بدن آگ میں گل گئے۔ جگر جل گئے۔ الٰہی ہمارے واسطے ابر بھیج کہ پانی
سے۔ تو پھر انکو عذاب کے سوا کوئی جواب نہ آئیگا۔ جب پکاریں گے۔ تو "فرشتے ان کو
گ کی گرز ماریں گے۔ اتنے میں ایک ابر نمودار ہو گا۔ جس میں ہر گنہگار مینہ کا امیدوار

ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد سانپ اور بچھو مانند گردن شتر کے برسیں گے جب ان کو کاٹ کاٹ کر کھائینگے۔ تو زہر کے درد سے ہزار برس چلائینگے۔ پھر پیاس کے مارے مالک کو پکاریں گے کہ برائے خدا ہم کو تھوڑا سا پانی پلا۔ تو مالک انکو آب جہنم پلائیگا۔ جس سے تمام بدن جل جائیگا۔ منہ اور آنکھیں سڑیں گی۔ انتڑیاں کٹ کٹ کر باہر نکل پڑیں گی۔ پھر کھانے کو طعام زقوم ملیگا۔ جب کھائیں گے تو گلے میں کانٹے پھنس جائیں گے۔ آخر اسی طرح کے عذاب میں ہزاروں برس چلّائیں گے۔ وہاں موت کو پکاریں گے۔ نہ ملک الموت آویگا۔ نہ یہ عذاب جاویگا۔

روایت ہے کہ جب سید ابرار محبوب پروردگار (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) کی امت گنہگار ہزاروں برس کے بعد دوزخ میں جل کر فریاد کرے گی تو رب جلیل کا جرائیلؑ کو حکم ہو گا۔ کہ جا دیکھ امت محمدؐ کا کیا حال ہے۔ وہ سنتے ہی مالک دوزخ کے پاس جاویگا۔ اس سے پوچھے گا۔ کہ فی الحال امت محمد علیہ السلام کا کیا حال ہے مالک کہیگا۔ کہ وہ سخت عذاب میں خراب ہے۔ آگ انکے بدن کو کھا گئی ہے گوشت پوست جان کا کچھ نشان نہیں رہا۔ لیکن منہ اور دل انکے سلامت ہیں۔ کہ ان میں ایمان تھا۔ پھر جرائیلؑ کہیگا۔ وہ مجھ کو دکھلا۔ جب دوزخ کا حجاب دور ہو گا۔ تو جرائیلؑ کو دیکھ کر سب دوزخی مسرور ہونگے۔ پھر کہیں گے۔ سبحان اللہ یہ کیا اچھی صورت کا فرشتہ آیا ہے امید ہے کہ یہ جناب تو ہم کو عذاب نہ کریگا۔ پھر مالک سے پوچھیں گے۔ وہ کہیگا یہ جرائیل ہیں جو دنیا میں آتے تھے۔ خدا کیطرف سے محمدؐ پر آتے تھے۔ جب وہ دوزخی نام محمد علیہ السلام کا سنیں گے تو زار و زار بے اختیار چلّا کر فریاد کریں گے۔ کہ اے جرائیلؑ برائے خدا ہمارا سلام محمدؐ پر پہنچاؤ۔ اور ہمارے اس حال زبوں کی خبر سناؤ۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ ہم کو بھول گئے۔ اور اس گرداب دوزخ کے عذاب میں رول گئے۔ نہ اس جا تیرے سوا کوئی یار نہ مددگار ہے۔ ہم آگ میں جلے جاتے ہیں۔ آپؐ ہماری خبر کو نہیں آتے۔ کیا ہم گنہگاروں کا تیرے سوا کوئی اور وسیلہ ہے۔ یہ سنتے ہی جرائیلؑ بارگاہ الٰہی میں جاویں گے۔ یہ سب حال سناویں گے۔ تو حکم ہو گا۔ کہ جا محمدؐ کو بھی امت کا پیغام سنا۔ تب جرائیل علیہ السلام جھٹ پٹ حضرتؐ کے پاس پہنچیں گے۔

شفاعتِ مصطفےؐ

روایت ہے کہ اس وقت حضرتؐ طوبے کے درخت کے نیچے جواہر کے تخت پر موتی کے خیمے میں بیٹھے ہونگے۔ تو جبرائیلؑ امین نہایت غمگین ہو کر عرض کریں گے۔ کہ یا رسولؐ اللہ میں آپ کی امت گنہگار کو دوزخ میں جلتا دیکھ آیا ہوں۔ آپؐ کو سب نے سلام کہا ہے۔ اور تمام بیچارے مصیبت کے مارے آپؐ کا نام پکار رہے ہیں' یہ خبر سنتے ہی حضرتؐ کو یکبار اپنی امت گنہگار کی مصیبت کا وہ صدمہ پہنچیگا کہ آخرکار اس غم میں بیدم ہو جائیں گے۔ جب ہوش میں آویں گے۔ تو رو کر یہ کلمہ فرماویں گے۔ لَبَّیْکَ یَا اُمَّتِیْ یعنی میں حاضر ہوں اے امت میری۔

پھر عرش معلے کے نیچے تشریف لاویں گے تو اس قدر حمد و ثنا ذات کبریا کی بیان کریں گے۔ کہ ایسی کبھی نہ کی ہو گی۔ یہاں تک کہ حضرتؐ سجدہ میں گر پڑیں گے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ساتؑ دن اور بعضے کہتے ہیں کہ چودہ دن پڑے رہیں گے تب حق تعالیٰ فرمائیگا کہ اے میرے حبیبؐ اپنا سر اٹھا کہ میری جناب میں تیری دعا مستجاب ہے۔ حضرتؐ روتے ہوئے عرض کریں گے کہ الٰہی میری امت کے لوگ آگ دوزخ میں جل گئے۔ اپنی رحمانی صفات سے انکو نجات بخش۔ تب حکم ہو گا کہ اے سلطان الانبیاؐ آج میں نے تجھ کو شفاعت کبریٰ عطا کی ہے۔ کہ جس نے صدق دل سے کہا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ان سب کو نکال کر اپنے ہمراہ بہشت میں لیجا۔ تب سرور کائناتؐ اکثر پیغمبروںؑ اور متقیوںؒ لوگوں کے ساتھ دوزخ کی طرف تشریف لاویں گے۔ مالک فرشتہ دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑا ہو جائیگا۔ آپؐ اپنی امت کا حال پوچھیں گے۔ وہ کہے گا۔ یا حضرتؐ سب کا برا حال عذاب کمال ہے۔ جب دوزخ کا دروازہ کھولیں گے تو سب دوزخی حضرتؐ کو دیکھ کر چلا اٹھیں گے۔ تمام بیچارے مصیبت کے مارے رو رو کر پکاریں گے کہ یا رسولؐ اللہ ہم کو دوزخ نے گھیر لیا۔ اور آگ نے ہمارے بدن گوشت ہڈیوں کو جلا دیا۔ آپؐ بیکسوں کی داد فریاد کو نہ پہنچے۔ ہم گنہگار تھے۔ لیکن تیری امت میں تو شمار تھے۔ تب حضرتؐ عذر کریں گے کہ ہم کو تمہارے حال سے خبر نہ تھی۔

پھر سب کو دوزخ سے نکال کر ایک درخت کے نیچے کھڑا کریں گے۔ اور تمام بدن انکا آگ دوزخ کے سبب سیاہ ہو گا۔ وہاں نہرالحیات میں سب کو غسل دلوائیں گے۔ تب بدن ان کا چودھویں رات کے چاند کیطرح چمکتا ہو گا لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہو گا۔ کہ ہم لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے ہیں۔ جب بہشت میں جائیں گے تو سب بہشتی ان کو دیکھ کر چرچا کریں گے کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔ تو یہ خطاب انکو بطور عذاب کے برا معلوم ہو گا۔ پھر عرض کریں گے۔ کہ الٰہی جیسا تو نے ہم کو اپنے حبیبؐ کی خاطر دوزخ سے نکالا ہے۔ اسی طرح یہ قصور بھی ہم سے دور ہو۔ پھر حق تعالیٰ اس مرقوم کو بھی معدوم کر دیگا۔ تب وہ نہ نشان رہیگا۔ نہ کوئی کسی کو کچھ کہیگا۔

روایت ہے۔ کہ جب امت محمدؐ کے لوگ دوزخ سے رہائی پا جاویں گے۔ تب سب کافر مسلمانوں کو دیکھ کر افسوس کے ہاتھ ملیں گے کہ ہائے ہم بھی مسلمان اہل ایمان ہوتے تو اسی طرح نکل کر بہشت میں جاتے۔ مگر ہم بدمقسوم کو کوئی سبب رہائی کا معلوم نہیں ہوتا۔ آخرکار کفار موت کے امیدوار ہونگے کہ شاید کبھی آویگی۔ تو اس عذاب سے جان بچ جاویگی۔ تب فرشتے موت کو دنبہ کی صورت پر لا کر سب ناجی و ناری کو دکھا کر دوزخ و بہشت کے درمیان ذبح کریں گے پھر اہل جنت کو کہیں گے کہ اب تمہاری موت بھی ذبح ہوئی۔ تم ہمیشہ کیلئے اس مقام بہشت میں چین و آرام سے رہو۔ بہشتی بولینگے۔ الحمدللہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے بہشت کا وارث کر دیا۔ جو وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا کیا۔ پھر فرشتے دوزخیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہیں گے۔ کہ دیکھو تمہاری موت کو بھی موت آئی۔ اب تم اس قید سے ہر طرح بے امید ہو۔ ہمیشہ اسی دوزخ میں پڑے رہو۔ کہ تم تمام پر بہشت حرام ہے، اب ان کو پکارو۔ جن کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے۔ اور جن سے اپنی حاجت چاہتے تھے۔ اتنے میں اہل نار پروردگار کا ایک غضبناک آواز سنیں گے کہ جیسا تم نے مجھ کو دنیا میں بھلا دیا۔ اب اسی طرح ہم نے بھی تم کو فراموش کر دیا۔ پس تب دوزخ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ پھر کبھی کھلنا نہ پائیگا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

اے عزیزو خدا کا خوف کرو۔ قیامت کے حساب، دوزخ کے عذاب سے ڈرو۔ موت کو ہر وقت یاد رکھو۔ جان کندن کا وقت نہایت سخت ہے۔ کہ جس کے خوف سے تو

پیغمبروںؑ کا بھی حال اس طرح ملال ہوا۔

خوفِ سکرُ الموت

چنانچہ نقل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی کافر نے یہ معجزہ چاہا۔ کہ اگر تو میرے روبرو مردہ کو زندہ کرے تو میں تیری نبوت پر ایمان لاؤنگا۔ تو آپؑ نے معہ چند مردمان ایک کہنہ گورستان میں حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی قبر پر بعد سلام فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تو تیری آواز پر حضرت سام قبر سے باہر اس حال پر ظاہر ہوئے۔ کہ سب بال سفید و زرد رنگ تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا۔ اس طرح آپ کا کیوں حال ہوا۔ فرمایا جب فرشتہ نے آپ کا نام لیکر مجھ کو پکارا۔ کہ اٹھو تو خوف قیامت سے یہ علامت ہوئی۔ کہ شاید حشر قائم ہو گیا ہے۔ جو ہم کو بلایا ہے۔ یعنی خوف قیامت سے تمام بدن کا لہو خشک ہو گیا ہے۔ کہ جس سے بال سفید اور رنگ زرد ہے۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر آپ چاہیں تو پھر قیامت تک بحکم خدا اس دنیا میں زندہ و بقاء رہیں۔ حضرت سامؑ نے فرمایا کہ جو آگے بوقت جان کندن سکرات موت کی میرے وجود پر وارد ہوئی تھی۔ تو اب بھی اس خوف و عذاب سے سب وجود بیتاب ہو جاتا ہے۔ اگر زندہ رہوں، تو وہ پھر آویگی۔ اس واسطے اس دنیا بے وفا پر رہنا مجھکو منظور نہیں ہے۔

پس ہمیشہ و ہردم موت و قیامت کے خوف سے بندہ غافل نہ رہے۔ ہر وقت اس سفر سخت میں اپنی پرہیزگاری کی باربرداری و ہر حال نیک اعمال کا توشہ تیار رکھے۔ کیونکہ سب پیرؒ و پیغمبرؑ و اولیاءؒ ہر اشیاء کو موت نے فوت کیا ہے۔ کہ ہر کس نے اس فناہ کے مقام کو چھوڑ کر آخر راہ بقا کا لیا ہے:

مثنوی

موت سے غافل نہ ہو اے بیخبر ہے تو مہماں ایک ساعت دنیا پر
وقت پہنچا ہے تیرے چلنے کا اب کر مہیّا سفر کا سامان سب

ت کا جب پیک سر پر آویگا　　پھر نہ فرصت ایک دم کی پاویگا
نا ہے رات دن عالم کا حال　　پھر نہیں کچھ موت کا تجھ کو خیال
فلے کے قافلے سب چل گئے　　دیکھ آخر خاک میں سب رل گئے
و پیغمبرؑ جہاں سے گئے گزر　　اول آخر یار سب میں کر نظر
مؑ و ادریسؑ موسیٰؑ ہیں کہاں　　یوسفؑ و یعقوبؑ عیسیٰؑ ہیں کہاں
ور کونینؐ رحلت کر گئے　　اس جہانِ فانی پہ وہ بھی نہ رہے
یہ دنیا بے وفا آخر فناہ　　نہ رہا اس میں گدا نہ بادشاہ
ڑ سب امید غفلت دور کر　　یاد حق میں یار دل مسرور کر

یار ہو ہوشیار کر بندگی خدا
ہے یہ مرض موت کی عمدہ دوا

تیبِ ارشاد و تلقین

اور مرید ہونے کی ترکیب و ارشاد کی ترتیب یہ ہے۔ چنانچہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ
ے منقول ہے۔ کہ ایک صاحب یقین پر سندۂ دین کسی بزرگ کی خدمت میں آیا تو اس
ب نے کہا یا شیخ دین کے واسطے کون کام نیک انجام ہیں۔ کہ جس کی متابعت کروں۔
نے فرمایا: یہ مسئلہ تو واسطے حجت کے پوچھتا ہے یا برائے عمل، طالب نے کہا۔ اعمال
لئے سوال ہے۔ شیخ نے فرمایا بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ اے طالب یہاں آنیکا حال بیان کر۔ کہا
شیخ میں نے ایک روز دوزخ کا عذاب و رحمت کا ثواب سنا۔ تو دل نے خوف کھایا۔ تب
ک آیا ہوں۔ شیخ نے فرمایا۔ یہ جانتا ہے کہ خوف اور محبت کا کیا سبب ہے کہا کہ نہیں۔
یا! کہ یہ عقل ہے کہ جب عذاب سنا۔ تو عقل نے تم کو کہا۔ کہ وہ کام نہ کر۔ جس سے
اب ہو۔ لیکن وہ کر کہ جس میں ثواب ہو۔ اسی واسطے حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اول مطیع
عقل کا ہو۔ پس اے طالب اول پیروی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کی
بعت قبول کر۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ یعنی متابعت کرو تم اس چیز کی

جو نازل کی ہے رب تمہارے نے طرف تمہاری (یعنی قرآن حکیم)

طالب نے کہا یا شیخ میں قرآن کی متابعت تو کرتا ہوں۔ کہ ہر روز منزل پڑھتا ہوں
شیخ نے فرمایا۔ متابعت کرنی اور ہے' اور تلاوت کرنی اور۔ یعنی متابعت وہ ہے کہ اس کے
سب امر و نہی کا پیرو ہونا۔ اور خاص دل کا خدا کی طرف رجوع ہونا۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ وَ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی رجوع کرو
طرف اللہ تعالیٰ کے اے ایمان والو۔

پس ایمان کا یہ نشان ہے۔ کہ اول خدائے تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور کتابوں او
رسولوںؑ پر دل و جان سے ایمان لانا۔ طالب نے کہا یا شیخ ان تمام پر تو میرا ایمان ہے ک
اکثر عام یہ کلام پڑھتا ہوں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْ
خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ شیخ نے فرمایا! اے طالب: یہ زبان
اقرار ہے۔ قلبی تصدیق اور ہے۔ اگر قلبی تصدیق ہوتی تو راہ راست پاتا۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ وَ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ یعنی وہ کوئی جو خدا تعالیٰ پر ایمان لا
ہے۔ راہ راست پاتا ہے۔ پس جب تک دل کی تصدیق نہ ہو تو زبانی گفتار کا کچھ اعتبا
نہیں ہے۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ یعنی کہتے ہیں اپنی زبانو
سے جو نہیں ہے ان کے دلوں میں۔

غرض جب تک دل زبان کے متصل نہیں۔ تب تک اہل ایمان نہیں اور دل بھی
تب زبان کے شامل ہوتی ہے۔ جب محبت الٰہی کامل ہوتی ہے۔ اسی واسطے اول خدا تعا
کی محبت ہر فرض سے مقدم تر ہے۔

چنانچہ حدیث طَلَبُ اللّٰہِ فَرْضٌ قَبْلَ کُلِّ فَرْضٍ یعنی طلب اللہ تعالیٰ کی فرض ہ
ہر فرض سے پہلے۔

پس اے طالب اول محبت و دوستی خدا میں جلا ہو۔ تا ایمان بجا ہے۔ طالب نے کہا
یا شیخ خدا تعالیٰ کو تو میں دوست رکھتا ہوں۔ کہ ہمیشہ اس کی نماز و روزہ حج و زکوۃ تسبیح وغیر
ادا کرتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا۔ دوست اس کو کہتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے دوست کا لیل و نہار ہر

ر میں فرمانبردار ہو کر حق پر یہاں تک فدا ہو کہ ہر محبت زن و فرزند اور مال وغیرہ سے
را ہو۔ تب محبت خدا ہے' یہ نہیں کہ دل غیر میں مبتلا ہو۔ اور زبان سے نماز۔ روزہ ادا
۔ اسی طرح خالی عادت کی عبادت کو خدا تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ تو حضور
رم صدور ہے۔ جب دل محبت خدا سے جدا ہے۔ تو پھر سب عبادت وغیرہ ناروا بلکہ عُجب
ریا ہے۔ چنانچہ مولانا روم صاحب مثنوی میں فرماتے ہیں۔

بر زباں تسبیح در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اور بھی اے طالب جب تک خدا کی محبت غالب نہ ہو۔ تو خاص حق تعالیٰ کی شناس
ں نہیں ہو سکتی پھر جب تک اس کی پہچان نہ ہو۔ تو سب عبادت ہی رائیگاں ہے۔
چنانچہ حدیث لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ عِبَادَۃَ الْعَبْدِ بِغَیْرِ مَعْرِفَۃِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَاِنْ کَانَ
ں الْعِبَادَۃِ اَلْفَ سَنَۃٍ وَاِنْ لَمْ تَکُنْ لِلْعَبْدِ فِی الْعِبَادَۃِ مَعْرِفَۃَ الْحَقِّ فَفِی الْعُقُوْبَۃِ۔ یعنی
ضرتؑ نے فرمایا۔ کہ نہیں قبول کرتا اللہ تعالیٰ عبادت بندہ کی بدوں پہچاننے اس بیچون کے
رچہ ہو عبادت میں ہزار سال و اگر نہیں ہے بندہ کو شناس تو الٹا عذاب میں ہے۔ طالب
نے کہا۔ یا شیخ خدا تعالیٰ کو تو میں جانتا و پہچانتا ہوں۔ کہ وہ بے چون بیچگون۔ خالق و
زق اول و آخر ظاہر و باطن دانا و بینا وحدہ لاشریک ہے۔
شیخ نے فرمایا۔ اے طالب یہ کلمات تو حق تعالیٰ کی صفات کے ہیں کہ اس کو معرفت
اتی کہتے ہیں۔ لیکن خاص ذات کی شناس و معرفت خدا کی جدا ہے رباعی

ں صفات خداست ہر چہ بخوانی — بجز صفات پاک دگر ذات ندانی
ں قدرت رحمان در زمین و آسمان — بجواز وجود خویش آں ذات نہانی

مگر اے طالب پیر کامل کے سوا یہ معرفت خدا تعالیٰ کی حاصل نہیں ہوتی۔ طالب
نے کہا۔ الحمدللہ کہ میں نے رہنما کی خدمت تو ادا کی ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ پیر سے کیا
شاد پایا کہا یا شیخ کچھ نفل و تسبیح کا وظائف فرمایا ہے۔ شیخ نے کہا اے طالب یہ بھی ظاہر
نی عبادت شریعت کی حق ہے۔ کہ اس کی تو سب اہل کمال بھی استعمال کرتے ہیں مگر
ں میں بھی علم اخلاص کی شرط ہے۔ اگر اس میں دل مشمول ہے۔ تو سب عبادت وغیرہ

مقبول ہے۔ ورنہ سب کچھ فضول و بے حصول ہے۔ اسی واسطے پیر کی مراد طریقت کا
ارشاد ہے کہ جس سبب سے زبان و دل آپس میں مل جاتے ہیں۔ پھر جس بے
عبادت سے حق تعالیٰ کی وصال ہوتی ہے۔

غرض جب تک زبان میں دل موجود نہ ہو تو وہ سب عبادت وغیرہ بے سود
کیونکہ انسان زبان کے پاس نہیں ہے دل کے ساتھ ہے جیسا کہ دل کا خیال کسی طرف
تو تمام مجلس کی کلام تیرے فہم میں نہ آوے گی۔ گو وجود تو مجلس میں موجود ہے۔ لیکن تو
مقام پر ہے۔ جس کام میں تیری دلیل ہے۔ تو اسی طرح جب دل غیر دلیل میں ذلیل
تو پھر عبادت کون کرتا ہے۔ چنانچہ جہاں تک پانی ہلتا ہے۔ منہ نظر نہیں آتا۔ اسی
جبتک دلیل کو آرام نہ ہو۔ تو یہ مقصد انجام نہیں ہوتا۔ پس اس تدبیر کے واسطے پیر
اکسیر ہے۔ مگر کامل بھی وہ جو راہ شریعت و طریقت اور حقیقت کا عامل ہو۔ تب اسکو
کرنا بھی سعید ہے۔ لیکن اول طالب کا امتحان کرے۔ کہ آیا راسخ الاعتقاد ہے یا کوئی
مراد ہے۔ اگر نیت میں فتور ہے تو ناحق تصدیعہ دینا کیا ضرور ہے۔

پس طالب نے کہا یا شیخ۔ آگے میں اپنے آپکو صاحب دین جانتا تھا۔ اب یقین
کہ کلام خدا و رسولؐ کی برحق ہے۔ پس مجھ کو ظاہر و باطن کی تلقین فرماؤ کہ میں
ہاتھ سے توبہ چاہتا ہوں۔

شیخ نے فرمایا کہ توبہ کی مراد تو خدا تعالیٰ کے طرف رجوع کرنا ہے۔ پس اول
غسل چاہیئے۔ پھر نیت سے کہو کہ یاالٰہی مجھ کو فضل و کرم اپنے سے تمام حرام اور گنا
سے پاک کر‘ اے طالب دیکھ کہ خداوند کریم توبہ کنندہ و پاک بندہ کیواسطے یہ فرماتا ہے
قولہ تعالیٰ وَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی تحقیق
دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔
طالب خدا نے دل و جان سے توبہ ادا کی۔ تو شیخ نے فرمایا۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ‘ اے
اب تجھے خدا تعالیٰ نے ہر ماضی گناہ سے جدا کر دیا ہے۔ پس اب تو غفلت سے دور
ذکر الٰہی میں مسرور ہو۔ کیونکہ رحمان نے محض اپنی عبادت کے لئے انسان کو پیدا کیا
چنانچہ قولہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی نہیں پیدا کیا میں

جنّوں اور آدمیوں کو مگر واسطے عبادت اپنی کے۔ اے طالب اول ہر امر شریعت پر کمر باندھ۔ پھر باطنی ذکر دائم میں ہر وقت قائم ہو۔ اور فہم کر کہ سبب تیرے مرنے و جینے کا کیا ہے۔ یعنی کس بات سے تو حیات ہے۔ کہا یا شیخ دم آتا ہے تو زندہ ہوں۔ اگر نہ آیا تو مر گیا۔ پھر فرمایا۔ کہ جب تیرا دم اندر جاتا ہے اور باہر آتا ہے۔ تو کیا کہتا ہے۔ کہا۔ یا شیخ دم اندر و باہر آنے کے وقت میں کچھ بھی نہیں کہتا۔ شیخ نے فرمایا اے طالب خدا جب دم سے بقا ہے۔ تو پھر تم پر لازم ہے کہ ذکر پروردگار میں اپنے دم شمار کرو۔ تاکہ بجز یاد ایک دم برباد نہ ہو۔ جیسا شاہ بو علی قلندر علیہ الرحمتہ بھی فرماتے ہیں۔

هوش در دم دار اے مرد خدا　　یک نفس یک دم مباش از حق جدا
پاس دار انفاس اے اہل خرد　　تاترا ایں قافلہ منزل برد

پاس انفاس

اے طالب اگر عبادت خدا سے دم جدا ہے۔ تو آپ کو عابد تصور نہ کر۔ حق تعالٰی فرماتا ہے کہ داخل نہ ہو گا بہشت میں وہ دم جو داخل نہیں ہوتا عبادت میری میں۔ طالب نے کہا۔ یا شیخ میں دم کو کس طرح عبادت خدا میں مبتلا کروں۔ سکھلا مجھے۔ پس شیخ نے فرمایا۔ کہ جب دم تیرا اندر جائے تو زود ذکر اللہ تعالٰی میں موجود ہو۔ اور جب باہر آئے تو بذکر خفی۔ اے طالب اب تو اس ذکر میں مشغول ہو۔ اور چند نصیحتیں مجھ سے قبول کر۔ کہ اول تو یہ ذکر ہرگز کسی کو نہ کہنا۔ اگر کوئی سوگند پائے تو بھی زبان سے باہر نہ آئے۔ جیسا مشائخ فرماتے ہیں۔

گر خبر داری زحیّ لایموت　　بر دہان خود بنہ مہر سکوت

آدابِ شیخ کاملؒ

دوم رہنما کے ادب کو نگاہ رکھنا۔ کہ کعبہ کی طرح نہ اس طرف لعاب نہ غائط۔ نہ پیشاب کرے اور ایسا چست ہو۔ کہ نہ پیر کی طرف پاؤں نہ پشت ہو۔ بلکہ ہر جا دل میں صورت رہنما کی جلوہ نما ہو۔ تاکہ ذکر الٰہی قضا نہ ہو۔

غسلِ جمعہ

سوئم اے طالب جمعہ کا غسل سنّت ہے۔ اور حضرتؐ نے فرمایا کہ سب دنوں میں جمعہ سردار ہے۔ کیونکہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے اور اسی میں داخل بہشت ہوئے۔ پھر اسی دن قیامت آوے گی۔ اور جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے۔ جو مسلمان اس میں دعا مانگے وہ قبول ہے۔ مگر وہ پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ ماہ رمضان میں شب قدر نہاں ہے اور اکثر اس ساعت کی یہ روایت ہے کہ زوال و شام کے درمیان ہے۔ اسی واسطے اول وقت جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ بلکہ عارف فرماتے ہیں کہ جمعہ کا پڑھنا و سننا ہر غریب محتاج کے واسطے حج کا ثواب ہے باقی تلقین اہل دین کو بقدر حاجت انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب سے دستیاب ہوگی۔

آدابِ علماءؒ

اور بھی استاد علما کی محبت و آداب کامل ثواب ہے اور انکی غیرت سخت عذاب ہے۔ چنانچہ حدیث مِنَ النَّاسِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ مَجَّانًا مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ حُبُّ الْعُلَمَاءِ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَ مِنَ النَّاسِ اُنَاسٌ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ مَجَّانًا مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ بُغْضُ الْعُلَمَاءِ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ آدمیوں سے وہ آدمی بہشت میں داخل ہونگے۔ جو اپنے دل میں محبت علما کی رکھتے ہیں ایک ذرہ۔ اور وہ آدمی دوزخ میں جاویں گے جو اپنے دل میں علما سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ایک ذرہ۔ پس علم و علماء کی محبت خاص توشہ جنت کا ہے۔ اسی واسطے ظاہر علم ہر فقرا کو روا ہے۔ کیونکہ بغیر علم تو اس طرح خطا ہے۔

فائدہ علمِ ظاہر

چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز شیاطین شیطان کو اپنی اپنی ہوشیاری و کارگزاری کا امتحان دینے لگے۔ ایک بولا کہ میں نے ایک لڑکے کو جو تعلیم علم کیواسطے جاتا تھا۔ ایسا گمراہ کیا ہے کہ پھر کبھی علم کا نام نہ لیگا۔ تو شیطان مردود نے اس پر نہایت خوشنود ہو کر انعام دیا۔ دوسروں نے یہ چھوٹا سا کام سمجھ کر غیرت کی تو شیطان نے کہا۔ ہمارے انتظام میں یہ بڑا کام ہے۔ کیونکہ اکثر عالِم ہمارے دام میں نہیں آتے اور جاہل پھنس جاتے ہیں۔

پس وہ لعین شیاطین کو ہمراہ لیکر ایک شہر میں آیا۔ جہاں دو عابد عالِم و جاہل اپنے اپنے حجرہ میں رہتے تھے۔ عالِم کے دروازہ پر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ فلانے اولیا اللہ کے تو اس نے کہا تو کون ہے۔ کہا۔ میں جبرائیلؑ ہوں خدا تعالٰی نے واسطے خوشنودی تیری کے یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ جو تو نے عبادت کی ہے وہ اب میری جناب میں قبول ہے۔ پس بندگی سے آزاد ہو۔ میں نہایت خوش و شاد ہوں۔ اس بزرگ نے یہ کلام سنکر علم میں سوچا۔ کہ اول تو جبرائیل علیہ السلام سوا پیغمبروںؑ کے کسی پر نازل نہیں ہوتے۔ دوسرا ہمارے رسول مقبول خاتم النبیینؐ ہیں۔ تیسرا عبادت کا حکم اخیر موت کے دم تک ہے۔ یہ تو سب لاف شریعت کے برخلاف ہے۔ اور یہ ظاہر شیطان کا اوصاف ہے۔ پس اس بزرگ نے کلمہ لاحول کا پڑھا۔ شیطان پشیمان ہو کر دوڑا۔

پھر جاہل زاہد کے دروازے پر بھی اسی طرح یہ سب بیان کیا۔ تو جاہل یہ خام کلام سنتے ہی نہایت شاد ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں نے جو ابتک اسقدر عبادت کی تھی۔ منظور کیوں نہ ہوتی۔ پس آخرکار اس مکار نے عابد جاہل کو غرورت کا نشہ پلا کر راہ حق سے گمراہ کر دیا۔ اور بھی اسی طَور بہت جاہل فقرا کو اس لعین نے آسمان سے پکڑ کر زمین پر مارا ہے۔ اسواسطے ظاہر علم ہر فقرا کو روا ہے۔ لیکن بغیر عمل کے یہ بھی خطا ہے۔

چنانچہ حدیث، کُلُّ عَالِمٍ لَمْ یَعْمَلْ بِعِلْمِہٖ فَھُوَ مَسْخَرَۃُ الشَّیْطَانِ یعنی جو عالم عمل نہیں کرتا۔ اپنے علم پر وہ شیطان کے گروہ سے ہے۔

پس اسواسطے ہر علما کو روا ہے کہ علم سے بھی خود اعمال کی کوشش کمال کریں۔ تاکہ اس دعید سے بچیں۔ لیکن عمل خاص بھی بغیر علم اخلاص کے نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے ظاہر میں علم باطن کی شرط ہے۔ کیونکہ باطن کے سوا علم ظاہر کا بھی اس طرح حجاب و معنے خراب ہے۔

فائدہ علمِ باطن

چنانچہ **نقل** ہے کہ تین شخص کسی مکان پر آئے۔ وہاں چند حروف بغیر نقاط اسطرح لکھے ہوئے دیکھے۔ یعنی (ٮٮی حود ٮرٮد) تو اردو خوان نے کہا' یہ لکھا ہوا ہے بٹی چودیزید۔ فارسی دان بولا (بینی خود برید) عربی خوان نے کہا۔ یہ ہے۔ **تَمَنِّيْ جُوْدِتَوِیْدُ** پس علم باطن کے سوا تو تمام خدا و رسول علیہ السلام کی کلام کا معنے اسی طور غلطی سے بے انجام پڑھا جاتا ہے کہ جس کے سبب ایک امت چند گروہ ہو گئی۔ اور یہ وہ علم عائب و عجائب ہے۔ کہ جسکی خاطر حضرت موسیٰ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے۔ جس کا قرآن میں مفصل بیان ہے' یا جس کے اشارات میں حروف مقطعات ہیں اور اس کی شان میں امیر علیہ السلام کا بھی یہ فرمان ہے:۔

قول حضرت علی علیہ السلام عِلْمُ الظَّاهِرِ عَیْنُ الْاِنْسَانِ وَ عِلْمُ الْبَاطِنِ نُوْرُا لْعَیْنِ وَ عَیْنٌ بِغَیْرِ نُوْرٍ عَمْیٌ یعنی علم ظاہر آدمی کی آنکھ ہے' اور علم باطنی آنکھ کا نور ہے اور آنکھ بغیر نور کے اندھی ہے۔

پس ظاہر بغیر باطن کے تو اس طرح نابینا ہے۔ چنانچہ **نقل** ہے کہ کسی جگہ فقیر باطن نظیر ذکر کلمہ شریف کا بالجہر بدیں طور کر رہا تھا۔ یعنی **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہ ایک بادشاہ کا معہ قاضی صاحب وہاں سے گزر ہوا۔ قاضی نے ذکر سنکر فرمایا۔ کہ اے فقیر آگے بھی کہہ فقیر بولا۔ آگے کچھ نہیں ہے۔ جب تیسری بار بھی فقیر نے وہی انکار کیا۔ تو قاضی باطن کے جاہل نے کفر کی نظیر دیکر بادشاہ کو عرض کیا۔ کہ قبلہ عالم یہ فقیر حضرت محمدؐ رسول اللہ کا منکر ہے۔ شرع میں اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ پس جب فقیر شوق پذیر کا سر تن سے کاٹا۔ تو سر سے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** اور تن سے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کا ذکر بہت عرصہ تک جاری

رہا- یہ کرامات دیکھ کر تمام مخلوق معہ بادشاہ متعجب و حیران ہو کر افسوس کے ہاتھ ملنے لگے- اتنے میں ایک اور فقیر نے حاضر ہو کر کہا- کہ اے بادشاہ تو نے بڑا ظلم کیا- کیونکہ فقیر حق پر تھا- تم ناحق کہتے تھے کہ خدا سے آگے کہو- اگر تم کہتے کہ پیچھے کہو تب وہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا- تب کہنا اس پر واجب تھا- ورنہ اس کے لئے کفر تھا- پس بغیر باطن کے ظاہر بھی اسی طرح خودی کے حجاب میں خراب لائق عذاب ہے-

اسی واسطے مشائخ فرماتے ہیں کہ ظاہر علم فروع باطن اصول ہے- جیسا سوا بیج کے شاخ بے حصول ہے- چنانچہ حدیث اَلْعِلْمُ نُقْطَۃٌ وَّ کَثَّرَتْھَا الْجَاھِلِیْنَ یعنی علم ایک نقطہ ہے- اور کثرت کی ہے واسطے جاہلوں کے- پس باطنی علم نقطہ ہے مانند بیج کے' اور ظاہر علم کثرت سے بطور شاخ کے-

غرض بغیر باطن کے ظاہر بے سود ہے- اس واسطے باطن ضرور مقصود ہے- مگر کامل وہ ہے جو ہردو علم ظاہر و باطن کا عامل ہو- کیونکہ ظاہر مثل تن کے ہے اور باطن مانند جان کے ہے- جیسا تن سوا جان کے خوار ہے ویسے ہی جان بغیر تن کے بیقرار ہے- اس لئے ہردو علم ظاہر و باطن درکار ہے-

چنانچہ قول امام مالک علیہ الرحمتہ مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَھُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ یعنی جس نے علم سیکھا- اور فقہ نہ جانی- تحقیق وہ زندیق ہے- اور جس نے علم فقہ پڑھا- اور تصوف نہیں سیکھا- وہ بے شک فاسق ہوا- اور جس نے دونوں کو سیکھا وہ محقق ہے-

متابعتِ پیر کامل

پس ہر ظاہر علماء طالب خدا کو چاہئے- کہ سب فخر و غرور کو دور کر کے علم باطن کی تعلیم پیر کامل سے ضرور حاصل کرے- کیونکہ بغیر اس حیلہ و وسیلہ کے کوئی منزل مقصود کو نہیں پہنچا- چنانچہ غوث و قطب' اولیاء اللہ وغیرہ دیکھو' کون بغیر پیر کے مراتب پذیر ہوا ہے- بلکہ سب پیر اپنے کی خدمت و آداب کے سبب فیضیاب ہو کر علم باطن کی تعلیم سے راہ مستقیم پر واصل باللہ ہوئے ہیں- غرض سوا پیر کے وصل حق کی کوئی تدبیر نہیں ہے-

اگرچہ تمام عمراس حکایت کی طرح ظاہری کوشش میں مبتلا رہیں۔ تو بغیر راہنما کے مقصود حاصل نہ ہو گا۔

نقل ہے کہ ایک شخص باغ کی سیر کرتا ہوا حوض کے کنارے پر گیا۔ تو پانی میں لعل نظر آیا۔ اس طالب نے مطلوب کی خوشی سے جلد غوطہ مارا۔ نہایت جستجو کی۔ مگر دستیاب نہ ہوا۔ جب باہر آیا۔ تو پھر ظاہر ہوا۔ جب غوطہ لگایا۔ پھر خالی ہاتھ آیا۔ آخر بہت مدت تک یہی حال رہا۔ تو ایک روز کسی دانا نے یہ حال دیکھکر کہا۔ اے شخص تو دیوانہ ہے۔ جو بار بار غوطہ لگاتا ہے۔ پھر باہر آتا ہے۔ اس نے کہا۔ دیکھ پانی میں لعل ہے۔ اس سبب مدت سے میرا یہی حال ہے۔ لیکن ہاتھ نہیں آتا جب اس دانشمند نے اوپر نگاہ کی۔ تو حوض کے مدت سے میرا یہی حال ہے۔ لیکن ہاتھ نہیں آتا جب اس دانشمند نے اوپر نگاہ کی۔ تو حوض کے کنارے ایک درخت پر کسی جانور کا آشیانہ ہے۔ جسمیں لعل پڑا ہے۔ اس کا عکس پانی میں ہے۔ تو اس دانا نے کہا۔ یہ عکس ہے اگر تو تمام عمراس پانی میں غوطہ مارتا رہے۔ تو کبھی مطلوب کو نہ پاویگا۔ لیکن اس درخت کی راہ سے جا۔ کہ زود واصل مقصود ہو۔

پس ہر کس اسی طرح ظاہر صفات کے پانی میں عکس کی تلاش میں مست ہے۔ مگر دانا راہنما کے سوا خالی دست ہے۔ غرض بغیر راہنما کے ہرگز واصل خدا نہیں ہوتا۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے بہرحیلہ پیر کامل کا وسیلہ فرمایا ہے۔

قولہ تعالیٰ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ ڈرو اللہ سے اور پکڑو طرف اسکی وسیلہ یعنی راہنما۔

اور جو بعضے کہتے ہیں کہ ہر کس کا وسیلہ قرآن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو بجا ہے۔ مگر یہ رمز جدا و سمجھ کی خطا ہے۔ کیونکہ قرآن وہ مایہ ایمان ہے۔ کہ جس میں ظاہر و باطن کے راز دقیق و اسرار عمیق ہیں۔ جو سوا علم باطن کے اکثر حدیث و قرآن کا مطلب عیاں نہیں ہوتا۔ اسی سبب تو ایک ایک آیت کی بہت تفسیریں ہو گئیں جس لئے ایک امت کے چند گروہ ہو گئے۔ اس واسطے پیر کامل کا وسیلہ فرمایا۔ کہ ان کے ذریعہ سے میری کلام کا مقصد انجام کرو۔ کہ جس بنا سے معرفت خدا ہو۔ تب ہی تو ہمارے حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا- کہ جس کو پیر کی تلقین نہیں- وہ اہل دین بھی نہیں- چنانچہ حدیث لَا دِیْنَ لَہٗ لِمَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ یعنی نہیں ہے واسطے اس کے دین جس کا نہیں ہے پیر یعنی راہنما-

الغرض اسی واسطے پیر کامل کی بیعت ہونا سنت مانند فرض کے ہے- پس چاہئے کہ ہر فقیر اپنے پیر کے ادب و تعظیم میں ہمیشہ مقیم رہے- اور ہر امرو فرمان پر دل و جان سے اس طرح قربان ہو-

چنانچہ اسرار الاولیاءؒ میں نقل ہے- کہ ایک روز شیخ سنجری علیہ الرحمتہ نماز نوافل میں شاغل تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے آواز دی- شیخ علی فوراً نماز ترک کر کے پیر کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوئے' آپ نے فرمایا کہ بعد نماز کے جواب دینا تھا- اس نے عرض کی- یا حضرت میں اس نماز سے آپکی خدمت میں حاضر ہونا افضل جانتا ہوں- کیونکہ حدیث شریف میں دیکھا ہے-

کہ ایک وقت حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نماز نوافل میں تھے- کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی- انہوں نے بسبب نماز کے جواب نہ دیا- جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضرتؐ نے فرمایا- کہ تم نے آواز میرا نہیں سنا تھا- عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم نماز میں تھے- اس واسطے جواب نہیں دیا- آپؐ نے فرمایا- کہ تم کو اس نماز سے میرے پاس حاضر ہونا افضل تر تھا- پس طالب شوق غالب کو چاہئے - کہ پیر کامل کی فرمانبرداری و خدمت گذاری سے ظاہر و باطن میں کچھ دریغ نہ کرے- کیونکہ متابعت پیر کامل کی بعینہ متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے- حدیث قدسی قَالَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلْنَا الشَّیْخَ الْکَامِلَ نَافِعَ الْاِنْسَانِ کَمَا جَعَلْنَا النَّبِیَّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَجَعَلْنَا الشَّیْخَ النَّاقِصَ خَاسِرَ الْاِنْسَانِ کَمَا جَعَلْنَا الرَّجِیْمَ الشَّیْطٰنَ یعنی فرمایا ہے اللہ جل جلالہ ' نے کہ کیا ہے میں نے پیر کامل کو نفع پہنچانے والا آدمیوں کا جیسا کیا ہے نبی علیہ السلام کو' اور بنایا ہے پیر ناقص کو خراب کرنے والا بندوں کا جیسا کہ ہے شیطان مردود کو-

پس پیر کامل خاص پیغمبرؐ کے نائب ہیں- ان کا انکار خود پیغمبرؐ سے بیزار ہونا ہے- معاذ

اللہ۔

ذکرِ پیر ناقص

اور شیطانی پیر ناقص تدبیروہ' جو جاہل بے دین بے ارشاد و بے تلقین ہے جو علم ظاہر و باطن سے گمراہ و بدخواہ ہر کار شریعت سے انکار و بدعت میں ہشیار ہیں۔ پس ان تمام مکار بدکار کی صحبت اور متابعت سے رسول علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ حدیث مَنْ يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ لَمْ يَعْلَمْ مِنْ عِلْمِ النَّبِيِّ فَإِنَّمَا يَتَّبِعُ الشَّيْطَانَ فَمَاوٰهُ فِي النَّارِ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی متابعت کرے اس کسی کی جو نہیں جانتا علم نبی علیہ السلام کا۔ پس تحقیق اس نے متابعت کی شیطان کی۔ اور جو تابعدار شیطان کا ہوا۔ پس گھر اس کا دوزخ ہے۔

غرض جاہل پیر کی متابعت و خدمت سے دور ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی صحبت میں دوزخ معمور ہے۔

تاثرِ صحبت

پس اسی طرح اور بھی ہر غافل بدکار کی صحبت سے بیزار ہونا درکار ہے۔ کیونکہ ضرور ہر صحبت کی تاثیر دلپذیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث اَلصُّحْبَةُ تَتَأَثَّرُ یعنی صحبت تاثیر کرتی ہے۔

مشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر بزرگوں کی صحبت سال تک اثر کرتی ہے۔ بد صحبت کی ایک گھڑی بھر میں اتنی تاثیر ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نقل ہے۔ کہ ایک شخص ظالم ہمیشہ اپنے اہل خانہ میں فساد کرتا تھا۔ ایک روز کسی بزرگ کے ساتھ اسکی چند ساعت تک صحبت رہی۔ جب ظالم اپنے گھر میں گیا۔ تو اس روز اپنے سب اہل و مملوک سے باسلوک رہا۔ اور فقیر نے تمام اہل و خانہ زاد میں فساد کیا۔ کسی دانا نے طرفین کا یہ حال دیکھ کر بزرگ سے کہا۔ کہ حضرت یہ کیا ہے۔ فقیر نے فرمایا۔ کہ بھائی یہ صحبت کی تاثیر ہے۔ پس بد کی صحبت جلد اثر دکھا دیتی ہے۔ گو کیسا ہی نیک ہو۔ آپ جیسا بنا دیتی ہے۔

متابعتِ اولیاءؒ

اور اسی طرح ہر اولیاءؒ اللہ کی صحبت و محبت بھی اکثر خطا سے رہا کر دیتی ہے۔ اسی واسطے ہر نیک فقرا کی صحبت روا ہے۔ کیونکہ بد صحبت کے سبب دوزخ موجود ہے۔ اور نیک کی صحبت سے جنت مقصود ہے۔

چنانچہ حدیث حُبُّ الْفُقَرَاءِ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ یعنی فقیروں کی محبت بہشت کی کنجی ہے۔

اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حدیث قدسی مُطِیعُ الْکَامِلِ حَبِیْبِیْ یعنی متابعت کرنے والا کامل بزرگوں کا دوست میرا ہے۔

پس بزرگوں کی تابعداری میں کچھ شرک و خواری نہیں ہے۔ بلکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔

قولہ تعالیٰ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی متابعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسولؐ اور صاحب امر کی یعنی اولیاءؒ خدا جو خاص دین کے حاکم و پیشوا ہیں۔ چنانچہ یہ عالم دنیا کا نقل مطابق اصل کے ہے۔ جیسا بادشاہ دنیا کے امیر وزیر اور اہلکار وغیرہ ہیں۔ کہ جو کوئی موافق قانون کے حاکم و اہلکار کا تابعدار اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ وہ بادشاہی دربار تک قرب پاتا ہے۔ یہ نہیں کہ انکی فرمانبرداری کے سبب بادشاہ غضبناک ہو۔ بلکہ اس کے حکم کا بیفرمان عاق ہے۔ پس اسی طرح اس شہنشاہ کی بارگاہ کے سب اولیاءؒ اللہ درجہ بدرجہ دین نبویؐ کے اہلکار ہیں۔ اس واسطے ان کی تابعداری خاص خدا اور رسولؐ کی متابعت ہے۔ بلکہ اولیاؒ اللہ کے وسیلہ سے واصل باللہ ہوتا ہے۔ مگر یہ نہ ہو کہ اولیا ہی کو مانند خدا کل حاجت روا جانے۔

پس ہر کس کو چاہئے کہ محبت اللہ کے واسطے اولیاءؒ اللہ کی تابعداری و فرمانبرداری کرے۔ کیونکہ اولیا بہ معنی دوست خدا ہے۔

کراماتِ اولیاء اللہؒ

اور بھی کرامات اولیاءؒ اللہ کی حق ہے۔ کیونکہ یہ معجزات نبوت سے ہے۔ لیکن اتنا

فرق ہے کہ پیغمبرؐ کا معجزہ کہا جاتا ہے اور اولیاءؒ کامل سے کرامت۔ مگر کامل نہیں ہوتا۔ جب تک اپنے پیغمبرؐ کی تین باتوں کا عامل نہ ہو۔ قول و فعل اور حال میں اور بھی انبیاؑ کو کرامت کا اظہار واجب ہے' اور اولیاؒ کو چھپانا واجب ہے۔ غرض کرامات اولیاؒ کا منکر معجزات پیغمبرؐ کا منکر ہے۔ عیاذاً باللہ۔

اور جو علماء وغیرہ کو بعضے اولیاءؒ اللہ کے قول و فعل اور کرامات اکثر ظاہر شرع سے باہر معلوم ہوتے ہیں۔ تو یہ اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ وہ شریعت سے کبھی دور نہیں ہوتے۔ بلکہ فقیر روشن ضمیر تو کل ظاہر و باطن میں اسطرح بے نظیر و کامل تدبیر ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرد عورت بڑے خاندانی تھے۔ گردش زمانہ سے ذلیل ہو کر علیحدہ علیحدہ کسی ملک بیگانہ کو چلے گئے۔ دونوں کی ایک شہر میں اس طرح گزران ہوئی۔ کہ عورت کنجروں کے پاس رہی۔ اور مرد نے ایک مکتب میں تعلیم پانا شروع کیا۔ مگر ان کو ایک دوسرے کی کچھ خبر نہ تھی۔ جب مرد نے دیوان حافظ سے یہ بیت پڑھا

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

تو اس نے متعجب ہو کر استاد سے عرض کی۔ کہ حضرت یہ کلمہ صاف شریعت کے برخلاف ہے اگر اس کا مطلب فرمائیں۔ تب میں آگے پڑھونگا۔ وہ حضرت بڑے کامل ظاہر و باطن کے عامل تھے۔ فرمایا کہ اصلی راز اس کا بغیر علم باطن کے نہیں آتا۔ ہر چند وارددار کی مگر اس نے وہی اصرار کیا۔ تو آخر کار لاچار ہو کر استاد نے دو روپیہ اپنی گرہ سے دیکر فرمایا۔ کہ جا کسی کنچن سے مباشرت کر۔ پھر آکر پوچھنا۔ تو وہ جوان پھر متعجب و حیران ہو کر آخر اٹھ چلا۔ تو قدرت الٰہی سے ان کنجروں کے گھر آیا۔ جہاں اسکی عورت تھی۔ انہوں نے وہی اس کے حوالہ کی۔ جب دونوں ایک جگہ تنہا ہوئے۔ تو اس عصمت پناہ نے بہت عاجز ہو کر کہا۔ کہ جو تو نے قیمت دی ہے۔ وہ مجھ سے لیکر کسی اور کے پاس جا۔ کیونکہ آجتک پروردگار نے میرا شرم و ناموس رکھا ہے۔ تو بھی خدا سے ڈر۔ کہ میں کنچن نہیں۔ محض تقدیر کے زنجیر میں اسیر ہوں۔ القصہ عورت نے اپنا سب حسب و نسب بیان کیا۔ تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان کر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ جب مرد نے یہ سب گفتار آکر استاد

کو ظاہر کی۔ تو فرمایا۔ کہ اے شخص اس مخفی راز کے یہی معنے ہیں۔ کہ اگر تو ظاہر برائی جان کر میرا کہانہ مانتا۔ تو زود اس باطنی مقصود کو نہ پاتا۔

پس اولیاء اللہ" کی کرامات کا باغ بہت عجیب گلزار ہے کہ جس میں رنگ برنگ کی بہار بے شمار ہے۔ اگر تفصیل وار کرامات کا اظہار کیا جاوے۔ تو ایک دفتر تیار ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ مختصر پسند ہے۔ اس لئے زیادہ تحریر سے قلم بند ہے۔ آخیر قدرے یہ بھی تحریر ہے۔

چنانچہ حدیث شریف جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قوم بنی اسرائیل سے جریج نام ایک مرد فقیر عابد تھا۔ ہمیشہ عبادت خانہ میں رہتا تھا۔ اس کی عبادت اور بزرگی کی غیرت کے سبب اسکی قوم کے لوگوں سے ایک بدکار عورت خوبصورت نے کہا۔ کہ اگر تم چاہو' تو' تمہاری خاطر جریج کو بلا میں گرفتار کر دوں۔ تو وہ عورت جریج کے سامنے آئی۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ تو اس حجرہ کے پاس ایک اور شخص چرواہا رہتا تھا۔ عورت نے اس سے صحبت کی۔ اس کو حمل ہوا۔ جب وہ عورت جنی۔ تو اس نے کہا۔ یہ لڑکا جریج کا ہے۔ لوگوں نے اس کا عبادت خانہ گرا دیا۔ اور جریج کو اس سے نکال کر مارنے لگے۔ اس نے کہا۔ مجھ کو کیوں مارتے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تیرے نطفہ سے لڑکا جنی ہے۔ جریج نے کہا' وہ لڑکا کہاں ہے۔ لوگوں نے جب لڑکا حاضر کیا تو بعد نماز کے جریج نے کہا' اے لڑکے تیرا باپ کون ہے لڑکے نے کہا۔ فلانا چرواہا میرا باپ ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا پھر تو لوگ جریج پر اس طرح جھکے' کہ بہت چومنے چاٹنے لگے اور کہا کہ ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بناویں گے۔ جریج نے کہا۔ نہیں اسی طرح مٹی سے بنا دو۔ اور اس حدیث کے الفاظ اور بھی ہیں۔ لیکن اس جگہ مطلب لیکر مختصر کیا ہے۔

علیٰ ہذالقیاس قرآن شریف میں بھی اکثر گذشتہ کرامات کے مجمل اشارات ہیں۔ اور سرور کائناتؐ نے بھی اسی طرح سابقہ امتوں کی کرامات میں بہت سی احادیث فرمائی ہیں۔ پس یہ جگہ انصاف کی ہے۔ کہ اگر اس اعلیٰ امت میں کچھ کرامات نہیں ہے تو پھر ہمارے

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت کہاں رہی۔ بلکہ اس میں تو ظاہر ہمارے سلطان الانبیاؐ کی ہتک ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

پس اہل ایمان کو تو اتنا ہی بیان کافی ہے۔ اور بدگمان تو پیغمبروںؑ کے معجزات بھی دیکھ کر ایمان نہ لائے۔

بیعت کرنا عورت کا

سوال ۔ عورت کا بیعت کرنا بعضے اہل شرع جائز نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کو درجہ ولایت کا حاصل نہیں ہوتا۔

جواب۔ علم ظاہر و باطن کا ہر دو مرد و عورت مسلمان پر برابر فرض و فرمان ہے۔ چنانچہ حدیث اَلْعِلْمُ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ یعنی علم فرض ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر بلکہ عورت پر دو طرح کے فرض ہیں۔ ایک تو شوہر کی تابعداری دوسرا خدا و رسولؐ کی فرمانبرداری۔

حدیث اَلْاِمْرَأۃُ لَا تُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی لَا تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِھَا کُلَّہٗ وَلَوْ سَاَلَھَا وَھِیَ عَلٰی ظَھْرِ قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْہُ نَفْسَھَا یعنی عورت اللہ کا حق ادا نہیں کرتی۔ جب تک شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ یعنی لاکھ طرح کی عبادت و بندگی وغیرہ کرے۔ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ جب تک شوہر کی اطاعت نہ کریگی۔ کیونکہ شوہر سے روگردانی خدا کا غضب ہے۔

چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اِذَا بَاتَتِ الْاِمْرَأَۃُ فِرَاشَ زَوْجِھَا لَعَنَھَا الْمَلٰئِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ یعنی ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو عورت شوہر سے لڑکر رات کو جدا سوتی ہے۔ تو اس پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ پس شوہر کی بے فرمانی و ناشکری دوزخ کی نشانی ہے۔

چنانچہ حدیث رَأَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَاءَ فَقَالُوْا لِمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُفْرِھِنَّ قِیْلَ اَیَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ قَالَ یَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ اِنْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ یعنی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے اکثر عورتوں کو دوزخ میں دیکھا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ

کس وجہ سے یہ عورتیں زیادہ دوزخ میں جاویں گی۔ فرمایا۔ بسبب اپنے کفر کے۔ پھر عرض کیا۔ کہ اس سبب سے جو خدا کا کفر کرتی ہیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ کفران نعمت شوہر کا کرتی ہیں۔ اور ناشکریہ احسان کرنے والے کا کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ عورت کیساتھ تو ہمیشہ نیکی کرے پھر تجھ سے کچھ برائی دیکھیں۔ تو کہتی ہیں۔ کہ ہم نے تجھ سے کبھی نیکی نہیں دیکھی سوا بدی کے۔

پس اسی طرح عورتوں میں چند برائیاں ہیں۔ اگر ان کو چھوڑ دیویں۔ تو ضرور ولیہ ہو جاویں۔ جیسا اگر تمام عمر شوہر ان کو نعمت میں رکھے۔ ایک مرتبہ اپنی خواہش کے موافق نہ پاویں۔ تو کہتی ہیں کہ میں نے تیرے گھر میں کبھی راحت نہ پائی۔ پھر غیر عورتوں سے اکثر شوہر کی شکایت کرتی ہیں۔ اگر شوہر بہت دیوے۔ تو بھی کہتی ہیں۔ کہ ہم کو کیا دیا۔ کچھ نہیں۔ اور جب کچھ حاجت طلب کرتی ہیں۔ جبتک وہ نہ لیں۔ شوہر کو تنگ و خوار کرتی ہیں۔ اور اکثر ان مکار میں جھوٹ کی بھی عادت بسیار ہے۔ یہاں تک کہ اگر مرد عورت کو خواہش سے یکجائی کے واسطے بلاتا ہے۔ تو اکثر ناز سے جھوٹ کہتی ہیں۔ کہ مجھ کو فراغت نہیں۔ یا سر و کمر وغیرہ کو درد ہے' یا کہتی ہیں مجھ کو اس بات کی خواہش ہی نہیں۔ کہ جس انکار سے عورت نہایت گنہگار ہے۔ اور بعضی اولاد و شوہر کو گالیاں دیتی ہیں۔ اور اکثر پردہ کو اچھا نہیں جانتی ہیں۔ کہ جس کی قرآن مجید میں نہایت تاکید ہے۔

پردہ کرنا عورت کا

قولہ تعالیٰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ یعنی کہہ ایمان والی عورتوں کو کہ بند رکھیں اپنی آنکھیں جو نہ دیکھیں غیر محرم مردوں کو اور بچار کھیں آپ کو زنا سے اور نہ دکھلاویں سنگار اپنا یعنی لباس مگر جو کھل جائے اس میں جیسا کام کے وقت گھر میں اپنی ہتھیلیاں و پاؤں یا سنگار وغیرہ کچھ کھل جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور چاہئے کہ ڈال لیں چادریں اوپر اپنے اور نہ کھولیں اپنی زینت یعنی لباس وغیرہ مگر کھولیں اپنے شوہروں کے آگے یا اپنے باپوں کے سامنے غرض

جن سے نکاح روا نہیں۔ ان کے سوا ہر غیر محرم سے پردہ کرنا عین فرض ہے۔ بلکہ ناف کے نیچے سے زانو تک تو عورتوں کو بھی آپس میں حجاب کرنا ثواب ہے۔ سو اکثر عورتیں ان سب فرمان خدا سے روگردان ہیں۔ اور بعض پارچہ رنگدار و باریک جالی وغیرہ کو نہایت پسند کرتی ہیں۔ اور شادی وغیرہ میں عام تمام دکھلانے کے واسطے وہ زیور و لباس پہنتی ہیں جن کو محدّث فرماتے ہیں۔ کہ جس پارچہ سے بدن وغیرہ پر نظر پڑے، وہ بطور ننگے کے ہے۔ پس ہر کس مرد کو بھی چاہئے کہ ان سب غیر شرع کام بدعت انجام سے ان کو روکے۔ اور منع کرے، ورنہ دیوث ہے۔ کہ جس دیوث وغیرہ کے واسطے یہ حدیث مخصوص ہے۔

مذمتِ دیوث

حدیث ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِيْ يُقِرُّ فِيْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ۔ یعنی احمد اور نسائی سے روایت ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کی ہے ایک دائم الخمر۔ دوسرا ماں باپ کا بے فرمان یعنی (عاق)۔ تیسرا دیوث بے غیرت۔ جو روا رکھے اپنے اہل میں بے حیائی و ناپاکی کو۔

پس اسی واسطے ایک عورت کے سبب چار شخص قیامت کے دن پرسش میں گرفتار ہونگے۔ ایک شوہر دوسرا باپ تیسرا بیٹا چوتھا بھائی۔ جو اپنے اہل میں مسائل دین و نیک تلقین نہیں سکھلاتے۔ اور بعض عورتیں شوہر سے کچھ اجازت کی حاجت نہیں رکھتی ہیں۔ تو ان کے حق میں رسول علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:-

حدیث اَيُّمَا امْرَاَةٍ خَرَجَتْ عَنْ بَيْتِهَا بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا كَانَتْ سُخْطَ اللّٰهِ حَتّٰى تَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهَا اَوْ رَضِيَ عَنْهَا زَوْجُهَا یعنی جو عورت اپنے گھر سے بے اجازت شوہر کے نکلتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غصے میں رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے گھر پھر آوے۔ اور اس کا خاوند اس پر رضامند ہو جاوے۔ غرض شوہر کی خوشی و رضامندی کمال سعادتمندی ہے۔

چنانچہ حدیث قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ

تسرّ اِذَا انظَرَ وَ تُطِیعُہٗ اِذَا اَمَرَ وَ لَا تُخَالِفُہٗ فِی نَفسِھَا وَ لَا فِی مَالِھَا بِمَا یَکرَہُ، یعنی عرض کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کون عورت بہتر ہے۔ فرمایا وہ عورت جو خوش کرے اپنے خاوند کو جب دیکھے اس کو اور فرمانبرداری کرے اس کی۔ جو حکم کرے وہ نہ مخالفت کرے بیچ حق خاوند کے یعنی اپنی جان و مال وغیرہ سے کچھ خیانت نہ کرے۔

سو اکثر عورتوں کے اوصاف ان سب حدیثوں کے برخلاف ہیں۔ اور بھی انکے بہت سے کلام کفر انجام ہیں۔ جیسا کہ ماتم و مصیبت میں جزع و فزع سے نوحہ کرنا۔ یہ محض کفر کی علامت و گناہ کی شامت ہے۔

مذمتِ ماتم و نوحہ

چنانچہ حدیث عَن اَبِی ھُرَیرَۃ اِثنَانِ فِی النَّاسِ کُفرٌ اَلطَّعنُ فِی النَّسَبِ وَ النِّیَاحَۃُ عَلَی المَیِّتِ یعنی مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دو خوئیں لوگوں میں ایسی ہیں۔ جو ان کے حق میں کفر ہیں۔ ایک تو نسب میں عیب لگانا۔ دوسرا میت پر نوحہ کرنا۔ یعنے پٹینا اور وین کر کے رونا۔

اور جب آپس میں بیٹھتی ہیں۔ تو سوا دنیا کی حکایت اور مخلوق کی شکایت کے کوئی بات ہی نہیں کہتیں۔ بلکہ بہت جھوٹ بہتان اور غیبت وغیرہ کرتی ہیں۔ کہ جس غیبت کا زنا سے بڑھ کر گناہ ہے۔

مذمتِ غیبت

چنانچہ حدیث عَن اَبِی سَعِیدٍ اَلغِیبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا اِنَّ الرَّجُلَ یَزنِی فَیَتُوبُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ اِنَّ صَاحِبَ الغِیبَۃِ لَا یَغفِرُ اللّٰہُ حَتّٰی یَغفِرَ صَاحِبُہٗ یعنی بخاری میں ابو سعید سے روایت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ غیبت زنا سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ جو زنا کر کے پھر توبہ کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور غیبت کرنیوالے کا گناہ خدا ہرگز نہیں بخشتا جب تک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی ہے نہ بخشے۔

پس زنا سے غیبت بدتر بلا ہے۔ اور غیبت سے بہتان کا بڑا گناہ ہے۔

مذمتِ بہتان

چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ غیبت وہ ہے جو کسی کا پیٹھ پیچھے وہ عیب ظاہر کرے۔ جس سے اس کو رنج پہنچے۔ اور بہتان وہ ہے جو کسی کو وہ عیب لگائے جو اس میں نہ ہو۔

علیٰ ہٰذا القیاس اور بھی اسی طور تو ان میں کفار کی بدعتیں بے شمار ہیں۔ جیسا شادی وغیرہ میں یا اولاد کے سبب طرح طرح کی حرکلت واہیات بنا کر اکثر کفر کی رسم رسوم کرتی ہیں۔ جن کو بڑوں کی ریت وغیرہ کہتی ہیں۔

غرض جو عورتیں ان تمام خرابات سے بچ کر شوہر کی متابعت انجام کریں۔ تاکہ پروردگار کی یاد کا ارشاد پا کر خدا و رسالتؐ پناہ کے احکام میں مدام رہیں۔ اور سب محبت گھر بار مال اولاد سے آزاد ہو کر ایک محبت خدا میں شاد رہیں۔ تو ضرور ان کو بھی ولایت قاصرہ کے درجات حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن مجذوب سالک کی طرح ان سے دوسرے کو ارشاد و نفع نہیں پہنچ سکتا۔ خود اہل مراتب ہو جاتی ہیں۔ اسواسطے نیک عورت طالب خدا کا بیعت کرنا روا ہے۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو۔ کہ جس وقت جو آویں عورتیں مومن واسطے بیعت کے پس قبول کر بیعت ان کی واسطے اس بات کے نہ شریک کریں ساتھ خدا تعالیٰ کے کسی چیز کو اور نہ چوری کریں۔ اور نہ زنا کریں۔ اور نہ قتل کریں اولاد اپنی کو اور نہ بہتان کریں۔ اور نہ بے فرمانی کریں امر معروف میں پس بیعت کر تو ان کو اور طلب استغفار کر واسطے ان کے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ پس ہر کس مرد و عورت کو ہر حیلہ پیر کامل کا وسیلہ خاص مقبول سنت رسولؐ ہے۔

فصل ۲

در عقائدِ اسلام یعنے فضیلتِ صحابہ کرامؓ و محبتِ

اہل بیت علیہم السلام

سوال ۔ بعضے فقراء تین خلفاءؓ کی فضیلت میں فرق پاکر ایک حضرت علی المرتضیٰ کی ثنا کرتے ہیں۔ لیکن یہ صاف شریعت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ خلافت میں ہر چہار برابر یار ہیں۔ بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ درجہ اول مقبول ہیں۔ یہ کہ اول خلیفہ رسولؐ ہیں اور جناب امیرؓ کی تو خلافت بھی اخیر ہے۔

جواب ۔ تمام اہل سنّت صوفیہ کرامؒ کا عقیدہ ہے۔ کہ سب امتوں سے ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت افضل ہے اور اس میں سے حضرتؐ کے اصحابؓ اعلیٰ تر ہیں۔ پھر ان میں سے وہ اصحابؓ افضل ہیں۔ جنہوں نے بیعت الرضوان میں حضرتؐ کیساتھ بیعت کی۔ وہ ایک ہزار چار سو مرد ہیں۔ جن سب کا شان اور بہشتی ہونا قرآن میں عیاں ہے۔ اور ان سے افضل بدر والے اصحابؓ ہیں۔ وہ تین سو تیرہ ہیں۔ جن کو خدا اور رسالتؐ پناہ نے قطعی بہشتی فرمایا ہے۔ اور ان سب سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں۔ جن کے واسطے حضرت محمدؐ علیہ السلام نے خاص بہشت کی گواہی دی ہے۔ وہ یہ دس ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت سعیدؓ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح ہیں۔

فضیلتِ خلفاء کرام رضی اللہ عنہم

پھر ان سب میں افضل چہار خلفائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پس ثابت ہوا۔ کہ پیغمبروںؑ کے بعد کل مخلوق سے اعلیٰ شان یہ چہارؓ یار ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ و

علیؓ ناطق القرآن کہ یہ خاص دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارکان ہیں۔

ابیات

چونکہ ہر اشیا کے عنصر چار ہیں — اس طرح امت کے عنصر یارؓ ہیں
گر نہ کرتا کوئی عنصر میں قصور — امت نبویؐ میں کیوں آتا فتور

پس یہ چہار یارؓ خاص دربار نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے گلزار ہیں۔ اور ان کے منکر بدکار بطور خار نار کے سزاوار ہیں۔

شانِ علی کرم اللہ وجہہ

اور حضرت امیرؓ کی خلافت اخیر ہے۔ سو یہ اس قادر قدیر کی ایک مخفی راز تدبیر ہے۔ جیسا کہ سب پیغمبروںؑ و نبیوںؑ سے اخیر ہمارے پیغمبرؐ خاتم النبیین ہیں۔ اور فضیلت میں ہر پیغمبرؑ سے اعلیٰ تر ہیں۔ یا جس طرح توریت۔ زبور و انجیل سے آخیر قرآن شریف آیا ہے۔ درجہ ہر کتاب اللہ سے اعلیٰ تر پایا ہے۔ پس جناب امیرؓ کی خلافت آخیر ہونے میں کوئی خطا نہیں۔ بلکہ اس میں تو ان کا رتبہ افزا ہے۔

چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ حدیث عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے علیؓ مرتضیٰ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہے۔ جیسا ہارونؑ کا رتبہ موسیٰؑ کے نزدیک مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔

حدیث قَالَ النَّبِیُّ اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ یعنی فرمایا حضور نبی علیہ السلام نے کہ میرا و علیؓ کا نور ایک ہے۔

اور فرمایا کہ اے علیؓ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ میں علم کا شہر ہوں۔ علیؓ دروازہ ہے۔ اور میرا و علیؓ کا گوشت و جسم۔ دم و روح ایک ہے۔

سبحان اللہ خدا اور رسالت پناہؐ کی بارگاہ میں علیؓ مرتضٰی کا کیا عمدہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔ قلم خام کو کیا طاقت کہ تمام جلوہ مرتضویؓ ارقام کر سکے۔

شانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور بھی اسی طور تو ہر اصحاب کبارؓ کی فضیلت میں احادیث بسیار ہیں۔ جو اجگہ طول کے سبب منقول نہیں کیں۔ جیسا عام تمام کیواسطے بھی یہ حدیث ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ وَاِنْ اَنْتُمْ تَعَوَیْتُمْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ میرے اصحابؓ مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کی پیروی کرو گے راہ پاؤ گے۔ اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو گے۔

اور بھی اپنے صحابہؓ کا شان حضرتؐ نے اس طرح تسمیہ بیان فرمایا ہے۔ حدیث "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ"
یعنی مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ نہ بد کہو میرے اصحابؓ کو اور نہ بد کہو میرے اصحابؓ کو۔ پس قسم ہے اس ذات پاک کی۔ کہ جسکے قابو میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا احد پہاڑ کی برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے۔ تو انکے تین پاؤ کے برابر بھی ثواب نہ ملے۔ اور نہ ان کے آدھے کے برابر۔
پس معلوم ہوا۔ کہ اگر کوئی بہت عبادت و سخاوت کرے۔ تو بھی اس کو حضرتؐ کے ایک اصحابؓ ادنی کے برابر رتبہ و ثواب نہیں ملتا۔ تو پھر حضرتؐ کے اصحابؓ کا بدگو خراب و لائق عذاب کیوں نہ ہو۔ کیونکہ وہ تو مقبول اصحابؓ رسولؐ ہیں۔

مذمتِ لعنت

مگر کسی عام مسلمان کا نام لیکر بھی لعنت وغیرہ کرنا تمام شرع میں ناروا بلکہ خطا ہے کہ جس بات کی بابت بہت احادیث گواہ ہیں۔
حدیث عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءِ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
یعنی مسلم میں حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اکثر لعنت

کرنیوالے قیامت کے دن نہ گواہوں میں ہونگے نہ سفارش کرنیوالوں میں یعنی لعنت کی عادت والا نہایت فاسق و گنہگار ہے۔ اسواسطے اس فاسق کی گواہی بے اعتبار ہے اور سفارش کو رحمت درکار ہے۔ سو لعنت سے رحمت بیزار ہے'

اور جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لعنت ہے اللہ کی شیطان و کافر و جھوٹے پر۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ ان پر لعنت ہے میری اور میرے سب فرشتوں اور آدمیوں کی۔ سو خدا تعالیٰ نے کسی جگہ یہ ہم کو صیغہ امر کا نہیں فرمایا۔ کہ اے فرشتو اور آدمیو تم ہمیشہ لعنت کا وظائف کرو۔ معاذ اللہ مگر اس ارشاد کی یہ مراد ہے کہ ہر کس میری لعنت سے ڈر کر تمام کام لعنت انجام سے خود باز آوے۔

غرض اپنی عبرت کے واسطے ہر انسان خدا اور رسالتؐ پناہ کے دشمن و بے فرمان کو لائق لعنت تصور کرے۔

بلکہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر طرح انسان مسلمان زبان کو بد کلام کفر انجام سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ حدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِذَا کَفَّرَ الرَّجُلُ اَخَاہُ فَقَدْ جَاءَ بِھَا اِلٰی اَحَدِھِمَا مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے' حضرتؐ نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہا۔ تو وہ بات دونوں میں کسی پر ضرور پلٹ پڑتی ہے۔ یعنی اگر وہ کافر ہے تو بجا ہوا۔ ورنہ کہنے والا خود کافر ہوا۔

پس نام لیکر تو اتنا بھی کہنا منع ہے کہ فلانا لعنتی یا بے ایمان جھوٹا زانی بدکار وغیرہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ اسطرح نہیں تو کہنے والا خود ہوتا ہے۔

پس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و اقوال دوز۱۲دہ امام و تمام کلام اولیاءؒ اللہ کی بھی موجود ہے۔ کہ جس میں مسلمان پر لعنت کرنے کا کسی امامؑ یا اولیاءؒ کرام کا کوئی فعل و فرمان ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فعل تو مخالفوں کا ظاہر ہے کہ چہار خلفاءؓ کے بعد زمانہ مروانیوں میں منافقوں نے اہل بیت علیہ السلام پر چوراسی برس تبرہ کیا تھا۔ نعوذ باللہ منہا۔ پس اس فعل کے فاعل وہی مروان اور شیطان کے بھائی ہیں۔

نقل ہے کہ ایک فقیر کے روبرو کسی نے اصحابؓ پر تبرہ کیا۔ فقیر نے فرمایا کہ بھائی شیطان کہاں تک آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ بولا کہ موت تک۔ پھر فقیر نے یہ نظیر

فرمائی۔ کہ تم تو شیطان کے بڑے اخوان ہوئے۔ جو موت کے بعد بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ پس اس مکر آمادہ سے تمہارا خوف زیادہ چاہئے۔

غرض حضرتؐ کا فرمان ہے۔ کہ سب مسلمان اہل ایمان زبان کو ہر طرح کی بد کلام سے بچاکر اہل اسلام سے سلوک و نیک انجام رکھیں۔

چنانچہ حدیث عَنْ عَائِشَةَ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ مقرر سب آدمیوں سے بدتر خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ آدمی ہے۔ جس کا دنیا میں لوگ ملنا چھوڑ دیں۔ اسکی زبان درازی و بد کلامی کے سبب سے۔

اور لعنت میں یہ بھی خیانت ہے کہ اسکی کثرت سے اکثر دل سخت و سیاہ ہو جاتا ہے کہ جسکے سبب خدا اور رسولؐ بھول جاتا ہے۔ کیونکہ لعنت بازی و زبان درازی سے تو صرف اپنا نفس راضی ہوتا ہے۔ اور خلق و سلوک سے مالک و مملوک خوش ہوتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر انسان دل و زبان کو سب بات واہیات سے بچاکر محض ذکر خدا میں ہمیشہ مبتلا رکھے۔

محبتِ اہل بیتؑ

اور بھی محبت اہل بیت محمدؐ مصطفیٰ کی ہم پر واجب الادا ہے۔ اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ خاندان ہمارا رہنما ہے۔ اس لئے اپنی اہلبیتؑ کی محبت و پیار کے واسطے سید ابرار احمدؐ مختار نے اس طرح فرمایا ہے۔ روایت کی ہے ترمذی میں کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین علیہما السلام کو اٹھا لیا۔ اور یہ فرمایا حدیث فَقَالَ لَقَدْ اَحَبَّنِیْ اَحَبَّ هٰذَيْنِ وَ اَبَاهُمَا وَ اُمَّهُمَا كَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو مجھ کو دوست رکھیگا۔ ان دونوں کو دوست رکھیگا۔ اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے گا۔ تو وہ شخص میرے ساتھ ہو گا۔ روز قیامت میں۔

اور روایت عبداللہؓ بن عباس سے ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا حدیث مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ

حَبَّنِي وَ مَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِی یعنی جس نے محبت رکھی۔ حسنینؓ سے تو اس نے محبت رکھی مجھ سے اور جس نے عداوت رکھی۔ ان سے بیشک اس نے دشمنی رکھی مجھ سے حدیث مَثَلُ اَهْلُبَیْتِي كَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْح عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ رَكَبَ فِیْهَا فَقَدْ نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا فَقَدْ غَرَقَ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مثال میری اہلبیتؓ کی مانند کشتی نوح علیہ السلام کی ہے۔ پس جو کوئی سوار ہوتا ہے اسمیں خلاصی پاتا ہے۔ اور جو اس پر سوار نہ ہوا۔ تحقیق وہ غرق ہوا۔ کہ کشتی سے مراد اہلبیت کی محبت یعنی پیروی کرنا ہے اور اہلبیتؓ کا معنی سب اہل خانہ ہیں۔ لیکن حدیث شریف میں اکثر ان کی تعریف ہے۔ چنانچہ حدیث عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِي عَلِیًّا وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی مسلم میں سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ الٰہی یہ میرے اہلبیت ہیں۔ یعنی علی مرتضیٰ و فاطمۃ الزہرا اور حسن و حسین علیہم السلام حدیث عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُحِبُّهُمَا یَعْنِي اَلْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بخاری میں اسامہؓ بن زید سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ الٰہی میں دوست رکھتا ہوں۔ حسنؓ و حسینؓ کو، تو بھی دوست رکھ ان کو۔

پس اس تمام کلام سے یقین ہوا کہ محبت اہلبیتؓ کرامؓ کی خاص محبت رسول علیہ السلام کی ہے۔ اور محبت مصطفیٰؐ بعینہ محبت ذات کبریا ہے۔ اور اسی طرح دشمن اہلبیتؓ کا بھی دشمن خدا کا ہے۔ اسواسطے محبت اہل بیتؓ کی ہم پر فرض ہوئی۔ لیکن یہ محبت ان چہار ارکان سے روا ہے۔ ورنہ بدعت و خطا ہے۔

ارکانِ محبتِ اہل بیتؓ

رکن اول اہلبیتؓ اطہر کو فضیلت میں ہر سے اعلیٰ تر جانے۔ کیونکہ اپنے دوست جیسا کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ رکن دوم اہل بیت مصطفیٰؐ کی صفت و ثنا میں بندہ ہر وقت جلا رہے۔ کیونکہ ہر شریف ہمیشہ اپنے دوست کی تعریف میں رہتا ہے۔ رکن سوم دوست کی فرمانبرداری اور اسکی راہ پر چلنا یعنی ان کے ہر قول اور فعل کا پیرو و مرتکب ہونا۔ تب

سچا حب دار ہے۔ ورنہ جھوٹوں میں شمار ہے۔

سو خود اہل بیت کا فعل یہ تھا کہ ہر وقت سجود الٰہی میں اپنا تمام وجود اسقدر مستغرق کیا۔ کہ سواطے محبت پروردگار کے کوئی اور اذکار نہ تھا۔ نقل ہے کہ جب حسین علیہ السلام لڑکے تھے تو ایک روز کھیلتے ہوئے اپنے باپ جناب امیرؑ کے پاس آئے۔ آپؑ پیار کرنے لگے۔ تو عرض کیا۔ کہ قبلہ کچھ آپکی محبت ہمارے ساتھ بھی ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ کہ تم فرزند رسولؐ و جگر گوشہ بتولؑ اور میرے دلبند ہو۔ تم سے اور کون چیز عزیز ہے۔ تو پھر امامؑ نے کہا۔ قبلہ کچھ آپؑ کی محبت خدا کے ساتھ بھی ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا الحمدللہ تمام اہل اسلام پر خدا تعالیٰ کی محبت ہر فرض سے مقدم تر ہے۔ یہ کیا بات ہے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ تو پھر امام علیہ السلام متکلم ہوئے کہ حضرت میں متعجب ہوں کہ دل آپکا ایک ہے سو ایک وجود میں دو محبتوں کا وجود ہونا ممکن نہیں۔ مگر مجھکو یقین ہے کہ جو دل کی محبت ہے وہ تو آپ کی خدا کی ذات پر مخصوص ہے۔ باقی ہم پر حضور کی پدری شفقت بدستور ہے۔ امام علی علیہ السلام نے یہ کلام حیرت انجام سن کر فرمایا۔ سبحان اللہ یہ آل رسولؐ کی تاثیر ہے۔ جو عمر صغیر میں اس قدر تقریر وحدت پذیر ہے۔

غرض اہلبیتؑ مصطفیٰؐ کا یہاں تک تو کوئی فعل سوا محبت خدا کے نہ تھا۔ اور اقوال کا یہ حال تھا کہ ہر کس کو دین کا پیرو کرانا و محبت الٰہی میں تلقین فرمانا۔ پس اس طرح جو اہلبیتؑ کے ہر قول و فعل کا عامل ہے۔ وہ انکی محبت میں کامل ہے۔ نہیں تو نام کا محب ہو کر بدعت و ریا کی بلا میں شامل ہے۔ رکن چہارم محبت کا یہ ہے کہ اہل بیتؑ کی مصیبت کے سبب غم و درد سے دل سرو نہ ہو۔ کیونکہ دوست کا غم و رنج ضرور دوست کو پہنچتا ہے۔ اس واسطے ہمیشہ گریہ و زاری میں چشم جاری رہے۔ کہ وہ حسینؑ فرزند رسولؐ دلبند بتولؑ طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر محض دین کی خاطر راہ خدا میں بیکنا۔ مقتول ہوئے۔ کہ جس غم و الم میں خود رسولؐ مقبول بھی حال ملول سے اس طرح روئے کہ جن کی گفتار سے قلم کو عار ہے۔ چنانچہ سر الشہادتین وغیرہ سے منقول ہے۔

حدیث وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ ذَاتَ یَوْمٍ نِصْفَ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِیَدِهٖ قَارُوْرَةٌ

بِهِمَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَیْنِ وَ اَصْحَابِهِ التَقِطَهُ مُنْذُ الْیَوْمِ فَاُحْصِیَ ذَالِکَ الْوَقْتَ فَوَجَدْتُ قَدْ قُتِلَ ذَالِکَ الْیَوْمَ یعنی روایت کی احمد اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ایک دن دوپہر کو حضرتؐ کے بال مبارک خاک آلود ہیں اور ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون بھرا ہے۔ میں نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ یہ کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ یہ خون ہے میرے فرزند حسینؑ اور اسکے یاروںؓ کا کہ میں اٹھاتا پھرتا ہوں اسی خون کو آج صبح سے۔ پس راوی کہتا ہے کہ میں نے یاد رکھا اسوقت کو کہ پھر مجھ کو خبر پہنچی۔ کہ حسین علیہ السلام شہید ہوئے اسی دن۔ حدیث وَ اَخْرَجَ الْحَاکِمُ وَالْبَیْهَقِیُّ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَنَامِ وَ عَلٰی رَاْسِهٖ وَ لِحْیَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِؓ اٰنِفًا روایت کی حاکم اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے' کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کہ حضرتؐ کا سر و ریش مبارک گرد آلود ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا حال ہے یا رسولؐ اللہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں اسوقت گیا تھا اپنے فرزند حسینؓ کی مقتل گاہ پر یعنی ابھی کربلا سے آتا ہوں۔ حدیث اَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ بَقْرَةِ الْاَزْدِیَّةِ قَالَتْ لَمَّا قُتِلَ الْحُسَیْنُؓ اُمْطِرَتِ السَّمَاءُ دَمًا روایت کی بیہقی اور ابو نعیم نے بقرا زدیہ سے کہ جب شہید ہوئے حضرت حسین علیہ السلام برسا آسمان سے خون۔ حدیث وَ اَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ عَنْ اُمِّ حَبَّانَ قَالَتْ یَوْمَ قُتِلَ الْحُسَیْنُؓ اَظْلَمَتْ عَلَیْنَا ثَلٰثًا لَمَّا یُقْلَبُ حَجَرُ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ فَوُجِدَ تَحْتَهٗ دَمٌ عَبِیْطٌ یعنی روایت کی بیہقی نے ام حبان سے کہ جس دن شہید ہوئے حسین علیہ السلام اندھیرا رہا ہم پر تین دن۔ جب پتھر بیت المقدس کا اٹھایا تو نکلا اس کے نیچے سے خون تازہ!

روایت وَ اَخْرَجَ اَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْجَانَّ تَنُوْحُ عَلَی الْحُسَیْنِؓ روایت کی ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے۔ اس نے کہا کہ سنا میں نے جنوں کو روتے تھے مصیبت حسین علیہ السلام پر۔

غرض جس مصیبت و غم میں تمام فرشتے جن و حیوان اور درخت پتھر و آسمان بجائے

آنسوؤں کے خون روئے۔ اور جس غم و الم میں رسول مقبولؐ بھی سر کھلے خاک آلود ہوئے۔ پھر صد حیف اس انسان پر جو اس مصیبت و غم سے روگردان ہے۔ لیکن اس مصیبت کا سننا بھی ثواب ہے۔ جو صحیح واقعہ معتبر کتابوں میں درج ہے۔

ردِّ روافض

اور جھوٹے مرثیات و روایات کا سننا ثواب تو کیا عاقبت خراب ہے۔ کیونکہ جو اہلبیت علیہم السلام نے کام نہیں کیا اور نہیں کہا' وہ تو ناحق انکے ذمہ تہمت اور بہتان لگانا ہے۔ کہ جس سے تو اپنا الٹا ایمان گنواتا ہے۔ اور ثواب بھی وہ مستجاب ہے کہ جس میں کوئی فرض خدا و سنت مصطفیؐ ترک و قضا نہ ہو' ورنہ ثواب کیا الٹا عذاب ہے۔

اور جو شاید حدیث میں ہے کہ عشرہ محرم کو غسل کرنا و نو پوشاک بدلنا اور سرمہ وغیرہ لگانا ثواب ہے۔ سو اس میں شرط ہے۔ اگر ثواب کی خاطر اس حدیث کا ارتکاب کرے تو خطا نہیں۔ ورنہ اس ماتم کے مقابل تو ناروا بلکہ خطا ہے۔ کیونکہ اول تو اس حدیث کی صحت میں شک ہے اگر حدیث ہے تو حضرتؐ نے اسوقت فرمایا تھا کہ جب پہلے ابتدا سے یہ دن عید کا تھا۔ جب بعد شہادت حسین علیہ السلام کے عید موقوف ہوئی۔ تو یہ حدیث بھی منسوخ ہوئی۔ دوم ایک حدیث قولی اور ایک فعلی ہے۔ سو اکثر علماء کے نزدیک قولی سے فعلی مقدم تر و معتبر ہے۔ سو فعلی احادیث متذکرہ بالا سے ثابت ہے کہ عشرہ کے دن تو خود سرور کونینؐ اپنے فرزند حسینؓ کی شہادت پر اسقدر روئے کہ سر کھلے خاک آلود ہوئے۔ سو کجا حال ملول سے غم و الم میں رونا اور کجا عیش و عشرت میں نہانا' اور سرمہ وغیرہ لگانا غرض آیات کیطرح یہ احادیث ناسخ و منسوخ ہیں۔ مگر جس کو شک ہو کہ یہ احادیث عالم خواب کی ہیں۔ سو صحیح بخاری و مسلم میں بہت حدیثیں ہیں۔ جو حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اس نے صحیح سچ دیکھا۔ اس واسطے کہ شیطان میری صورت پکڑ نہیں سکتا۔ پس سوائے ان چہار ارکان بیان شدہ کے باقی محبت واہی تباہی خاص بدعت و گمراہی ہے۔

ردِّ خوارج

اور بعضے اہلبیتؑ کی محبت و فرمانبرداری کو بھی شرک کہتے ہیں۔ تو اس میں بھی خود عقل کا فتور اور فہم کا قصور ہے۔ کیونکہ وسیلہ و راہنما کے سوا تو کوئی واصل خدا نہیں ہوا۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب و پیغمبرؐ اور امامؑ اولیاء کرامؒ کو وسیلہ فرمایا ہے۔ اور حضرتؐ نے بھی فرمایا۔ کہ میں خدا کی راہ پر دو نشانیاں عمدہ اپنی امت میں چھوڑ چلا ہوں۔ ایک خدا کا کلام۔ دوسرا اپنی اہل بیت علیہم السلام یعنی جو ان کے ہر فعل و فرمان کی متابعت و پیروی کریگا۔ وہی نجات پاویگا۔ تو خود اہل بیت کا قول و فعل تو صرف خدا کی محبت و عبادت تھی' دیکھو انہوں نے عبادت کا کام بھی ایسا اختتام کیا۔ کہ آخر سجدہ میں سر دیا۔ پھر فرمایا۔ کہ الٰہی تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا۔ اور اسی طرح مخلوق کو بھی ہمیشہ احکام الٰہی سناتے۔ اور منبروں پر یہی وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ نہ کہ معاذ اللہ لعن و تبرا وغیرہ کرتے تھے۔

پس جو ان کے قول و فعل کا پیرو ہے۔ وہ ان کا دوست ہے۔ پھر ان کا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور ان کے قول و فعل کے برعکس اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر انکی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ جھوٹے ان کی محبت سے جدا محض بدعت و شرک میں مبتلا ہیں۔

حقیقی محبتِ اہل بیتؑ

غرض اہلبیتؓ کی محبت اسواسطے فرض ہے کہ اس خاندان کو اپنا راہنما جان۔ انکے ہر فعل و فرمان پر عاملؑ ہو کر محبت الٰہی میں کامل ہو۔ یہ نہیں کہ احکام خدا کا بیفرمان ہو۔ اور اہل بیت کے قول و فعل سے روگردان ہو۔ محض مرثیہ و تبرہ اصول دین جانکر واہی تباہی بکنے سے آپکو مومن و محب اہلبیتؓ کہلائے۔ پس اگر انصاف ہے تو یہ محبت محض اہل بیت کے برخلاف ہے۔

لیکن دوستی اہل بیت سے یہ مراد ہے کہ ان کے ہر اعمال کی استعمال سے محبت الٰہی کمال ہو۔ اسواسطے محبت اہلبیتؑ کی شرط ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت مشروط ہے۔ اگر بندہ شرط کا مرتکب ہوا۔ اور مشروط کے حقوق ادا نہ کرے' تو وہ مشرک ہے' اور اگر شرط کو

ترک کر کے مشروط پر عامل ہو۔ تو وہ بھی کامل نہ ہو گا چنانچہ وضو شرط ہے اور نماز مشروط ہے۔ اگر وضو کرے اور نماز نہ پڑھے۔ تو وہ ظاہر مشرک ہے۔ گویا وضو ریا کا کیا نہ کہ خدا کا۔ اور اگر بغیر وضو نماز پڑھے' تو وہ مجہول ہے۔ مقبول نہیں۔ لیکن وہ بندہ عامل و کامل ہے جو ہر دو شرط و مشروط میں شامل ہے۔ رباعی

محبت فرض جانو پنجتنؑ کی — کہ ہے یہ دافع رنج و محن کی
مگر یہ دوستی بھی تب روا ہے — جب اس میں ہو محبت ذوالمنن کی

اوصافِ مومن

اور بھی مومن و منافق کے درمیان عملوں کا نشان ہے۔ جیسا کام ویسا ہی امر ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہر ایک مومن اور منافق کا اپنے قرآن میں اسطرح مفصل بیان فرماتا ہے:۔

قولہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ یعنی ایمان والے وہ ہیں۔ کہ جب آوے نام اللہ کا تو ڈر جاویں دل ان کے اور جب پڑھی جاوے ان کے پاس میری کلام یعنی قرآن تو زیادہ آوے ان کو ایمان اور اپنے رب پر متوکل ہیں۔

پس بڑا نشان ایمان کا یہ ہے کہ جب مومن نام اللہ کا سنتے ہیں۔ تو محبت سے دل ان کے تحرک میں آ جاتے ہیں۔ یعنی انکے نزدیک کوئی اور چیز خدا سے عزیز نہیں ہے۔ اور عاشق ایسے کہ جتنا زیادہ انکے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ انکو ایمان آتا ہے۔ اور بھی مسلمان اہل ایمان جو ہر بدعت وغیرہ سے پشیمان ہو۔ محض فرمان الٰہی پر ایمان ہو۔

پس ایماندار مومن پرہیزگار وہ ہیں۔ جو سب غیر بات واہیات ہر حجت و فساد سے آزاد ہیں۔ اور ہمیشہ خوف و ذکر الٰہی میں شاد ہیں۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْ

نَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْمَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذَالِکَ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْعَادُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمَانٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ

یعنی مقصد کو پہنچے ایمان والے وہ جو خاص دل سے نماز ادا کرتے ہیں' اور مومن وہ جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے (یعنی سوا ذکر خدا تمام کھیل و تماشہ کو حرام جان کر بیفائدہ واہی تباہی نہیں بکتے) اور وہ جو زکوۃ دیتے ہیں- اور جو اپنی شہوت کو روکتے ہیں- (یعنی اپنے فرجوں کو حرام سے بچاتے ہیں) مگر اپنی عورتوں یا اپنے ہاتھ کے مال پر' سو ان پر نہیں گناہ پھر جو ان کے سوا ہیں (یعنی ایک منکوحہ عورت دوسری لونڈی خرید شدہ ان دونوں کے سوا جو کوئی اور طور روا جانے) تو وہ بے فرمان حدوں کے توڑنے والے ہیں- اور وہ ایماندار ہیں- جو نہ امانت میں خیانت اور نہ وعدہ خلاف کرتے ہیں' اور اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں' وہی لوگ وارث جنت کے ہیں-

قولہ تعالیٰ اُوْلٰئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ

یعنی وہ لوگ پاویں گے اپنا اجر دوہرا- جو صبر کرتے ہیں (یعنی ہر رنج و بلا میں راضی بہ رضا ہیں) اور برائی کے مقابل بھلائی کا جواب دیتے ہیں (یعنی کوئی برا کہے تو وہ بھلا کہتے ہیں اور ہرگز زبان پر بد کلام نہیں لاتے) اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں- جب سنتے ہیں کوئی نکمی بات اس سے کنارہ کرتے ہیں- (یعنی بجز ذکر پروردگار کے بیہودہ گفتار ہر جھگڑے وغیرہ سے بیزار رہتے ہیں-)

قولہ تعالیٰ اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی توبہ کرنے والے و بندگی کرنے والے و شکر کرنے والے اللہ کی نعمتوں کا اور بے تعلق رہنے والے اور رکوع کرنے والے اور حکم کرنیوالے نیک بات کا و منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنے والے تمام احکام الٰہی پر (یعنی قائم ہیں شرع کی حدوں پر) خوشخبری سنا اے میرے حبیبؐ ان ایمان والوں کو-

پس جن کے وجود میں یہ صفتیں موجود ہیں۔ وہ مومن ہیں۔ جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن میرے ایسے عاشق ہیں کہ مجھ سے عزیز کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ ہر وقت میرے ذکر و سجود میں موجود ہیں۔ واہی تباہی نہیں بکتے۔ کوئی برا کہے تو بھلا کہتے ہیں۔

پھر جو اس کے برعکس بے نماز ہو۔ زبان دراز ہو۔ تبرہ باز ہو۔ شریعت کے برخلاف ہو۔ نماز معاف ہو۔ زبان پر لاف ہو۔ پھر مومن کہلانا کونسا انصاف ہے۔ بلکہ یہ تو تمام منافقی کام ہیں۔ جیسا کہ بدکار عبادت الٰہی سے بیزار ہیں۔ اوروں کے اذکار میں ہوشیار ہیں تو وہ منافق گمراہ ایمان سے جدا ہیں۔

علاماتِ منافق

چنانچہ قولہ تعالیٰ وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ یعنی جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا۔ تو رک جاتے ہیں دل ان لوگوں کے جو نہیں ایمان لاتے آخرت کا۔ اور جب ذکر ہوتا ہے سوا خدا تعالیٰ کے اور لوگوں کا تو خوش ہوتے ہیں اس میں۔

دیگر قولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ یعنی لوگ ہیں جو پکڑتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو دوست ان کی محبت رکھتے ہیں۔ جیسے محبت اللہ کی۔ اور ایمان والوں کو تو ان سے زیادہ محبت ہے اللہ کی۔

اور بھی جیسا نص و حدیث میں شک و اعتراض کرتے ہیں اور شاعروں کی کلام کو حق جان کر اس پر ناز کرتے ہیں۔ پھر ان کی باتیں جاہلوں کو سنا کر راہ حق سے گمراہ کرتے ہیں۔ تو وہ بے یقین منافق بے دین ہیں۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ۰

یعنی شاعروں کی بات پر وہی چلتے ہیں جو بے راہ ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ وہ ہر میدان میں سرگرداں پھرتے ہیں (یعنی سوا ذکر خدا اوروں کی ہجو ثنا میں بیفائدہ مغز مارتے ہیں) اور وہ

بات کہتے ہیں جو وہ نہیں کرتے (یعنی شاعر لوگوں کو وہ نسبت دیتے ہیں جو وہ ان میں نہ ہو) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور کام کئے نیک' اور ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بہت۔

پس محبت کبریا و ذکر خدا کے سوا تو شعر کرنا و پڑھنا اور سننا بھی خطا ہے۔ کیونکہ اکثر شاعروں کی بات واہیات ہوتی ہے۔ کہ جس میں کسی کی شکایت یا کسی شریف کی حد سے بڑھ کر تعریف کرتے ہیں یا کسی کو وہ نسبت لگاتے ہیں۔ جو اس میں نہیں ہوتی غرض ایسے شاعروں پر اعتبار کرنا اور ان کے کلام کو سند پکڑنا آیات و احادیث پر اعتراض کرنا کیا یہ ایمان کا نشان ہے یا اس کام کا کفر نام ہے؟

پس ہر مسلمان اہل ایمان کو چاہئے کہ ہر بدعت وغیرہ سے منہ موڑیں۔ اور ایسے شاعروں کی باتوں کو چھوڑیں۔ صرف خدا و رسولؐ کے فرمان پر ایمان لاویں۔ اور بھی انسان ہمیشہ اپنے اعمال میں خیال رکھے۔ کہ ان سب منافقی فتور سے دور ہو کر نیک اعمال کی استعمال کرے تا مومن مقبول ہے۔ نہیں تو ایمان کجا پھر انسان بھی نہیں ہے۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ یعنی پیدا کیا ہمنے واسطے دوزخ کے بہت جنوں اور آدمیوں کو جو واسطے انکے دل ہیں۔ نہیں سمجھے ان دلوں سے اور ان کیلئے آنکھیں ہیں نہیں دیکھتے ان سے اور واسطے ان کے کان ہیں نہیں سنتے ان سے' وہ لوگ مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ وہ بہت گمراہ ہیں غافلوں سے۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ یعنی سب جانداروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہی لوگ بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ یعنی جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ آدمی۔ جو دین حق نہ سمجھیں اور خدا سے غافل ہیں۔

چنانچہ ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ حدیث اَ لْغَافِلُ كَالْمَيِّتِ وَلَيْسَ حَيَاتٌ وَلَيْسَ اٰدَمِيٌّ كَالْاَنْعَامِ حضرتؐ نے فرمایا کہ غافل مانند مردہ کے ہے اور نہیں ہے وہ زندہ اور نہیں ہے وہ بندہ مثل جانوروں کے ہے۔

پس یقین ہوا کہ جو لوگ دین حق کو نہیں سمجھتے- اور خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے غافل ہیں- وہ انسان نہیں ہیں حیوان ہیں-

درجاتِ انسان

چنانچہ **نقل** ہے کہ کسی نے اپنا درجہ خود پیر سے پوچھا- کہ حضرت اب میں کس منزل میں ہوں- آپ نے فرمایا- کہ خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے پانچ درجے کئے ہیں- وہ سن کر سمجھ- کہ میرے وجود میں کونسا درجہ موجود ہے-

اول – وہ جس طبع خام میں یہ تین کام ہوں- کھانا- سونا- جماع کرنا وہ مطلق حیوان ہے-

دوم – ان کے شامل دو اور نقص بھی کامل ہوں- یعنی فساد کنندہ و آزار دہندہ پس وہ بے فرمان درندہ حیوان ہے-

سوم – جس مجہول میں تین اور بھی کام مشمول ہوں- یعنی مکر و حیلہ اور ہر کس کا نقصان پہنچانا- پس وہ حیوان سے بڑھ کر درجہ شیطان میں ہے-

چہارم – جس اہل انصاف میں چھ اوصاف ہوں- نرم دل- بے حسد- بے کینہ- صادق زبان- نیک خو- راحت رساں وہ ملائکہ کے درجے میں ہے-

پنجم – ان کے ساتھ دو اور باتیں ہوں- یعنی کمال محبت الٰہی و علم معرفت سے دل کو صفائی- پس وہ جوان تب کامل انسان ہے-

نظم

بلا تجھ کو جب رتبہ انسان کا — نہ چاہیئے تجھے کام حیوان کا
نہ کر اس شکل پر فخر اے اخی — کہ جو فعل تیرا ہے تو ہے وہی
تو جس شان کے یار کرتا ہے کام — دو عالم میں تیرا وہی ہو گا نام

اور یہ بھی صحیح ہے- کہ جو یہاں بندہ ہو کر نہ مرا- تو وہ روز محشر کو بھی اور بلا ہوا- چنانچہ

حدیث کَمَا تَعِیشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْعَثُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس حال میں بندہ زندہ ہے۔ اسی حال میں مریگا۔ پھر اسی حال میں حشر کو اٹھے گا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یکے بود است از خیاط مردے | بوقت مرگ سوزن یاد کر دے
بہر چیزے کہ آں را شغل داری | بوقت مردن آں را یاد داری

ذکر چہار امام فقہ

سوال ۔ یہ چار امام اہل اکرام یعنی امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ و مالکؒ و احمدؒ حنبل رحمتہ اللہ علیہم کہ بعضے بدیقین ان شمع دین کی بھی توہین کرتے ہیں۔

جواب ۔ ان چہار بزرگوار کا دشمن ہمیشہ خوار واجب النار ہے۔ کیونکہ یہ دین کے باغ امت کے چراغ ہیں۔ اور اکثر تبع تابعین و مجتہدین تمام علم فقہ کے امام ہیں کہ جس کے حق میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس وقت اللہ چاہتا ہے ساتھ بندہ کے بھلائی تو دین میں اسکو فقیہہ کرتا ہے۔

یعنی جس کو اپنا حبیب کرنا چاہتا ہے۔ اس کو علم فقہ نصیب فرماتا ہے۔ اور علم فقہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے وجود میں تین معنے موجود ہیں۔ علم جاننے اور اس علم پر دلیل رکھے۔ اور وہ اللہ کے لئے اس علم پر عمل کرے۔

فضائل فقیہہ و مجتہد

پھر حضرتؐ نے فرمایا حدیث اَلْفَقِیْہُ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ جَاھِلٍ یعنی ایک فقیہہ سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد جاہل سے'

اور یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو مسئلہ مسلمانوں میں ظاہر نہ ہو۔ تو اس کا ظاہر کرنا سترحج سے افضل ہے۔ اور مشائخ فرماتے ہیں کہ قرب ذات الٰہی کے واسطے اور کوئی کام ایسا نہیں جیسا کہ علم فقہ کا ہے۔

اور بھی رسول علیہ السلام مجتہدین کا شان اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

حدیث اَلْمُجْتَهِدُ یُخْطِئُ وَیُصِیْبُ فَاِنْ اَصَابَ فَلَهٗ کِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ وَاِنْ اَخْطَاءَ فَلَهٗ کِفْلٌ مِنَ الْاَجْرِ یعنی مجتہد اگر مسئلہ میں خطا کرے۔ تو بھی ثواب پر جائے۔ اگر اس کا مسئلہ ثواب پر ہے تو اس کے دو ثواب ہونگے۔ ایک جہاد کا دوسرا مسئلہ حق بتلانے کا۔ اگر مسئلہ میں خطا کی۔ تو ایک جہاد کا ثواب ہو گا۔ مگر یہ رخصت فروع میں ہے۔ اصول یعنی توحید دین میں نہیں ہے۔

اور مجتہدین یہی چار مذاہب راہ متین ہیں۔ دیکھو علم فقہ اور مجتہدین کا شان کہ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو خطا کا بھی ثواب عطا فرماتا ہے۔ پھر ان کی توہین کرنے والا بیدین کیوں نہ ہو۔ سوال اور بعضے جاہل کہتے ہیں کہ یہ چار مذاہب اہل سنت ہیں پھر ان کا آپس میں کیوں اختلاف ہے۔ جواب ۔ اصول دین میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ باقی رہا فروع سو اس میں حضرتؐ نے حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ میرے اصحابؓ کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے۔ سو اس رحمت کی یہ علامت ہے۔ جیسا کہ ایک امامؒ کا قول ہے کہ جب قد بندہ کے برابر سے سایہ نکل جائے۔ تو نماز ظہر کا وقت نکل گیا۔ دوسرے امامؒ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ سایہ دو چند تک ظہر کا وقت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح جیسا ایک امامؒ کا قول ہے کہ سر کے چہارم حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔ دوسرے امامؒ سر کے نصف حصے تک فرماتے ہیں۔ اور تیسرے قول سے تمام سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ پس جب ان سب کا ایک قول ہوتا اور ہمارے عمل اس قول کے وقت حد سے ایک ذرہ بھی کم یا بیش ہو جاتے۔ تو پھر ہماری عبادت وغیرہ کوئی بھی جائز نہ رہتی۔ اب ہمارا جس امامؒ کے قول کے مطابق عمل ہو گیا۔ وہی ٹھیک جائز ہو گیا۔

پس ایسے اختلاف کو حضرتؐ نے رحمت فرمایا ہے۔ پھر جو اس رحمت کو رحمت نہ مانے، اور برا جانے تو وہ بدخواہ گمراہ دین سے جدا ہے۔ چنانچہ پیر مخدوم جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ جب غوث بہاؤ الدینؒ ملتانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کے مرید ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم کس مذہب کے پیرو ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب رکھتا ہوں۔ اور شیخ شہاب الدین کا مذہب شافعی تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ تم اسی مذہب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ پر

رہنا کہ جس پر تمہارے باپ دادا چلے آئے ہیں۔ یعنی ہمارے مذہب کے قول سے اپنے مذہب کے قول کو مقدم رکھنا۔

پس اسی طرح ان چہار مذہبوں پر کل علماءؒ اور اولیاءؒ اللہ کا اتفاق ہے کہ ان میں سے جس کی پیروی کرو بجا ہے۔ اس واسطے ان سب کا رتبہ افزا ہے۔

۱۲
دوازدہ امام علیہم السلام

اور بھی علم لدنی کے راہنما ظاہر و باطن کے پیشوا وارث الامامت و کرامت کے دوازدہ امام علیہم السلام ہیں۔ کہ پشت بہ پشت امامت میں سلامت تاکہ اول محمدؐ و آخر مہدیؑ تک ایک نورو کرامت مشہور ہے۔ کہ انکی محبت و آداب میں کامل ثواب ہے۔

نظم

رکن بارہ ہیں امت پاک میں یہ ہیں برج بارہ جو افلاک میں

امامان معصوم اثنا عشر وہ ہیں یعنی اولاد خیر البشرؐ

پس طالب خدا کو ان راہنما کی فرمانبرداری و تابعداری صفت و ثنا ہر وقت روا ہے۔

غزل

نبوت کے عجب دیکھو شجر ہیں کہ جس کی بارہ شاخیں سبز تر ہیں

مثل طوبے کے ہر مومن پہ سایہ مگر مومن وہ جو طالب شجر ہیں

اول اس کی علیؑ ہیں شاخ اعلیٰ امام حسنؑ و حسینؑ ہر دو ثمر ہیں

چمن میں زین العابدؑ اور باقرؑ کھلا گل جعفریؑ ہر ہر دہر ہیں

محمدؑ کاظمؑ ہیں گلشن دو عالم علی موسیٰ رضاؑ تاج فقر ہیں

تقیؑ ہیں اور نقیؑ امت کے راہبر علی عسکرؑ منور ماہ بدر ہیں

محمدؑ اور مہدیؑ کا ہے اک نور کہے یہ کون کہ ہر یک دگر ہیں

ایسے سائے میں پس آئے بشر جو بلا شک وہ مثل زندہ خضرؑ ہیں

اور جان کہ ظل الٰہی کا ظل نبوت ہے۔ اور نبوت کا ظل امامت یعنی دو آزادہ امام علیہم السلام اور امامت کا ظل، کرامت ہے۔ یعنی اولیاءؒ اللہ۔ پس جو ظل الٰہی کو چاہے۔ تو بدیں طور زود مقصود کو پائے۔

ابیات

اطاعت بزرگوں کی کرتا ہے جو — امامت کے سائے میں آتا ہے وہ
تا ظل نبوت میں پھر آتا ہے — وہ ظل الٰہی کو تب پاتا ہے
اگر اس عمل میں کرے جو قصور — ہے ظل خدا اور نبوت سے دور

اور بھی تمام اہل اسلام امت نبی علیہ السلام پر واجب ہے کہ کل سادات آل رسولؐ کی تعظیم میں ہمیشہ متیم رہیں۔ تاکہ بلحاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نیک و بد کردار پر بھی کچھ انکار نہ چاہیے۔ کیونکہ احادیث میں اس ذات شریف کی نہایت تعریف ہے۔

حدیث اَکْرِمُوْا اَوْلَادِیْ اَلصَّالِحِیْنَ لِلّٰہِ وَ الطَّالِحِیْنَ لِیْ حضرتؐ نے فرمایا کہ تعظیم کرو تم میری اولاد کی جو نیک کا لحاظ واسطے اللہ کے اور بدکار کا واسطے میرے بگر خاص اپنی اولاد کے واسطے بھی حضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث قَالَ یَا فَاطِمَۃُ اِعْمَلِیْ لِنَفْسِکِ وَلَا تَتَّکِلِیْ علی یعنی فرمایا اے فاطمہؓ عمل کر تو واسطے نفس اپنے کے اور تکیہ طرف میری مت کر۔

پس سادات کو التماس ہے کہ اپنی ذات کا فخر و غرور دور کر کے ہمیشہ خدا اور رسولؐ کے تمام احکام میں مشغول رہیں۔ کیونکہ ذات دور و عمل حضور ہیں۔ چنانچہ حدیث مَنْ اَبْطَاءَ بِہٖ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ یعنی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص کو اسکے عمل نے پیچھے ڈال دیا۔ تو نسب اس کو کچھ نفع نہ دیگا۔

ابیات

ذات کا تکیہ نہ کر اے ہوشمند   عمل صالح خوب ہیں حق کو پسند
درحقیقت ہر دو تکیہ دور کر   محض رحمت رب کی منظور کر
چھوڑ سب امید کر حق سے رجوع
کیونکہ خود فرماتا ہے لا تقنطوا

فصل ۳

درمذمت دُنیا و اہلِ دنیا

سوال — اکثر فقیر تمام دنیا کو بد و حقیر جان کر سب مال و عیال کو ترک گوشہ گیر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تدبیر ان کی صاف شریعت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ فقیر غریب مال زکوٰۃ و سخاوت وغیرہ کے درجات سے بے نصیب رہتے ہیں۔ اس واسطے دنیادار کو سخاوت وغیرہ کا ثواب بے حساب ہے۔ مگر دنیا بدنام۔ وہ حرام ہے جو سوا خدا بدعت وغیرہ کے کام پر انجام ہو۔

جواب — سوا خدا کل اشیا کو بے وفا کہتے ہیں۔ اس واسطے طالب خدا ماسوا اللہ ہر کام ظاہر و باطن کی تمام محبت حرام فرماتے ہیں۔ اس سبب خدا یاد اکثر دام دنیا سے آزاد ہو کر خود تنہائی میں شاد رہتے ہیں۔ اور جو دنیا راہ خدا میں خرچ ہوتی ہے۔ سو یہ فعل خود دنیا کا نہیں ہے۔ یہ اس مرد شریف کی تعریف ہے۔ جو دنیا کو ناچیز اور خدا کو عزیز جان کر اس مکار بدکار کو پروردگار کی محبت میں نثار کرے۔ ورنہ اسی دنیا بے وفا کی محبت نے تو اکثر مخلوق خدا کو راہ حق سے گمراہ کر دیا ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ یعنی بیشک وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہمارے لقا کی اور راضی ہوئے زندگی دنیا پر اور چین پکڑا اس سے یعنی جو دنیا کی عیش و عشرت میں غرق ہیں اور جو ہماری نشانیوں

سے غافل ہیں۔ وہی لوگ ہیں۔ کہ ان کی جگہ دوزخ ہے۔ بسبب اس کے جو کرتے تھے۔

یعنی جو دنیا کے عیش و عشرت کے سبب میرے وصال سے غافل ہیں۔ ان کی جگہ دوزخ ہے۔ اسی واسطے سرورؐ کائنات نے بھی مذمت دنیا میں بہت احادیث فرمائی ہیں۔

حدیث اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ یعنی دنیا مردار ہے۔ اور اس کی محبت رکھنے والا کتا ہے۔

اور حدیث میں ہے۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہؓ کے راہ پر تشریف لے جا رہے تھے۔ وہاں ایک بکری مردار پڑی ہوئی تھی۔ آپؐ نے صحابہؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ حدیث وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَلدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الشَّاۃِ عَلٰی اَھْلِھَا وَلَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْھَا شَرْبَۃَ مَاءٍ یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ دنیا خوار تر ہے نزدیک اللہ کے اس مردار بکری سے بھی زیادہ یعنی جیسا مالکوں کے نزدیک یہ بکری بے قدر پڑی ہے۔ اور اگر ہوتی دنیا نزدیک خدا تعالیٰ کے برابر پَر مچھر کے تو نہ پلاتا کسی کافر کو اس سے گھونٹ بھر پانی سرد یعنی اگر خدا کے نزدیک دنیا ایک پَر مچھر کے بھی قدر ہوتا تو کافروں کو سرد پانی کے گھونٹ تک بھی نہ دیتا۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

قولہ تعالیٰ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ یعنی بعضے لوگ دنیا چاہتے ہیں۔ تو ہم ان کو دنیا دیتے ہیں۔ لیکن آخرت میں ان کے واسطے کچھ حصہ نہیں ہے۔

ایک اصحابؓ سے روایت ہے۔ کہ جو شخص دوست رکھے دنیا کو تو دشمن رکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اور جو شخص دشمن رکھے دنیا کو تو دوست رکھے اس کو اللہ تعالیٰ اور جو شخص تعظیم کرے دنیا کی تو ذلیل کرے اس کو اللہ اور جو شخص ذلیل کرے دنیا کو تو تعظیم کرے اس کی اللہ تعالیٰ۔

پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا کچھ وزن و قدر نہیں ہے۔ اس واسطے پیغمبروںؑ نے اسکو ترک کیا۔ اور طلاق دیدی ہے۔ پھر شریعت میں حکم ہے کہ پیغمبرؑ کی مطلقہ غیر کو ہمیشہ حرام ہے۔

اور بھی حضرتؑ نے اس طور فرمایا ہے:۔

حدیث تَرْکُ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ وَحُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ یعنی ترک دنیا اصل ہر عبادت کا ہے۔ اور دوستی دنیا سے اصل ہر گناہ کا ہے۔ یعنی اس کے ترک میں کل ثواب کا مستحق ہوا۔ اور اس کی دوستی میں کل گناہ کے عذاب میں خراب ہوا۔

پس جس دنیا بے وفا کی محبت میں بندہ جتلا ہے۔ اس کی کیا بنا ہے۔ یہ تو سب فنا ہے۔ جس میں ایک لحظہ بقا ہے۔ چنانچہ حدیث اَلدُّنیَا سَاعَۃٌ وَلَیْسَ لِھَا رَاحَۃٌ فَاجْعَلُوْا فِیْھَا طَاعَۃً یعنی دنیا ایک ساعت ہے اور نہیں ہے اس میں کچھ خوشی پس کرو تم دنیا میں خدا تعالٰی کی بندگی کہ اس ساعت دنیا کی اہل حال یہ مثال فرماتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک غریب شخص کسی مقام میں تنہا پڑا تھا۔ ناگاہ خواب میں دیکھا کہ میں سلطنت روم کا بادشاہ ہوا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کو عیش و عشرت میں ہفتاد سال معلوم ہوئے۔ آخر اسی خواب خراب میں ایک شب کو اپنی معشوقہ سے ہم بستر ہوا۔ اس صحبت خام میں احتلام ہو گیا۔ جب بیدار ہوا۔ تو نہ وہ حکم نہ بادشاہی نہ وہ یار بلکہ گندگی کے آثار سے نہایت خوار و شرمسار ہوا۔ کہ وہی وقت و مقام جہاں بسرام ہے۔ پس اسی طرح یہ دنیا ایک لحظہ خواب کی بادشاہی ہے۔ آخر جس کا نتیجہ گندگی و گمراہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ دنیا کو قیامت کے دن بڑھیا کی شکل پر لائینگے۔ اور آنکھ اس کی سبز ہو گی۔ اور دانت باہر نکلے ہوئے ہونگے۔ جو کوئی اس کی بد شکل دیکھیگا۔ کہیگا نعوذ باللہ یہ کون بلا ہے۔ فرشتے کہیں گے۔ کہ یہ وہ دنیا ہے کہ تم جس کے سبب سے آپس میں دشمنی و حسد اور خون و قطع رحمی اور غرور وغیرہ کرتے تھے۔ پھر اسکو دوزخ میں ڈال دینگے' وہ کہیگی۔ خدایا وہ میرے دوست جو میرے ساتھ رفیق تھے وہ کہاں گئے۔ حق تعالٰی حکم فرمائیگا کہ ان کو بھی دوزخ میں لے جاؤ۔ نعوذ باللہ منہا دیکھو اس مکار مردار کی محبت کا نتیجہ آخر اس طرح خوار ہے۔

پس چاہیئے کہ بندہ اس دنیا کے دور میں غریب و مسافر کے طور خود ہستی نفسانی کو فانی کر کے ہمیشہ خدا تعالٰی کی یاد میں شاد رہے۔

چنانچہ حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِ سَبِیْلٍ وَ عُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ دنیا میں رہو مانند غریب و راہ مسافر کے اور آپکو مردہ تصور کر۔ یعنی مانند غریب کے بندہ ہر ظلم و شر غصّہ و غرور وغیرہ کو دور کر کے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے خوف میں ضرور رہے۔ اور مسافر کے طور اس فانی دنیا کے سفر میں ہر وقت ہوشیار لیل و نہار اس منزل و مقصود کی انتظار میں نیک اعمال کی باربرداری تیار رکھے۔ یعنی جیسا مردہ بے نفس ہو کر تمام لذاتِ جسمانی و خواہشِ نفسانی سے فانی ہو جاتا ہے۔ تو اسی طرح بندہ اس دنیا کی گلزار فانی بہار سے ہر خواہش و خودی کا خار نکال کر مانند بھور ہمیشہ گلِ وحدت پر جان نثار ہو۔ غرض بندہ دنیا و اہل دنیا کی صحبت و پیار سے بیزار ہو کر فقیری و غریبی اختیار کرے۔ کیونکہ اللہ اور رسولؐ کی جناب میں ہر سے اول غریب مقبول ہے۔ چنانچہ حدیث عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَکَانَ عَامَّۃُ مَنْ دَخَلَھَا الْمَسٰکِیْنُ وَ اَصْحَابُ الْجَدِّ لَمَحْبُوْسُوْنَ اسامہؓ بن زید سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں کھڑا تھا بہشت کے دروازے پر۔ سو اسکے اکثر داخل ہونیوالے محتاج لوگ تھے۔ اور دولتمند عیش والے بہشت کے داخل ہونے سے روکے گئے۔

اور دیگر حدیث شریف میں ہے کہ چالیس سال بلکہ زیادہ غریب لوگ آگے دولتمندوں سے داخل بہشت ہونگے "پس دنیاداری میں اس قدر خواری بلکہ غرور و فتور ہے۔ کہ جس کے سبب سے بہشت بھی دور ہے۔

اور بھی اسکے زوال کی اہل حال یہ مثال فرماتے ہیں کہ سانپ کا خوف محض جان کا ہے' اور محبتِ دنیا کی زہر جان و ایمان دونوں کا نقصان ہے۔ اس واسطے بندہ دنیاوار بدکار کی عیش کو دیکھ کر یہ نہ کہے۔ کہ اس عیش مند پر خدا رضامند ہے بلکہ اس پر اسطرح کا خدائی غضب ہے۔ جیسا کسی کو پھانسی کا حکم ہوتا ہے' تو پھر اسکو حکام تمام چیز و نعمت کی اجازت دیتے ہیں۔ سو درحقیقت وہ اجازت عطا نہیں سزا ہے۔

اس واسطے حق تعالیٰ ہمارے حضرتؐ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ تم اہل دنیا کفار بدکار کے مال و اولاد سے تعجب نہ کرو۔ فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا یعنی تم تعجب نہ کرو ان کے مال و اولاد کو دیکھ کر اللہ تو

یہی چاہتا ہے کہ ان کو ان سے یعنی اس مال اور اولاد سے عذاب کرے زندگی دنیا میں یعنی اس زندگی میں بھی طالب دنیا طرح طرح کے عذاب میں خراب ہے۔

جیسا دو شخص تھے کہیں سفر میں ان کو رات آئی۔ ایک کے پاس کچھ روپیہ تھا اور دوسرے کے پاس کچھ نہ تھا۔ روپیہ والا چور وغیرہ کے خوف سے تمام رات نہ سویا۔ اور بے آرام رہا۔ اور جس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ بے فکر تمام رات باآرام سوتا رہا۔

پس اس رات سے تمام حیاتی مراد ہے۔ کہ اس طرح اہل دنیا ہمیشہ غم و فکر اندیشہ خوف و رنج اور بلا میں مبتلا رہتا ہے۔ مگر اس کی دوستی کا نشہ میں اس رنج و بلا کو ایذا نہیں سمجھتا۔ جب وہ نشہ دُور ہو گا۔ اور سکرات موت کا وقت ظہور ہو گا۔ تب اس کا سب نتیجہ معلوم کرے گا۔ پھر وبال دوزخ میں پڑیگا۔ نعوذ باللہ اور فقیر کو تو اس شخص مفلس کی نظیر کافی ہے کہ نہ پاس زر ہے نہ کچھ ڈر ہے۔ اسواسطے ہر فقیر و غریب کو چاہئے کہ اپنے نصیب سے خوش ہو کر اس نعمت عقبیٰ کی امید پر ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرے۔

پس مجذوب سالک اولیاءؒ اللہ پر تمام ماسوا اللہ اس لئے حرام ہے کہ اگر ایک ذرہ آلودگی و خواہش دنیا و اہل دنیا کی انکے دل میں آجائے۔ تو اسوقت وہ نزد پروردگار کے گنہگار ہیں۔ اسواسطے وہ دیوانہ ایک خدا کو یگانہ و تمام دنیا کو قید خانہ جان کر ہمیشہ خود تنہائی کے آشیانہ میں رہتے ہیں۔

چنانچہ حدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ اور کافر کی بہشت۔

پس قید خانہ یہ ہے کہ اس دنیا مکّار کے بہت طرح کے رنگ ڈھنگ ہیں۔ کہ کسی نہ کسی حرکت میں مبتلا کر کے اکثر محبت خدا سے جدا کر دیتی ہے۔ اسواسطے وہ مومن سعید اس کو خوانچہ یزید کا پلید جان کر ہمیشہ اس کے دام مکر انجام سے بعید رہتے ہیں۔ اور نفس شریر کو شریعت کے زنجیر میں اسیر کر کے کسی غیر خواہش کی طرف راغب ہونے نہیں دیتے۔ اور کافر کی اس طور بہشت ہے کہ وہ اہل نار لیل و نہار اپنے نفس کے تابعدار ہو کر محض دنیا مردار کے نشہ میں مست ہیں۔ کہ جس سبب خوف خدا سے جدا ہو کر نعمت عقبےٰ سے خالی دست ہیں۔

غرض جب محبت دنیا کی وجود میں آتی ہے تو ضرور موت بھول جاتی ہے۔ پھر جس کے سبب بندہ راہ حق سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حسب حال اس کے مثال یہ ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر سے کسی نے خواب کی تعبیر پوچھی۔ کہ حضرت میں خواب میں تنہا سخت جنگل بیابان میں چلا جاتا تھا۔ ناگاہ ایک بھیڑیا منہ کھولے ہوئے میرے پیچھے باارادہ مارنے کے دوڑا۔ میں خوف کے مارے آگے آگے بھاگتا تھا۔ مگر کوئی جگہ پناہ کی نظر نہ آتی۔ اسنے میں ایک درخت عظیم نظر آیا۔ تو میں دوڑ کر اس پر چڑھ گیا۔ بھیڑیا بھی نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور میں جس شاخ پر بیٹھا تھا۔ دیکھا۔ تو اس کو دّو موش سفید و سیاہ کاٹ رہے ہیں۔ جب نیچے دیکھا تو ایک بڑی غار جس میں اژدہا منہ کھول کر میری طرف دیکھ رہا ہے کہ جب گرے تو نوش کروں۔ پس میں نے دل میں کہا۔ کہ ممکن نہیں کہ کسی طرح زندگی باقی ہو۔ اس حال موت کے خیال میں تھا۔ جب اوپر دیکھا۔ تو ایک شاخ پر شہد لگا ہوا نظر پڑا۔ دیکھتے ہی خوش ہو کر بطمع اس میں ہاتھ ڈالا۔ تو شہد گرنے لگا۔ میں نے چاٹنا شروع کیا۔ اس کی لذّت میں ایسا مست ہوا۔ کہ جو چیز ہلاک کرنے والی اور موت جو آنکھ سے دیکھتی تھی۔ وہ سب کچھ بھول گیا۔ کہ اس میں آنکھ کھل گئی۔

فقیر کامل تدبیر نے فرمایا۔ کہ جو تو نے مہلک جنگل دیکھا ہے۔ وہ جہان دنیا سے مراد ہے۔ اور جو تیرے پیچھے بھیڑیا تھا۔ وہ ملک الموت ہے جو ہر وقت آدمی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اور وہ شاخ درخت جس پر لحظہ قیام کیا وہ عمر سے مراد ہے اور وہ ہر دّو موش سفید و سیاہ دن رات ہیں جو ہمیشہ عمر کو کاٹتے رہتے ہیں اور جو غار میں اژدہا ہے' وہ لحد و قبر ہے۔ جو ہر وقت آدمی کی منتظر ہے' اور شہد سے مراد دنیا کی لذت ہے وہ ایسی نفس پذیر جادوگر ہے کہ اس نے سب کچھ موت تک بھلا دیا ہے۔ پس دنیا کی مذمت و ہر حال اور تمام عبرت کے واسطے یہ مثال کافی ہے۔ کہ اس طرح دنیا کی محبت و لذت ضرور موت کو بھلا دیتی ہے۔ پھر جس سبب احکام خداوند و رسولؐ کے بھول جاتے ہیں۔

اس واسطے چاہئے کہ بندہ ہر وقت موت کو حاضر حضور اور تمام محبت و آلائش دنیا سے دور ہو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی محبت و سجود میں موجود رہے۔

مثنوی

ہے یہ دنیا بے وفا پُر مکر فن
نوجواں آتی نظر یہ پیر زن

ابتدا سے انتہا تک کر نظر
ہو گئے برباد کیسے نامور

بادشاہ و نوجوان خوب رو
اس جہان فانی میں گئے سب خام ہو

چھوڑ گئے دیوان کر خالی مکان
رستم و سہراب جیسے پہلوان

دیکھ وہ دارا سکندر ہیں کہاں
ہیں کہاں دربار لشکر شاہجہاں

سب خزانے چھوڑ کر کے خاک میں
چھپ گئے آخر کفن کے چاک میں

تخت شاہی ملک چھوڑ ہو گئے رواں
نہ جہاں میں نام ان کا نہ نشاں

کیوں تو ہے مغرور اس کے حُسن پر
آجکل جاوے گا تو بھی چھوڑ کر

زن و فرزندوں سے ہونا ہے جدا
ہو کے تنہا گور میں سونا سدا

گھر مکاں ہونا ہے ویراں اے پسر
مال و زر سے ایک دن جانا گزر

یہ زنِ دنیا ہے ایسی بے وفا
بے وفا پر کیوں ہوا ہے مبتلا

یار اس کے پیار میں دل مت لگا
کیونکہ کر دیتی ہے یہ حق سے جدا

جب محبت اس کی دل میں آتی ہے
دینِ حق سے چشم بند ہو جاتی ہے

اس لئے اے یار سب حق کے عشاق
دے گئے ہیں زنِ دنیا کو طلاق

پس تجھے اب چاہیے اے مردِ خدا
جز محبت حق کے ہو سب سے جدا

خویش و بیگانہ سے اب بیزار ہو
اک محبت یار میں ہوشیار ہو

ذکرِ سالکؒ باللہ

اور اکثر سالک باللہ اولیاؒ اللہ دنیا میں بھی مشغول ہو کر مقبول ہوئے ہیں، سو وہ مرد خدا ظاہر تو ہر کار دنیا میں بھی ہوشیار اور باطنی دل ان کے دنیا سے جدا محض محبت خدا میں

جتلا ہیں۔ اسواسطے وہ یہ مکان دنیا کا بطور پاخانہ سمجھتے ہیں۔ جیسا پاخانہ میں آدمی کا دل قرار نہیں پاتا۔ بقدر ضرورت رہ کر جلد اپنے خانہ کو جانا چاہتا ہے۔ تو اسی طرح وہ بھی دنیا کے ساتھ بقدر ضرورت برت جاتے ہیں۔ مگر دل سے ہر وقت اس خانہ عقبیٰ کو چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ہاتھ کار میں دل یار میں۔

اور بھی جیسا کہ مرغابی آب میں غرقاب پھرتی ہے۔ تو بوقت پرواز ایک بوند پانی کی پَر میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ سالک باللہ بھی اگرچہ دنیا کے آب ہر کام کے سیلاب میں اَوروں کی طرح غرقاب پھرتے ہیں۔ لیکن مُرغِ دل ان کا محبت دنیا کی بوند میں ہرگز آلود نہیں ہوتا۔

چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ مجذوبی حالت میں سیر کرتے ہوئے کسی شہر کے کنارے ایک مقام پر پہنچے۔ جہاں کنچنی کے ناچ میں ایک سردار معہ بہت مردمان اہل دنیا کو راگ و شراب کے نشہ میں مست دیکھا۔ تو فقیر نے دل میں کہا۔ کہ یہ سردار وغیرہ دنیا مردار کے نشہ میں اسقدر غرق ہیں۔ کہ ان کو موت و قیامت یاد نہیں ہے۔ تو فی الحال فقیر کو یہ خیال آیا۔ کہ اس میں تو میرا نفس سرکش ہوا۔ اگر اس کو سزا نہ ملے تو خوب نہیں۔ پس فقیر نے ایک دو مٹھی خاک کی سردار کے منہ پر پھینک دی۔ جب اسکا تمام بدن خاک آلود ہوا۔ تو وہ مجلس کے لوگ فقیر کے مارنے کو دوڑے۔ سردار نے کہا۔ خبردار فقیر کو کچھ نہ کہنا۔ پھر فرمایا۔ کہ فقیر صاحب اگر نفس کو سزا دلانی ہے تو جاؤ کسی اور سے دلاؤ۔ پس یہ آواز اندرونی راز فقیر سن کر زمین پر گر پڑا۔ اور رو کر خدا کی بارگاہ میں مناجات کی۔ کہ الٰہی میں نے اس قدر اپنے نفس کا برعکس یعنی تمام دنیا کی عیش و عشرت سے اس کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ مگر یہاں تک تو معلوم نہ ہوا۔ کہ یہ سردار دنیادار ہے یا فقیر باطن نظیر ہے۔ سبحان اللہ اسکو دنیا کے حال میں بھی کمال کیا۔ اور اپنی محبت و الست کے جام میں بھی ایسا مست کیا۔ کہ تمام دلوں کے پرواز کا محرم راز ہے۔

پس سالک باللہ اولیاءؒ اللہ اس طرح بھی دنیا کے حجاب میں بیٹھ کر وحدت کا شراب نوش کرتے ہیں۔ مگر ان کا دل ہر حال محبت دنیا سے بے زوال ہے۔

اور اس جگہ مجذوب سالک آزاد دنیا کا تو یہ ارشاد ہے۔ کہ جیسے دو بہنیں موجودہ

ایک نکاح میں نہیں آتیں۔ اسی طرح دین و دنیا کا ایک مقام پر ہرگز انجام نہیں ہو سکتا۔ اور سالک عالی ہمت فرماتے ہیں کہ یہ ہر دو سَوت یعنی سوکنیں ہیں۔ مگر وہ مرد خدا ہے جو ان دونوں کے حق ادا کرے پس یہ دونوں کی تقریر حق پذیر ہے۔ جس طرح چاہے خدا کو پائے۔ لیکن دنیا کی بلا میں رہ کر واصل خدا ہونا یہ تمام عالی ہمت کا کام ہے۔

اور بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی مثال کھیتی کی ہے۔ اس میں جو کچھ بیج پاتا ہے۔ آخر وہی اٹھاتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر کسی حالت میں دنیادار کاشتکار کے پاس رہا۔ اس نے کہا۔ اس زمین میں جَو بیج دینا۔ فقیر نے چنے بو دیئے۔ جب مالک نے دیکھا۔ تو کہا۔ کہ میں نے تو جَو کہے تھے۔ اس نے کہا۔ کہ میاں جب پکیں گے تو جو ہو جائیں گے۔ مالک نے کہا۔ اے دیوانے یہ تو ممکن ہی نہیں۔ کہ بوئیں چنے اور اٹھائیں جَو۔ فقیر نے کہا۔ اے صاحب میں اس واسطے کہتا ہوں کہ اکثر لوگ دنیا کی کھیتی میں بدی کا بیج بوتے ہیں۔ پھر امید نیکی کی رکھتے ہیں

پس ہر انسان کو چاہیے۔ کہ اس دنیا کی زراعت میں نیک اعمال کا بیج بو کر ہر وقت محبت الٰہی کے پانی سے پرورش کریں۔ لیکن کاشتکار لیل و نہار ہر غیر نقصان کنندگان کا نگہبان رہے۔

حقیقتِ بہشت

سوال ۔ اکثر فقیروں کی کلام میں بہشت کی مذمت عام ہے۔

جواب ۔ اس میں راز دور دراز ہے۔ ورنہ اس نعمت خدا کا منکر تو کافر و گمراہ ہے کیونکہ ہر مومن مسلمان کے واسطے پروردگار نے بہشت کا وہ مکان تیار کیا ہے کہ جس کے بیان میں زبان قاصر ہے۔ لیکن کچھ ظہور کرنا ضرور ہے۔ جو نص و حدیث سے مشہور ہے۔ کہ اول تو اس کے عرض و طول کا حساب کرنا فضول ہے کہ جس مکان کا تمام زمین سے بھی بڑھ کر بیان ہے۔ اور نہ اس میں جاڑا نہ گرمی ہے۔ ایک موسم معتدل ہے۔ نہ دھوپ نہ اندھیرا صرف نور کا چمکارا ہے۔ جس کے گرد سات دیواریں مفصل وار ہیں۔

اول چاندی کی دوسری سونے کی تیسری زمرد کی چوتھی سرخ یاقوت کی پانچویں سبز یاقوت کی۔ چھٹی جواہرات کی ساتویں دیوار شعلہ انوار ہے۔

اور عملوں کے موافق بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اول پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہے۔ کہ جس کی برکت سے دروازہ کھلیگا اور ایسا ہی ہر عمل و کردار کی مقدار پر آٹھ بہشت درجہ دار ہیں۔ جَنَّتُ الْعَدْنِ جَنَّتُ الْفِرْدَوْسِ۔ جَنَّتُ النَّعِیْمِ۔ جَنَّتُ الْخُلْدِ۔ جَنَّتُ الْمَاوٰی۔ دَارُ السَّلَام دَارُ الْجِنَانِ۔ عِلِّیُّوْنَ اول بہشت پیغمبروں و شہیدوں اور جو دیدار الٰہی کے طلب گار ہیں دوسرا روزہ دار و نمازیوں اور غازیوں کا۔ تیسرا حاجیوں و زکوتیوں اور سخیوں کا۔ چوتھا عادلوں و صابروں کا۔ پانچواں جو لوگ نیک کام سکھلاتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ چھٹا جو ظلم و شہوت سے باز رہتے ہیں۔ ساتواں جو حرام سے آنکھیں چھپاتے اور ہاتھ پاؤں ہٹا رکھتے ہیں۔ آٹھواں جو ماں باپ و ناطے والوں وغیرہ کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔

پس ان سب کے اندر وہ باغ ہیں۔ جس سے ہر رنگ کی گلزار مشک عنبر کی بہار ہے۔ جس سے دماغ معطر ہو جاتے ہیں۔ ان باغوں میں وہ بوٹے و درخت ہیں کہ جن کی جڑ چاندی کی اور شاخ سونے کی ہے۔ سب جواہرات کے پھول و پات ہیں۔ جس پر ہر قسم کا تازہ میوہ موجود ہے۔ جس کو بہشتی چاہے گا۔ وہ فوراً جھک جائیگا۔

علاوہ ان کے اندر ایک طوبےٰ نام درخت ہے۔ جس کا سایہ سورج دنیا کی طرح ہر بہشتی کے گھر پر ہے اور ان سب باغوں میں چار انہار جاری ہیں۔ ہر ایک کا رنگ و مزہ علیحدہ ہے' ایک نہر دودھ و ایک آب کی اور ایک شہد و ایک شراب کی ہے۔ ہر ایک پر سونے چاندی کی سڑکیں موتیوں سے جڑاؤ ہیں۔ جن کے کناروں پر رنگ رنگ کی گلزار تازہ بہار ہے۔ جن پر بہشتی چل کر سیر کریں گے۔ جہاں جاویں گے۔ اگر چاہیں تو وہ پیویں خواہ نہاویں گے۔

اور ایک نہر کوثر ہے۔ جو خاص ہمارے رسول علیہ السلام کی نہر ہے۔ جس کے کنارے صرف سونے سے بنے ہیں۔ جن پر موتی و یاقوت کے بنگلے ہیں۔ پانی جس کا دودھ سے سفید و شہد سے میٹھا۔ اسکی خوشبو ہر مشک و کافور سے زیادہ تر ہے۔ اور جس قدر

آسمان میں تارے ہیں' اتنے ہی سونے چاندی کے کٹورے اس میں تیرتے ہیں۔ جو اس حوض سے پانی پئے گا۔ پھر تمام محشر کی مدت پیاسا نہ ہو گا۔

اور ہر ایک بہشتی کے مکان عملوں کی شان پر رنگ رنگ سے نمایاں ہیں۔ بعضے سرخ یاقوت کے ہیں۔ بعضے سبز۔ بعضے زرد۔ بعضے سفید موتی کے ہیں۔ جن کی چمک سے تمام بہشت روشن ہے۔ اور وہ محل و مکان اس قدر فراخ ہیں۔ کہ ہر ایک بنگلہ میں ستر ستر جو تخت جواہرات کے ہیں۔ اور ایسے ہی سونے چاندی کے پلنگ و کرسیاں پڑی ہیں۔ جن پر ایک ایک حور جن کی پیدائش صرف نور سے ہے۔ حُسن میں کمال صورت بےمثال گورا گورا رنگ بڑی بڑی آنکھوں والیاں جو شرم سے نیچے نگاہ رکھتی ہیں۔ باکردار جن کو آگے کسی آدمی اور جن نے ہاتھ نہ لگایا۔ نازک اندام جن کا نور مثل فانوس کے بدن سے باہر ظہور کرتا ہے۔ وہ ایسی مصفا جسم ہیں۔ کہ ان کے چہرہ و سینہ سے اہل جنت اپنا منہ دیکھ لیا کریں گے۔ اور ان کے بدن سے مشک۔ عنبر' زعفران کی ایسی خوشبو ہے کہ وہ اگر دنیا میں تھوک دیں تو تمام عالم مشک سے بھر جائے۔ اور جب وہ مسکراتی ہیں تو سب بہشت ان کے دانتوں کی چمک سے منور ہو جاتا ہے۔

پس جب اللہ کے پیارے پلصراط سے گزر کر بہشت کے دروازہ پر جاویں گے۔ تو وہ سب حوریں نکل آویں گی۔ جن تمام کے سینہ پر ان کے شوہروں کا نام لکھا ہے۔ سب اپنے اپنے شوہروں کے گلے میں لپٹ کر کہیں گی۔ کہ تو میرا محبوب دل پسند ہے۔ میں تجھ سے رضامند ہوں۔ پھر انکو اپنی اپنی خواب گاہوں میں لے جاویں گی۔ وہاں ہر اوقات اپنے خاوندوں کے ساتھ عیش و عشرت اڑائیں گی۔ جب شوہروں کی صحبت سے فراغت پاویں گی۔ پھر جیسی کی تیسی پاکیزہ ہو جاویں گی۔ ان ہر ایک کے پاس اس قدر زیورات ہیں کہ ایک ایک کو دس دس کنگن جواہرات کے ہیں۔ اور ستر ستر حلے رنگ رنگ کے پہنے ہوئے ہمیشہ اپنے خاوندوں سے ہمکنار و فرمانبردار ہیں۔

اور سب جنت کے لوگ بھر نوجوان مرد و عورت صاحب جمال حسن میں کمال ہونگے۔ یہاں تک کہ اگر جنتی عورت کا ایک بال زمین پر گرے۔ تو تمام جہان نور سے اٹھے۔ گویا ایک ایک بال سورج کی کرن ہے۔ ان کے بدنوں پر کوئی اور بال نہ ہو

گا۔ سوا سر و بھنوؤں اور پلکوں کے۔ لیکن مردوں کی مونچھوں پر قدرے سبزی ہو گی۔ جیسا خط نوجوان کی ہوتی ہے۔ تاکہ مرد و عورت میں تمیز ہو اور ہر ایک مرد کو سو جوان کی قوت ہو گی۔ سب کو سونا و چاندی اور جواہرات وغیرہ کے زیورات ہونگے۔ اور ان سب کے پاس ریشمی لباس ہو گا۔ اپنے اپنے محلوں اور بنگلوں میں سونے و چاندی کی کرسی اور جواہرات کے تختوں پر تکیہ لگائے جھروکوں میں بیٹھ کر سب بہشت کی سیر کریں گے۔ اور جس کھانے کو جی چاہیگا۔ وہی حاضر ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ہوائی پرندوں کا گوشت اور تمام بہشت کی نعمت اپنے قبیلہ کے ساتھ سب بہشتی مل کر کھائیں گے۔ فضلہ پسینہ کی راہ سے نکل جائیگا۔

روایت ہے کہ بہشت میں وہ گھوڑے ہیں۔ جن کے بازو مثل پروں کے ہیں۔ جن پر صرف اولیاء اللہؒ سوار ہو کر سب بہشتوں کا تماشا دیکھیں گے۔ سو کم درجہ کے لوگ دیکھ کر کہیں گے۔ کہ یا حق تعالیٰ ان کو کس بات نے ان درجات کو پہنچایا ہے۔ جواب سنیں گے۔ کہ تم تو سوتے تھے۔ یہ نماز پڑھتے تھے اور عبادت کرتے۔ تم کھانا کھاتے یہ روزہ رکھتے۔ اور فاقہ میں صبر کرتے۔ تم گھر میں بیٹھتے یہ جہاد کرتے۔ تم بخیلی کرتے یہ مال خرچ کرتے۔ تم عیش و آرام میں رہتے۔ یہ ہر اوقات دن رات محبت الٰہی میں کاٹتے تھے۔

اور حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں نے بہشت میں ملائکہ کو دیکھا۔ کہ عجب محل و مکان عالی شان بناتے ہیں۔ جن پر ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگاتے۔ پھر بناتے بناتے رہ جاتے ہیں۔ پھر بنانے لگتے ہیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ حضرتؐ جن کے واسطے یہ مکان بنتے ہیں۔ وہ جب حق تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ ہم مکان بنانے لگتے ہیں۔ اور جب وہ چپ رہ جاتے ہیں۔ ہم بھی بنانا موقوف کرتے ہیں۔ غرض جو محبت میں قائم ذکر الٰہی میں دائم ہیں۔ ان کے واسطے بہشت میں پروردگار کی ہزارہا نعمت بے شمار ہیں۔ جن کی تعریف میں عقل ضعیف ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ یعنی نہیں جانتی کوئی جان کہ کیا چھپایا گیا ہے۔ ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک سے۔

اور فرمایا حدیث قدسی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ یعنی میں نے اپنے بندوں کے واسطے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے۔ جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ اور کسی کان نے نہیں سنا اور کسی دل میں نہیں گزرا۔

پس یہ مکان عجیب خداوند تعالیٰ ہر مومن مسلمان کے نصیب کرے۔ آمین یہ وہ عالیشان مکان ہے کہ دنیا تو کیا عشق جیسا دلپذیر دامن گیر بھی اس کے سامنے حقیر ہے۔

چنانچہ پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمتہ سے منقول ہے۔ کہ شاہزادہ عرب ایک عورت پر نہایت عاشق زار بے اختیار ہو گیا۔ ایک روز دیوانوں کی طرح شیخ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ مطری کے پاس آیا۔ اور سب حال سنایا۔ شیخ نے اسکے حق میں یہ دعا کی۔ کہ الٰہی تو اس کو جنت دکھاوے۔ ان کی دعا مستجاب ہو گئی۔ جب اس نے معہ حور و قصور کے بہشت کو دیکھ لیا۔ تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو شیخ کے روبرو اس عشق عورت سے توبہ کی۔ اور جب باپ اسکا مر گیا۔ تو بادشاہی بھی چھوڑ دی۔ گودڑی پہن کر درویش ہو گیا۔

پس جیسا بہشت کے دیکھنے سے وہ عشق اور بادشاہی دنیا سب بھول گئی۔ اسی طرح دیدار پروردگار کے سامنے بھی یہ بہشت عزیز ناچیز ہے۔ کیونکہ اللہ کا دیدار ہزارہا نعمت سے بیشمار ہے۔

جمالِ الٰہی

حدیث اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یُرِیْدُوْنَ شَیْئًا اَزِیْدُکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَیِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلِ الْجَنَّةَ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ فَیَکْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا شَیْئٌ اَحَبُّ اِلَیْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰی رَبِّهِمْ یعنی مسلم میں صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس وقت جنت والے جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کوئی چیز تم چاہتے ہو۔ کہ میں تم کو زیادہ دوں۔ وہ عرض کریں گے۔ کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کر دیا۔ اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا۔ اور ہم کو آگ سے نجات نہیں دی؟ پس وہ پردہ اٹھاویگا۔ تو کوئی چیز محبوب تر نہ ہو گی ان کو ا

رب کے دیکھنے سے یعنی جس وقت اسکے جمال و جلال کو دیکھ لینگے۔ تو وہ سب چیز بہشت عنبر سرشت کی فراموش ہو جائیگی۔ اور وہاں اعمال کے موافق ہر ایک کو جمال باکمال ہوتا رہیگا۔ بعض لوگوں کو ہفتہ میں ایک بار اور بعض کو ہفتہ میں دو مرتبہ اور بعض کو دن میں ایک بار اور بعض اولیائے کرام تو لحظہ بہ لحظہ وصال سے خوشحال رہیں گے۔

پس یہ تو بہشت کا بیان ہے کہ جس میں لوگ اپنے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھیں گے۔ اور اسی طرح مکان دنیا میں بھی بعض اولیاءؒ اللہ کو قلب کی آنکھ سے دیدار الٰہی ہوتا ہے۔ تو پھر وہ دیدار کے عاشق زار کب دنیا اور بہشت کو چاہتے ہیں۔

بلکہ عارف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عبادت وغیرہ کرے واسطے کسی درجہ حاصل ہونے کے جیسے کرامت یا مکاشفہ اور استجاب وغیرہ کے تو وہ اس کو کبھی حاصل نہ ہو گا۔ جب تک وہ خالص خدائے تعالیٰ کے لئے نہ کرے۔

پس اسی طرح بہشت بھی وہی پاتا ہے جو خدا کو چاہتا ہے اس لئے ہر انسان مسلمان کو چاہئے کہ کسی درجہ یا بہشت کی خاطر عبادت نہ کرے۔ محض مولا کیلئے ادا کرے۔ اس واسطے طالب خدا کل محبت دنیا و عقبیٰ سے جدا ہو کر ایک مولےٰ کو چاہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

حدیث طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ یعنی طالب دنیا کا مخنث ہے اور طالب بہشت کا عورت ہے اور طالب مولیٰ کا مرد ہے۔

گو مخنث سے عورت اچھی ہے۔ لیکن مرد ہر دو سے افضل تر ہے۔ اس واسطے مرد پر دونوں مقام کی طلب و خواہش حرام ہے۔

حدیث اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَھُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ یعنی دنیا حرام ہے اہل بہشت پر اور بہشت حرام ہے اہل دنیا پر اور دونوں کی محبت حرام ہے اہل اللہ پر

پس عارف فرماتے ہیں کہ محبت دنیا کی حرص نفسانی ہے۔ اور بہشت کی طلب آرام جسمانی ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں۔ تب محبت حقانی ہے۔ اس واسطے طالب مولیٰ پر کل محبت ماسوا اللہ ناروا ہے۔ بیت

کس نہ کردہ ترک سہ عارف نہ شد　　ترکِ دنیا ترکِ عقبیٰ ترکِ خود

اور اس مقام پر حضرت امیر علیہ السلام بھی یوں فرماتے ہیں۔ قولِ علی علیہ السلام وَاللّٰہِ مَاعَبَدْتُکَ خَوْفًا مِّنَ النَّارِ وَلَا طَمْعًا فِیْ جَنَّتِکَ وَلٰکِنْ وَجَدْتُکَ یعنی قسم ہے اللہ کی نہیں عبادت کی میں نے خوف دوزخ کے اور نہ واسطے طمع بہشت کے مگر کی ہے صرف تیرے پانے کے لئے۔

پس خدا کا پانا اور اس کی عبادت کا یہی معنی ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ اور دل کا تصفیہ کرے۔ اس کو ایسا مصفا بنائے کہ وہ خاص دیدار یار کا آئینہ ہو جائے۔ تب وصال میں رتبہ کمال ہے۔ کیونکہ جب بندہ ایک مولا کا واصل ہے۔ پھر تو درجات و کرامات اور بہشت وغیرہ بھی سب کچھ حاصل ہے۔ چنانچہ

نقل ہے کہ ایک بادشاہ کے چند حرم دلپسند تھے۔ مگر ایک عورت سے محبت نہ تھی۔ کسی نوروز میں بادشاہ خوش و شاد ہو کر حسب مراد ان کی سب عورتوں کو زیورات وغیرہ انعام دیا۔ آخر اس مسکین سے فرمایا۔ کہ اے غلام تو بھی انعام مانگ۔ اس نے کہا کہ قبلہ عالم میں آپ کا سب کچھ کھاتی ہوں اور دعا دیتی ہوں۔ جب دوبارہ فرمایا۔ تو اس حق شناس نے التماس کی۔ کہ جہاں پناہ یہ پر خطا جو مانگے گی سو عطا ہو گا۔ فرمایا کہ ہاں۔ جب تین بار شاہی اقرار ہوا۔ تو اس غریب نیک نصیب نے کہا۔ کہ پس میں ایک حضور ہی کو چاہتی ہوں۔ تو جب بموجب عہد و پیمان کے اس پر بادشاہ مہربان ہوا۔ تو معہ ان سب عورات وغیرہ تمام بادشاہی اس کے قبضہ میں آئی۔

پس اسی طرح ہر طالب خدا کو چاہیے۔ کہ تمام خواہش زن و فرزند مال و عیال دنیا و عقبیٰ وغیرہ سے تارک و جدا ہو کر محض ایک مولیٰ کی محبت میں مبتلا ہو۔ تو پھر ہر دو جہان بہشت وغیرہ سب اس کے زیر فرمان ہیں۔

فصل ۴

در توبہ ور حمتِ الٰہی

سوال۔ بعض فقیر اہل حال دوازدہ سال یا زیادہ کلام نہیں کرتے۔ اور اکثر طعام نہیں کھاتے' یا سر و پاؤں سے برہنہ رہتے ہیں۔ کہ جن کو روزہ کہتے ہیں۔ مگر شرع میں اس طرح کا کوئی حکم مقرر نہیں۔ جواب۔ فقراء میں بھی یہ امر کوئی واجب الادا نہیں۔ لیکن بعض اولیاؒ عاشق کبریا خوف و محبت خدا کے سبب اس طرح نفس کو سزا دیتے ہیں۔

چنانچہ **نقل** ہے کہ خواجہ حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے کوئی سخن بیہودہ بولا۔ تو ایسا خوف آیا۔ کہ پھر تمام بیس برس کلام نہ کی۔

نقل ہے۔ کہ کسی بزرگ کو غسل کی حاجت ہوئی۔ نفس نے کہا کہ اس وقت بہت سردی ہے۔ دن چڑھے نہانا۔ پس اس ذلیل میں نفس کو ایسا ذلیل کیا۔ کہ پھر اسی وقت نہایا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک سعید کی بالاخانہ پر نظر پڑی۔ جس سے ایک عورت صاحب جمال کو نفسی خیال سے دیکھا۔ پس عہد کیا کہ اب کبھی اوپر نہ دیکھوں گا۔ سو جب تک زندہ رہا آنکھ اوپر نہ کی۔

نقل ہے کہ تمیم انصاریؓ کسی رات کو سو گئے۔ وقت عبادت کا نوت ہوا۔ پھر قسم کھائی۔ کہ ایک برس تک رات کو نہ سوؤں گا۔ چنانچہ ویسا ہی کیا۔ پس اس کام کا نام توبہ ہے کہ جس کے سبب سے گناہ دور قرب حضور ہوتا ہے۔

چنانچہ عارف فرماتے ہیں کہ آدمی کا دل اصل میں ایک پاک گوہر ہے۔ اور وہ آئینہ کی مثل ہے۔ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہی کا نقطہ اسکے دل کے آئینہ پر جم جاتا ہے۔ پھر وہ بہت سی سیاہی بن کر تمام دل پر لپٹ جاتی ہے۔ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اس توبہ اور اطاعت کے انوار اس سیاہی کو ہٹا دیتے ہیں۔ پھر وہ دل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جس طرح میلا کپڑا صابون لگا کر دھونے سے صاف ہو جاتا ہے۔ اور جب گناہ سے توبہ

نہیں کرتا' اور باز نہیں آتا۔ تو پھر وہ سیاہ نقطہ کا رنگ بڑھتا بڑھتا دل پر اس طرح سرائیت کر جاتا ہے کہ پھر علاج پذیر نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ دل توبہ کر سکتا ہے۔ اگر منہ سے توبہ بھی کرتا ہے تو بھی دل قبول نہیں کرتا۔ معاذ اللہ۔

اس لئے توبہ دو دستور سے مشہور ہے ایک صادق دوم کاذب۔ کاذب وہ ہے کہ زبان پر توبہ اور دل لذت گناہ میں مبتلا ہو۔ سو اس توبہ سے توبہ کرے۔ اور صادق وہ ہے جو گناہ ہوتے ہی شتابی دل و زبان سے توبہ ادا کرے یعنی اقرار بزبان و تصدیق بدل۔ کہ ظاہر گناہ کی توبہ ظاہر بیان کرے۔ اور اگر باطن ہو تو مخفی پشیمان رہے۔

توبۂ خالص

مگر ان بد اعمال کی طرف پھر کبھی خیال نہ کرے' تو یہ توبہ خالص ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو توبہ کرو طرف اللہ کی توبہ خالص۔

پس خالص توبہ کی فضیلت و شان میں حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کا قصہ عیاں ہے۔

حکایت ہے کہ امام فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ پہلے راہزنی کرتے تھے۔ مگر جو چیز لوٹتے۔ نام اس چیز اور چیز والے کا لکھ لیتے۔ ایک دن اس راہ پر ایک قافلہ گزرا۔ اس میں ایک حافظ قرآن تھا۔ وہ یہ آیت باآواز بلند پڑھتا جا رہا تھا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (ترجمہ) یعنی کہو اے محمدؐ اے میرے بندو جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنے نفسوں پر میری رحمت سے بے امید نہ ہوں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ بخشے گا گناہ تمہارے کیونکہ وہی اللہ ہے بخشنے والا اور رحم کرنیوالا۔

جب اس آیت شریفہ کی آواز فضیلؒ کے کان میں پہنچی۔ تو دل ان کا نرم پڑ گیا۔ اور سلسلہ ازلی جنبش میں آیا۔ نزدیک اس حافظ کے آئے۔ کہا کہ خدا تعالیٰ مجھ جیسے آدمی راہزن بدکار کو بخش دیگا۔ حافظ نے کہا۔ جب تک زندگی ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ حق

تعالٰی وعدہ فرماتا ہے کہ جو خالص توبہ کے ذریعے میری بارگاہ میں آویگا۔ وہ ضرور بخشا جاویگا۔ پس حضرت فضیلؒ نے اس حافظ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور اس نے توبہ کی تلقین کی۔ تو حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ ان چیزوں کے مالکوں کے پاس جاتے کہ جن کا نام لکھ رکھا تھا۔ ان کو خوش کیا۔ اور سب کو پہنچا دیا۔ مگر چند دینار ایک یہودی کے رہ گئے جو موجود نہ تھے۔ اس کے پاس گئے اور خوشنودی چاہی۔ لیکن وہ خوش نہ ہوتا تھا۔ آخر یہودی نے کہا۔ کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے۔ کہ اگر کوئی تائب امت محمد علیہ السلام سے ہاتھ خاک پر مارے۔ تو سونا ہو جائے۔ یہودی نے ایک برتن ٹھیکریوں سے بھرا اور حضرت فضیلؒ کے ہاتھ میں دیا۔ پھر انہوں نے اس یہودی کے ہاتھ میں دیا۔ دیکھا تو ساری ٹھیکریاں سونا ہو گئیں۔ پس وہ یہودی معہ اپنے خاندان کے مسلمان ہوا۔ اور ہمارے رسولؐ مقبول کا دین قبول کیا۔ سچ توبہ کرنیوالے میں اتنی تاثیر ہو جاتی ہے کہ اس کے ہاتھ سے خاک بھی سونا بن جاتی ہے۔

اور بھی تائب ہونیوالے پر تو خدا تعالٰی اہل سجود سے بھی زیادہ خوشنود ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالٰی اپنے ایماندار بندہ توبہ کنندہ پر اس مرد سے بھی زیادہ تر خوش ہوتا ہے جو ایک جنگل بیابان ہلاکی کے مکان میں اترا۔ اس کے ساتھ سواری تھی۔ جس پر اس کا کھانا و پینا تھا۔ سو وہ مرد زمین پر سو رہا۔ جب جاگا تو سواری نہ پائی اس کا متلاشی ہوا۔ یہاں تک کہ اس کو گرمی و پیاس کی شدت نے بہت تنگ کیا۔ آخر لاچار ہو کر کہا۔ کہ اے دل پھر چل اسی مکان میں کہ وہاں تو جان دوں۔ سو اس نے اسی جگہ آکر سر اپنا کلائی پر رکھا۔ پھر دیکھا۔ تو معہ سب مقصود سواری موجود ہے۔ تو وہ اپنی مراد پا کر بہت ہی خوش و شاد ہوا۔

پس خدا توبہ کرنے والے پر اس سے بھی دوچند رضامند ہوتا ہے۔ اگرچہ بندہ کیسا ہی گناہوں میں مجبور ہو۔ تو بھی حق تعالٰی توبہ منظور فرماتا ہے۔

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا گنہگار زانی بدکار تھا۔ جب اس نے اپنے برے کاموں سے توبہ کرنی چاہی۔ تو ایک عابد کے پاس گیا۔ کہا کہ میں بہت بدکار گنہگار ہوں۔ یہاں تک کہ سو آدمی کو بھی قتل کیا ہے۔ اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا

نہیں۔ اس نے کہا۔ ہاں مگر اس شرط پر کہ تو اپنے اس مکان سے کہ جو محل خون و فساد کا ہے نکل جائے اور فلاں شہر میں کہ وہ اچھے لوگوں کی جگہ ہے اس میں جائے تو تیری توبہ قبول ہو جائیگی۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ جب دونوں مکانوں کے درمیان آیا۔ تو قضاء الٰہی وہ شخص مرگیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ تو میری ولایت میں ہے۔ خداوند کریم کا حکم ہوا۔ کہ اس زمین کی پیمائش کرو۔ جب پیمائش ہوئی تو اچھے لوگوں کی زمین سے ایک بالشت قریب اس کو پایا۔ عذاب کے فرشتے ہٹ گئے اور رحمت کے فرشتے اس کی جان لیکر آسمان پر چڑھ گئے۔

سبحان اللہ خداوند کریم دانا ترحکیم اپنے بندہ پر کیسا رحیم ہے۔

نقل ہے کہ شہر بصرہ میں شعوانہ نام ایک عورت اپنے بداعمال کو چالیس سال سے استعمال کرتی تھی۔ کہ ان بدکردار سے بہت مالدار ہو کر بدکاری و خواری میں دور تک مشہور تھی۔ ایک روز معہ لونڈیوں کے راہ پر چلی جاتی تھی۔ تو ایک طرف سے دراز گریہ زاری کا آواز سنا۔ تو ایک خادمہ کو دریافت حال کے لئے روانہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد دوسری کو ارشاد کیا۔ یہاں تک کہ سب کو بھیج دیا۔ مگر جو جاتی وہ پھر نہ آتی۔ آخر شعوانہ خود روانہ ہوئی۔ تو آگے ایک بزرگ وعظ کرتا تھا۔ جس کی تقریر میں وہ تاثیر تھی۔ کہ اکثر آدمیوں میں گریہ و زاری کا آواز جاری تھا۔ جب شعوانہ نے بھی دوزخ کا عذاب و قیامت کا حساب سنا تو پشیمان ہو کر آہ و نالہ سے عرض رساں ہوئی۔ کہ اے مقبول اگر اب میں خدا کی طرف رجوع کروں۔ تو میری توبہ قبول ہو گی یا نہ۔ کیونکہ میں بدکار نہایت گنہگار ہوں۔ فقیر نے یہ نظیر فرمائی۔ اگر تو شعوانہ جیسی بدکار ہو تو بھی پروردگار توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر وہ بولی۔ کہ وہی تو عام میں ہوں۔ مگر تم گواہ ہونا۔ کہ اب میں توبہ کرتی ہوں ہر گناہ سے خدا کی بارگاہ میں کہ کبھی گناہ پر نیت بدخواہ نہ کرونگی۔ پس توبہ کے بعد سب لونڈیوں وغیرہ کو آزاد کر کے یاد الٰہی میں ایسی شاد ہوئی۔ کہ پھر چالیس برس زندہ رہی۔ لکھتے ہیں کہ پھر اس کی بزرگی نے دور تک ظہور پکڑا۔

پس توبہ گناہ و غضب خدا کو اس طرح مقصود ہے جیسا پانی میں آگ نابود ہے۔ اس واسطے حضرتؐ نے فرمایا ہے۔

حدیث لِکُلِّ شَیْءٍ حِیْلَۃٌ وَ حِیْلَۃُ الذُّنُوْبِ تَوْبَۃٌ یعنی ہر چیز کا حیلہ ہے اور گناہوں کا حیلہ توبہ ہے۔ غرض توبہ ہر مرض گناہ کے لئے عمدہ دوا ہے۔

نسخۂ مرضِ معصیّت

نقل ہے کہ ایک فقیر مجذوب اہل قلوب سے کسی نے مرض معصیت کا علاج پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صدق کا بیج۔ خوف کی جڑ۔ حیا کا مغز۔ پشیمانی کے پتے۔ عجز کا پوست بوزن برابر توکّل کے کونڈے میں کوٹ کر اول راہ نما کی نبات کو بیہودی کے دیگچہ میں حلم کا پانی ڈال کر آتش شوق کا جوش دیوے۔ تاکہ صبر کے قوام میں تمام ادویہ پا کر ہر حال اس مفرح کی استعمال کرے۔ لیکن ان اشیاء سے پرہیز کرنا روا ہے۔ یعنی ہستی کی غذا حرص و طمع کی ہوا غصہ و غرور کی تلخی سے دور حسد و بغض کی ترشی نہ کھائے۔ اور کذب وغیرہ کی قبضی سے آپ کو بچائے۔ تو بفضل خدا مرض معصیت سے شفا پائیگا۔ مگر نفسی غذا کے فتور سے ہمیشہ توبہ کے مسہل ضرور چاہئے۔ کیونکہ سب گناہ کے مواد خارج ہوتے رہیں۔

اور خطا سے کوئی بشر خالی نہیں ہے خواہ کافر ہو خواہ منافق خواہ مومن خواہ اہل شریعت خواہ طریقت غرض خطا سے کوئی جدا نہیں ہے۔ اس واسطے توبہ سب پر فرض ہے۔ کافر پر فرض ہے کہ وہ کفر سے توبہ کرے۔ اور فاسق پر فرض ہے کہ وہ خطا سے بچ کر مومن ہو جائے۔ اور مومن پر فرض ہے کہ وہ ابرار ہو جائے۔ اور اس پر فرض ہے کہ وہ مقرب ہو جائے۔ اور مقرب پر فرض ہے کہ وہ واصل ہو جائے۔ اور واصل بھی ہر اوقات دن رات غفلت کا خوف رکھے۔ اور بھی ہر رستہ پر چلنے والا کسی مقام میں مقیم ہو جائے تو وہ گناہ ہے اس سے توبہ کرے اور آگے چلنا چاہئے۔ کیونکہ جس مرتبہ میں ہے اس سے اور مرتبہ برتر ہے اس واسطے اس کو آگے چلنا فرض ہے۔ ورنہ سلوک سے رہ جائیگا۔ تب ہی تو نیک لوگوں کی نیکیاں مقرب لوگوں کے گناہ ہیں۔ کیونکہ نیک لوگ گو خدا کے لئے عمل کرتے ہیں۔ مگر دل میں ثواب کی بھی طمع ہوتی ہے۔ اور مقرب لوگ خاص اس کی ذات کے واسطے عمل کرتے ہیں۔ ثواب پر کچھ نظر نہیں کرتے۔ اگر وہ کریں۔ تو

ان پر گناہ ہے، اس سے توبہ استغفار کریں۔ اور توبہ استغفار بھی براندازہ گناہ کے ہے۔ یعنی جس قدر گناہ کا مقدار ہو۔ اتنا ہی توبہ استغفار بسیار کرے۔

اس واسطے حضرتؐ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تربیت فرماتے تھے۔ حدیث اَسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ فَاِنِّیْ اَسْتَغْفِرُہٗ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ یعنی تم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ اس لئے کہ میں ہر روز اس سے سو بار مغفرت مانگتا ہوں۔ پس اسی پر اندازہ کرلیں۔ کہ جب ہمارے حضرتؐ پاکدامن ہر روز اس قدر استغفار کرتے۔ تو ہم کو کتنا اور زیادہ کرنا چاہئے۔

اور بھی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب آدمی صبح کو سوتا اٹھے۔ تو توبہ کرتا اٹھے۔ اور جب شام کو سوئے۔ تو توبہ کرتے سوئے۔

خاص توبہ

اور خاص توبہ کی مراد یہ ہے کہ ہر خواہش و محبت سے آزاد ہو کر ایک خدا پر فدا ہونا۔

چنانچہ حدیث اَلتَّوْبَۃُ ھُوَ الرُّجُوْعُ اِلَی اللّٰہِ عَمَّا سِوَی اللّٰہِ عَنْ کُلِّ مَطْلُوْبٍ کَمَا ھُوَ الْمَیِّتُ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ توبہ رجوع کرنا ہے طرف اللہ تعالیٰ کے اور جو کچھ سوا حق تعالیٰ کے ہے، وہ سب مردہ و بیسود سمجھتا ہے۔

اور بھی وصال خدا کے دو بنا ہیں۔ ایک محبت دوسری توبہ۔ جیسا اول محبت نہ ہو۔ تو گوشہ نہیں ہوتا پھر بغیر گوشہ خاموشی نہیں ہوتی۔ اور بجز خاموشی ذکر نہیں۔ جب تک ذکر کمال نہ ہو۔ تو حق کی وصال نہیں ہوتی۔ اسی طرح توبہ کے سوا نفس گمراہ ہے۔ اگر نفس کا تزکیہ نہ ہو۔ تو دل کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ اور بغیر صفائی دل کے روح روشن نہیں ہوتا۔ پھر جہاں تک روح کی روشنائی نہ ہو۔ تو وصل الٰہی نہیں ہوتا۔

پس ہر کس کو چاہئے۔ کہ وجود میں ہمیشہ توبہ اور محبت کو موجود رکھے۔ کیونکہ ان دونوں کے سوا ہرگز وصل خدا نہیں ہوتا۔

اور بھی جان کہ توبہ کے دو اجزا ہیں۔ اول خوف خدا، دوم حیا۔ کہ ان کے سوا توبہ ادا نہیں ہوتی۔ اور ہر وقت طالب خدا پر خوف الٰہی تو اس طرح غالب رہتا ہے۔

خوفِ خدا

چنانچہ

نقل ہے کہ بخارا میں ایک فقیر دریا کے کنارے پر وضو کرتا تھا۔ ایک سیب بہتا ہوا آیا۔ جب فقیر نے کھایا۔ تو فوراً یہ خیال آیا۔ کہ یہ غیر کا حق تھا۔ کل قیامت کے حساب میں کیا جواب دونگا۔ خوف کے سبب دریا کے کنارہ پر چلا۔ کہ کہیں مالک ملے۔ تو حق بخشاؤں۔ کچھ مسافت کے بعد عین دریا کے کنارے پر ایک باغ دیکھا تو باغبان کو حال بیان کیا۔ اس نے کہا۔ اس باغ کا مالک بلخ میں ہے تو فقیر نے اپنے دل کو یہ نظیر فرمائی۔ کہ بلخ کا جانا آسان ہے' دوزخ کے جانے سے' یہ کہتا ہوا بصد مشکل بلخ میں پہنچا۔ تو پھر مالک باغ کا پتہ کوفہ میں پایا۔ یہ سنتے ہی غمگین ہو کر پھر دل کو تسکین دی۔ اور کہا رباعی

دلا راہ مشکل کا مت کر خیال سمجھ اپنا مقسوم رنج و ملال
کہ یہ عیش دنیا تو اک لحظہ ہے مگر ہے حشر کی مصیبت محال

آخر اوقات غم و مصیبت کے ساتھ کوفہ میں پہنچ کر مالک باغ سے ملاقات کی۔ اول سے آخر تک سب بیان عیاں کیا۔ سوداگر سُن کر دل میں نہایت حیران ہوا۔ کہ اس نے کیا خوف خدا کو ادا کیا ہے۔ پس اس نے کہا۔ کہ اے شخص مالک باغ کی میری دختر ہے۔ اب تو کھانا کھا۔ میں اس سے حق بخشوا دونگا۔ جب وہ پھر سے گھر باہر آیا۔ تو کہا کہ وہ کہتی ہے۔ میں تب معاف کرتی ہوں کہ جب میرے ساتھ نکاح کرے۔ نہیں تو ہرگز نہ بخشونگی۔ اور یہ بھی سن۔ کہ اس میں تین عیب ہیں۔ ایک تو اندھی ہے' دوسرا بہری' تو تیسرا ہاتھ پاؤں سے لنجی ہے۔ پھر فقیر نے بہت دلگیر ہو کر اپنے دل کو سمجھایا۔ کہ اے پُرقصور اب تجھ پر حیاتی کی مصیبت آئی ہے' منظور کر۔ یہ زندگی تو دن چار ہے' گزر جائیگی۔ قیامت کا عذاب نہایت دشوار ہے۔ آخر لاچار ہو کر اس نے اقرار کیا۔ کہ اگر وہ سیب کا خطا بخشا جائے۔ تو یہ سب دنیا کے غم و رنج مجھ کو قبول ہیں۔

پس نکاح کے بعد جب ایک جگہ ہوئے۔ تو دیکھا کہ لڑکی آنکھ و کان اور ہاتھ پاؤں سے تندرست ہے۔ بلکہ حسن و جمال میں نہایت کمال بےمثال ہے۔ تو وہ پریشان پھر حیران

ہو کر رونے لگا۔ تاکہ آہ و نالہ سن کر سوداگر آیا۔ پوچھا۔ تو بولا۔ کہ میں غریب اپنے نصیب کو روتا ہوں۔ کہ ان رنج و بلا کی تو کچھ پرواہ نہ تھی۔ مگر ایسے جھوٹوں کے ساتھ میرا بھی کہاں تک دامن پاک رہیگا۔ وہ بولا۔ اے صاحب دین آفرین ہے تجھ کو۔ مگر میرا کہنا بھی جھوٹ نہیں۔ صحیح ہے۔ یہ آنکھوں سے تو اس طرح اندھی ہے کہ اس نے ہرگز غیر محرم کو نہیں دیکھا۔ اور کانوں سے بہری اس طرح ہے کہ سوا کلام الہٰی کے واہی تباہی نہیں سنتی۔ اور کسی ناروا چیز کو ہاتھ نہیں لگاتی۔ اور نہ گھر سے قدم باہر لے جاتی ہے۔ اس واسطے میں نے عہد کیا تھا۔ کہ اس لڑکی عصمت پناہ کا نکاح کسی مرد صالح کے ساتھ کرونگا۔ کہ میرے گھر میں یہی لڑکی تھی۔ اے ایماندار نیک کردار، اب اس گھربار سب کا تُو مختار ہے۔

اس اثنا میں غیب سے ندا آئی۔ کہ اے بندے تو نے مجھ سے ڈر کر اتنا حیلہ کیا ہے۔ سو اسقدر تو میں نے تجھے دنیا میں اجر دیا ہے۔ اور عقبیٰ کا ثواب تو بیحساب بخشونگا۔ پس طالب مولا نے یہ ندا سن کر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

سبحان اللہ خوف اللہ اسی کا نام ہے کہ جس کا دوجہان میں فیض عام ہے۔ اسی واسطے حضرتؐ نے حدیث شریف میں فرمایا ہے۔ کہ مومن گناہ کو پہاڑ کے برابر اپنے سرپر دیکھتا ہے۔ اور ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے۔ کہ کہیں گر نہ پڑے۔ اور منافق اس گناہ کو ایسا سمجھتا ہے، جیسا کہ ناک پر مکھی بیٹھی اور اُڑ گئی۔

پس جب خوف الہٰی دل میں آجائے تو پھر بندہ توبہ کرنے میں دیر نہ لگائے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے بندے میرے یہی وقت ہے۔ دیر نہ کر توبہ کرنے میں۔ کیونکہ ناگاہ قاصد موت کا پہنچیگا۔ تو پھر یہ عمر پیاری نہ رہے گی۔ یہ عورت فرزند و مال دوست دار گھربار سب چھوڑ جاؤ گے۔ آخر ناگاہ موت آنی ہے۔ یعنی اگر اب بندہ گناہوں سے بذریعہ توبہ باز نہ آئے گا۔ تو بوقت موت کوئی حیلہ پیش نہ جائیگا۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کی توبہ نہیں ہے، جو کرتے

جاے ہیں برے کام یہاں تک کہ سامنے آئی ایسے کسی کو موت تو کہنے لگا۔ میں نے توبہ کی۔

یعنی اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اب کھلا ہے۔ جس کا جی چاہے عنایت الٰہی سے گزر جائے۔

بابِ توبہ

حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے۔ اس کی چوڑائی ستر برس کی راہ ہے۔ وہ توبہ کیلئے اس وقت تک کشادہ ہے۔ کہ جب تک آفتاب مغرب سے نہ نکلے گا۔ بند نہ ہو گا۔ دیکھو خداوند کریم کی مہربانی اور بندے کی نافرمانی کہ وہ کس طرح شفقت فرماتا ہے۔ اور یہ کچھ بھی خیال میں نہیں لاتا۔

اور بھی حدیث میں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب ابلیس ملعون ہوا۔ تو کہا کہ مجھے تیری عزت و جلال کی قسم کہ جب تک آدمی کے بدن میں جان ہو گی۔ میں اس کے دل سے کبھی باہر نہ نکلوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ جب تک ان کے بدن میں جان ہو گی۔ میں بھی توبہ کا دروازہ ان پر کبھی بند نہ کرونگا۔

اور بھی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو گناہ سے توبہ کرتا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ پس بندہ توبہ استغفار کا ذکر بے شمار کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت حقوق ہیں۔ کوئی ایسا نہیں جو اس کے حقوق ادا کر سکے۔

چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب بندہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے میں نے تجھے پاک تر پیدا کیا۔ اور تیری عمر بطور امانت دی ہے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ مرتے وقت وہ تو مجھے کس طرح دیتا ہے۔ پھر جب بندہ مرنے لگتا ہے تو پروردگار فرماتا ہے۔ کہ اے بندے تو نے میری امانت کو کیا کیا۔ اور کس طرح رکھا۔ اگر تو نے اچھی طرح رکھا ہے۔ تو اس کے عوض بہشت موجود ہے۔ اگر اس کو ضائع کیا۔ تو پس تیار ہو کہ دوزخ تیرے انتظار میں ہے۔

غرض اسی واسطے ہر وقت و ہر دم توبہ کرنی فرض ہے۔

حیا

دوم حیا وہ ہے کہ جیسا انسان کے روبرو دیکھنے سے آدمی برا کام نہیں کر سکتا۔ تو اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بندہ گناہ کرنے میں خدا سے حیا کرے۔ کیونکہ وہ ظاہر و باطن دانا و بینا ہر وقت حاضر حضور محرم الصدور ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ جب مومن قصد گناہ کا کرتا ہے۔ پھر خدا کے خوف سے باز رہتا ہے۔ اور حیا خالق کے واسطے اس کو نہیں کرتا۔ تو قیامت میں وہ ہمراہ یوسف علیہ السلام کے اٹھایا جائیگا۔ اور ان کے ساتھ بہشت میں داخل ہو گا۔ اس واسطے کہ جب زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق اور محبت کی نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا قصد کیا۔ پھر خوف خدا کے سبب حضرت یوسفؑ نے اس خطا سے آپ کو ہٹا رکھا۔ زلیخا نے کہا۔ اے یوسفؑ اگر تو میرا کہا نہ مانیگا۔ اور میری مراد حاصل نہ کریگا۔ تو سخت قید میں پڑیگا۔ تب یوسف علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ کو وہ قید خانہ دوست تر اور پسند ہے۔ اس بات سے کہ جسکی طرف یہ مجھ کو بلاتی ہے اگر تو نہ بچائیگا مجھ کو اس کے مکر سے تو میں ہو جاؤں گا اس کی طرف راغب۔ پھر ہو جاؤں گا جاہلوں سے۔ یہ قصہ طول قرآن میں منقول ہے۔

پس طالب مولا حیا خدا کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ

نقل ہے کہ ایک عابد حجرہ میں ہمیشہ عبادت کرتا تھا۔ تو ایک عورت ہار سنگار لگائے حجرہ کے دروازہ پر آئی۔ تو وہ عابد نفسی ارادہ سے عورت پر آمادہ ہوا۔ اس نے کہا۔ اے فقیر کچھ تو خدا سے شرم کر۔ پس فقیر کو شرم کی وہ تاثیر ہوئی۔ کہ وہاں دروازہ میں بیٹھ گیا۔ جو پاؤں باہر تھا۔ پھر اندر نہ کیا۔ تاکہ جاڑے و گرمی میں وہ خشک ہو گیا۔ جب لوگ پوچھتے تو فرماتے کہ یہ پاؤں حجرہ کے لائق نہیں رہا۔

پس فقیر کی خاص توبہ اس تدبیر سے ہے۔ کہ نفس شرع میں مجبور سب نہی سے دور ہے۔ اور دل ہر غیر خیال سے بے زوال ایک محبت خدا میں مبتلا ہو۔ اور روح کا وہ رجوع

ہو کہ اپنی ہستی سے گزر جانا وجود سے نابود رہنا تب حاصل مقصود ہے۔

مُلکِ وجود

اور بھی جان کہ ملکِ وجود میں دو بادشاہ مخالف موجود ہیں۔ ایک دل دوسرے نفس۔ ان دونوں کے درمیان نیت مشیر۔ زبان وزیر ہے۔ جن کے محکوم یہ سب اعضا مرقوم ہیں۔ یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ چشم۔ گوش۔ ناک وغیرہ اور اس دربار کے دو اور سپہ سالار ہیں۔ ایک شیطان جو نفس کا یار مددگار ہے۔ دوم توبہ جو دل کا غمخوار ہے۔ پس نیت کا مشیر جس کو چاہتا ہے وہ فوراً حاضر ہو کر اپنے رفیق کے شامل ہو جاتا ہے۔ اگر شیطان بدخواہ نفس کے ہمراہ ہوا۔ تو اول زبان سب غیرو نہی کے کام پر رواں ہوتی ہے۔ پھر سب اعضا اپنے اپنے تعلق کے بدکام انجام کرنے لگتے ہیں کہ جس سبب شہنشاہ کے غضب سے بندہ جہنم کے عذاب میں خراب ہوتا ہے اور جب نیت نے توبہ کو چاہا۔ تو وہ ایسا جوان ہے کہ آتے ہی نفس اور شیطان کو پشیمان کر کے سب اس کی سلطنت ویران کر دیتا ہے۔ تو پھر غیر فرار ہونے سے دل کی سلطنت نے اس طرح قرار پکڑا۔ کہ زبان نے تو ہر جا فرمان الٰہی جاری کئے۔ تاکہ بجز ذکر پروردگار کے کوئی اذکار نہ رہا۔ پھر ہاتھ و پاؤں نے عبادت خدا کے سوا غیر کی طرف تحرک نہ کیا۔ کہ آنکھ مشاہدہ و لقا خدا کے سوا ہر غیر دیکھنے سے جدا ہو گئی۔ اور گوش سب غیر سننے سے فراموش ہو کر ہر آزاد میں یار کا راز پایا۔ تاکہ ناک بھی غیر بو سے پاک ہو کر محض توحید کی ہوا میں مبتلا ہو۔

پس فقرا تو اس بنا سے ہر اعضا کی توبہ ادا کرتے ہیں جس سے واصل خدا ہو جاتے ہیں۔

رحمتِ الٰہی

اور بھی ہر حال میں اہل کمال کو چاہئے۔ کہ اپنے اعمال پر بخشش کا خیال نہ کرے محض رحمت پروردگار کا طلبگار رہے۔ چنانچہ

حدیث اَلْمُذْنِبُ الرَّاجِیْ خَیْرٌ مِنَ الْعَابِدِ الْمُقْنِطِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ گنہگار جو فضل خدا کا امیدوار ہے وہ بہتر ہے اس عابد سے جو ناامیدی رکھتا ہے رحمتہ الٰہی

سے

دیگر حدیث میں ہے کہ کسی کو اپنا عمل بہشت میں نہ لے جائیگا۔ اور نہ اس کو دوز
سے بچاویگا۔ سوا رحمت الٰہی کے۔

پس کیسا ہی عمدہ کردار ہو۔ کچھ اعتبار نہیں محض رحمت الٰہی پر مدار ہے۔ اگرچہ بند
بہت گناہوں کی قید میں ہو۔ تو بھی رحمت سے بے امید نہ ہو۔ کیونکہ گناہ کی مقدار سے خدا
کی رحمت بے شمار ہے۔

حدیث رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَّا قَضَی الْخَلْقَ کَتَبَ عِنْدَہٗ فَوْقَ عَرْشِہٖ
اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مقرر جب خدا
نے خلق کو پیدا کیا۔ تو عرش پر اپنے پاس لکھ رکھا کہ میری رحمت آگے بڑھ گئی میرے
غصہ و غضب سے۔

چنانچہ خزینۃ الجلالیہ میں نقل ہے کہ نیشاپور میں ایک شخص بت پرستی میں ا
مست کہ اپنا مال و اشیا سب بُت پر فدا کر کے دن رات اسکی خدمت میں رہتا تھا۔ تو ناگ
کسی سخت مصیبت میں مبتلا ہوا۔ پس وہ بیکس بت کے آگے دست بستہ ہو کر بہت رویا
کہ اے معبود میں ستّر سال با محبت کمال تیری خدمت و سجود میں رہا۔ لیکن آج تک کوئی
سوال نہیں کیا۔ سو آج اس حق کے عوض یہ میری حاجت روا کر۔ غرض اسی طرح پکار کر
ستّر بار سنایا۔ مگر بُت سے تو کوئی جواب تک نہ پایا۔ جب اس قید جہالت سے بے اب
ہوا۔ تو دل میں نہایت پشیمان ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا۔ آخر کار شرمسار ہو کر ایک با
کہا۔ یا صمد تو اسی اثنا میں دو مرتبہ ندا آئی۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ یعنی میں حاضر ہوں میں
حاضر ہوں تیرے اے بندے میرے۔ تو اس سے سب فرشتے حیران ہو کر عرض رسا
ہوئے۔ کہ اے پروردگار اس بدکار نے تو تمام عمر بت کے پیار میں گزار دی۔ کہ جس کے
آگے ستّر مرتبہ رویا۔ پھر جواب سے بھی ہاتھ دھویا۔ کہ ایک بار کی پکار سے تیری رحمت
بخشش کو تیار ہے۔ فرمان ہوا۔ کہ اے فرشتاں غیر کی التجا اور میری بارگاہ کا یہی تو فر
ہے۔ کہ غیر کی طرف تمام عمر التجا کرے۔ کبھی مقصود نہ پائیگا۔ اور میری بارگاہ میں جب
آئیگا۔ بخشا جائیگا۔ چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ رباعی

گر گبرو یہود و بت پرستی باز آئی ۔۔۔ باز آئی ہر آنچہ ہستی باز آئی
چو رحمت ما بہر گناہگاران است ۔۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آئی

اور حدیث شریف میں ہے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا تعالٰی
کی سو رحمتیں ہیں۔ جن میں سے ایک رحمت تمام مخلوق میں عام ہے کہ جس کے سبب
سب لوگ آپس میں الفت و محبت کرتے ہیں۔ باقی ننانوے رحمتیں دن قیامت کے واسطے
ہیں۔

جیسا روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کے اعمال نیک و بد میزان میں
برابر آویں گے۔ تو اس کو حکم ہو گا۔ کہ ایک نیکی کسی سے مانگ کر لے آ۔ جو وزن نیکی
تیری کا زیادہ ہو۔ جس سے تیری بخشش ہو۔ تو وہ ہر ایک کے پاس جاوے گا یہاں تک کہ
اپنے ماں باپ سے بھی ناامید ہو کر آویگا۔ تو اس میں ایک اور شخص جس کے اعمالنامہ میں
فقط ایک ہی نیکی ہو گی۔ وہ جوان اس کو حیران دیکھ کر کہے گا۔ کہ اے بھائی میرے پاس تو
ایک ہی نیکی ہے۔ اس سے میرا کیا ہو گا۔ وہ میں تجھے دیتا ہوں۔ کہ تیرا تو بھلا ہو۔ میرا
مالک اللہ رحیم کریم ہے جو چاہے گا۔ سو کریگا۔

پس اس بات سے خدا کی ذات کریمی جوش میں آکر اپنی رحمت کی صفات سے دونوں
کو بخش دیگی۔ غرض پروردگار کی رحمت کا بحر بے کنار ہے۔ جس کا معافی کے لئے تو ایک
قطرہ بھی کافی ہے۔

فصل ۵

در فرائض ظاہر و باطن و عبادات

سوال — بعضے فقیر طریقت پذیر ظاہر نماز روزہ حج و زکوۃ وغیرہ کے درجات بلند کو ناپسند جان کر اکثر سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرض و فرمان خدا سے روگردان ہیں۔ پس فقیری تو کجا بلکہ وہ شرع میں لائق سزا ہیں۔

جواب — سالک مجذوب اہل قلوب کے سوا اور جو ظاہر فرض پروردگار و سنت سیدؐ ابرار پر انکار کرے۔ تو وہ بدخواہ جاہل و گمراہ ہے۔ کیونکہ فرض ظاہر بھی اکثر باطن سے باہر نہیں ہیں۔ اس واسطے ہر دو علوم لازم و ملزوم ہیں۔ بلکہ سالک باللہ اولیاء اللہؒ تو ظاہر و باطن کو یکجا ملا کر بخوبی ادا کرتے ہیں۔ غرض یہ ہر دو فرض خدا تمام اہل اسلام پر واجب الادا ہیں۔

ذکرِ حج ظاہر

چنانچہ ظاہر حج عمر میں ایک بار اہل توفیق پر فرض ہے۔ اور ہمیشہ ثواب بیحساب ہے۔

چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مَنْ حَجَّ اللّٰهَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس نے حج کی۔ پھر نہ کچھ گناہ کیا اور نہ راہ میں کسی سے جھگڑا۔ تو ایسا گناہوں سے پاک ہو کر اپنے گھر آتا ہے۔ کہ جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو اس گھر میں آتا ہے' وہ امن پاتا ہے۔ پس حاجی بوقت لبیک چند یوم کے واسطے احرام بدیں شرط انجام کریں کہ عورت کی صحبت و چوری اور بدگوئی و ترشروئی ہر جھگڑا و فساد سے آزاد رہیں۔ یہاں تک کہ پارچہ کا دھونا' حجامت وغیرہ کرانا۔ اور ہر حرکات واہیات سے باز رہیں۔ اور اہل توفیق منزل و مقصود پر خرچ

موجود رکھے۔ کہ بعد طواف خانہ کعبہ و حج خوانی کرے۔

حجِ باطن

محقق فرماتے ہیں کہ جب طالب مولا رہنما سے بجائے لبیک کے ارشاد پاتا ہے تو تمام عمر کی پرہیزگاری کا احرام باندھ کر دنیا کے سفر میں خرچ کیواسطے محبت و سجود کا توشہ ہر وقت موجود رکھتا ہے' اور بسبب مشاہدہ و لقاءِ دل کے طواف میں خانہ خدا پر فدا ہو کر ہمیشہ پروانہ کی مانند دیوانہ رہتا ہے' تاکہ ہستی فانی میں تیغ نفی سے خود قربانی ہو جاتا ہے۔ رباعی

ظاہری کعبہ بنا ہے زاہدوں کا خاک کا   عارفوں کا دل ہے کعبہ عرش ایزدپاک کا

ظاہری ہے حج اصغر اور اکبر باطنی   دونوں کا طواف ہردم عاشقوں دل چاک کا۔

اور ظاہر طواف خانہ کعبہ کا ہے کہ جس کی حضرت خلیلؑ اللہ سے بنیاد ہے۔ اور باطن کعبہ دل کا ہے۔ جو خود جلیل اللہ سے آباد ہے۔

اسی واسطے ظاہر حج سے باطن افضل ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا روم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

دل گزرگاہ جلیل اکبر است   کعبہ بنگاہ خلیل آزر است

دل بدست آورکہ حج اکبر است   از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

ذکرِ زکوۃ

اور زکوۃ نقد مال وغیرہ سے خرچ قرض کے بعد چالیسواں حصہ اہل مال ہر سال راہ خدا میں ادا کرے۔ کیونکہ جناب ربّ العالمین و سیّد المرسلینؐ فرماتے ہیں۔ کہ منکر زکواۃ کا مال بڑے بڑے جانور ہو کر سینگوں و پاؤں سے اس کا تمام بدن گھسیٹیں و پیٹیں گے۔ اور نقد آگ کی مانند ہو کر سب جسم داغیگا۔ اور ایک اژدہا ہر وقت سخت عذاب سے نِکلا کریگا۔ علیٰ ہذا القیاس پچاس ہزار برس کا جو وہ دن قیامت کا ہو گا۔ اسی طرح کے عذاب میں خراب رہے گا۔

چنانچہ نقل ہے کہ کسی نے حضرت شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ زکوٰۃ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ تم زکوٰۃ شریعت کی پوچھتے ہو یا طریقت حقیقت کی۔ پس شرعی زکوٰۃ تو دو سو درم سے پانچ درم واجب ہیں۔ اور طریقت کی زکوٰۃ دو سو کے دو سو۔ یعنی جو چیز کہ موجود ہے۔ اور حقیقت کی زکوٰۃ دل میں جو کچھ غیر اللہ ہے۔ اس کو باہر پھینک دے۔

اسی واسطے عارف فرماتے ہیں۔ کہ ظاہر زکوٰۃ مال پر بنیاد ہے۔ اور باطنی خود وجود مخفی بجود سے مراد ہے۔ چنانچہ

حدیث قدسی زَکٰوۃُ الْمَالِ وَاحِدٌ مِنْ اَرْبَعِیْنَ وَزَکٰوۃُ الْبَدَنِ مَنْعُ الْجَوَارِحِ الْبَدَنِ عَنْ جَمِیْعِ الْحَرَامِ وَزَکٰوۃُ الْاِیْمَانِ فَنَاءُ الْجَسَدِ فِی التَّوْحِیْدِ الرَّحْمٰنِ یعنی زکوٰۃ مال کی ایک حصہ ہے چالیس سے اور زکوٰۃ بدن کی منع کرنا بدن کے عضووں کو تمام حرام سے اور زکوٰۃ ایمان کی فنا کرنا وجود کو وحدانیت کے بجود میں یعنی نفس ہر لذت جسمانی و حرص نفسانی سے فانی ہو۔ اور دل محبت خدا میں فدا روح سراسر بحر شہودی مستغرق ہو جائے۔

نظم

محبت خدا میں ہو ایسا کمال	فدا کر خدا پر سبھی جان و مال
محبت دو عالم سے ہو تو جدا	دو رنگی دوئی کی نظر سے ہٹا
دل و جان سے یار قربان ہو	خدا پر اگر تیری سوجان ہو
زکوٰۃ اس طرح ہے خدا کو پسند	ادا کر اسے رات دن ہوشمند

فضیلتِ روزہ

اور روزہ ماہ رمضان میں تمام اہل اسلام پر اول صبح سے شام تک کھانا پینا وغیرہ ناروا ہے۔ کیونکہ روزہ دار نیک کردار کے واسطے یہ مہینہ گلزار کیا۔ عمدہ خوشی کی بہار ہے۔ اور اس کا ثواب بے شمار ہے۔

چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَیْنِ فَرْحَۃٌ اِذَا اَفْطَرَ وَ فَرْحَۃٌ اِذَا لَقِیَ اللّٰہَ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں۔ جب روزہ کھولتا ہے خوشی

ہوتی ہے۔ اور جب خدا سے ملے گا۔ خوش ہو گا۔

سبحان اللہ پروردگار کی رضامندی و دیدار ہزارہا نعمت سے بیشمار ہے۔ پس اہل طریق فرماتے ہیں۔ کہ ظاہر روزہ تو نہ کھانے و پینے سے مراد ہے۔ اور باطن تمام خواہشوں سے آزاد ہے۔ چنانچہ حدیث مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو بہتان کرے اور جھوٹی واہی تباہی نہ چھوڑے۔ ہر کام بدنام سے باز نہ آئے۔ تو اللہ کو اس کے کھانے و پینے چھوڑنے کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔

اس واسطے خدا یاد اہل حقیقت کا ارشاد ہے کہ ہر طالب خدا زندگی کے مہینے میں ابتدا کی صبح سے نزع کی شام تک تمام نفی کی غذا کو حرام کر کے محبت کے روزہ میں لیل و نہار یار کے دیدار کا انتظار کرے۔

ابیات

ہے ظاہر سے باطن کا روزہ ثواب　　کہ ظاہر ہے باطن سوا سب خراب
سدا عشق کا روزہ رکھ اے پسر　　کسی غیر سے یہ نہ ٹوٹے مگر
تو اس روزے کا خوب ہو پاسباں　　نہ لقمہ آوے غیر کا برزباں
محبت سے کر ہر دو روزہ ادا　　تا راضی خدا ہووے اور مصطفےؐ

فضیلتِ وضو

اور وضو کی فضیلت میں سید الثقلین سرورؐ کونین اس طرح فرماتے ہیں:۔

حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ خَرَجَ مِنْ وَجْھِہٖ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ نَظَرَ اِلَیْھَا بِعَیْنَیْہِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرَۃِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْہِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْہِ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ کَانَ بَطَشَتْھَا یَدَاہُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرَۃِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْہِ خَرَجَتْ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ مَشَتْھَا رِجْلَاہُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرَۃِ الْمَاءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جب وضو کرتا ہے بندہ مسلمان ایماندار پس دھوتا ہے

اپنے منہ کو تو نکل جاتے ہیں اس کے منہ سے سب گناہ جنکو اپنی آنکھ سے دیکھا- پانی گرنے یا پچھلے قطرہ کیساتھ پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تو اس کے ہاتھوں سے سب گناہ نکل جاتے ہیں- جن کو ہاتھوں سے پکڑ کر کیا پانی گرنے یا آخر قطرہ کے ساتھ- پھر جب اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو نکل جاتے ہیں سب گناہ اس کے جن کو پاؤں سے چل کر کیا تھا- پانی گرنے یا پچھلے قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ سب گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے-

غرض جو بندہ پانچ وقت وضو بالترتیب پورا ادا کرے- تو ضرور صغیرہ گناہ سب دور ہو جاتے ہیں- تو پھر صد حیف جو ایسی نعمت مرقوم سے غافل بندہ محروم ہے-

پس محقق فرماتے ہیں- کہ وضو میں ہاتھ پاؤں کے دھونے والے تو گناہوں سے رہائی پاتے ہیں- اور دل کے دھونے والے خاص قرب پا کر واصل الٰہی ہو جاتے ہیں- اس واسطے اہل حقیقت دل کے دائم وضو کو ہر وقت اس طرح قائم کرتے ہیں-

مثنوی

اس طرح کرتے وضو عاشق سدا	اے برادر تو بھی کر ایسا ادا
ہے وضو منہ غیر حق سے دور ہو	اور ایذا دینے سے دونو ہاتھ دھو
پردہ پوشی کر ہمیشہ مسح سر	پاؤں ریا کے عمل سے دھو دُور کر
توبہ خالص کا پانی لے پسر	سب محبت غیر سے دل دُور کر
ماسوا اللہ سے پاک ہو اے فتا	کر نجاست دوئی سے دل کو صفا
جب کہ ایسا ہی غسل دل کو ملا	تب بدن کا میل سب جاتا رہا

حدیث اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَا لجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَ هِیَ الْقَلْبُ یعنی رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے- جب وہ اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے- اور جس وقت وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے- جان کہ وہ ٹکڑا دل ہے-

پس جب ایک دل صاف ہے- تو سب خطا معاف ہے-

نقل ہے کہ ایک فقیر سے کسی نے پوچھا۔ کہ کوئی پاک جگہ بتاؤ۔ کہ میں نماز ادا کروں۔ فقیر نے فرمایا۔ کہ بھائی اپنا دل صاف کرو۔ تو پھر سب جگہ پاک ہے۔ جہاں چاہو بے خلل نماز پڑھو۔ قطعہ

عبادت باطنی سے دل صاف کر　　بغیر اس کے نہ ہووے پاک بھائی
خدا دیکھے نہ کوشش ظاہری کو　　ولے ہے دیکھتا دل کی صفائی

فضیلتِ مسجد

اور مسجد کی فضیلت میں سید العارفین و خاتم المرسلینؐ اس طرح فرماتے ہیں:۔

حدیث عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ بَیْتِہٖ بِصَلٰوۃٍ وَ صَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّ عِشْرِیْنَ صَلٰوۃً وَ صَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الَّذِیْ یُجْمَعُ لَہٗ بِخَمْسِ مِائَۃِ صَلٰوۃٍ وَ صَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَ صَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَ صَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ آدمی کی نماز اس کے گھر میں برابر ایک نماز کے ہے اور نماز اس کی محلہ کی مسجد میں برابر پچیس نمازوں کے ہے۔ اور نماز اس کی مسجد جامع میں برابر پانچسو نماز کے ہے۔ اور نماز اس کی مسجد اقصیٰ میں برابر پچاس ہزار نماز کے ہے۔ اور نماز اس کی مسجد میریؐ میں برابر پچاس ہزار کے ہے۔ اور نماز اسکی مسجد حرام یعنی مکہ شریف میں برابر لاکھ نماز کے ہے۔

پس محقق فرماتے ہیں۔ کہ مسجد کا معنی عبادت خانہ ہے۔ اور دل مومن کا حرم گاہ کبریا ہے۔ اس واسطے اس کا رتبہ افزا ہے۔

چنانچہ حدیث قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ دل مومنوں کا عرش اللہ تعالیٰ کا ہے اور فرمایا حدیث قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمُ اللّٰہِ وَ حَرَامٌ عَلٰی حَرَمِ اللّٰہِ اَنْ یَّلِجَ فِیْہِ غَیْرُ اللّٰہِ یعنی دل مومن کا حویلی اللہ تعالیٰ کی ہے اور حرام ہے اس میں سوا اللہ کے اور کچھ پانا یعنی اس مکان عالی شان میں بدوں اس بیچون کے کوئی غیر خیال نہ آوے۔ ورنہ تو ہر حال بے ادبی کمال ہے۔

اور جس طور اور جگہ کی نماز سے مسجد میں افضلیت ہے۔ اسی طرح پر ظاہر زبان کی

بندگی و عبادت سے باطنی دل کا ذکر و محبت افضل ہے۔

اور بھی جیسے اہل شرع مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنے سے منع کرتے ہیں، تو محقق بھی دل میں تمام غیر خیال خام و حرام فرماتے ہیں۔

اور جیسا مسجد میں پاکی کی شرط ہے تو اسی طرح دل کا پاک رکھنا فرض ہے۔ مثنوی

ہے گزرگاہ دل خدا کا رکھ صفا ۔۔۔ غیر کا سب خار و خس دل سے ہٹا
کیونکہ تو اس خانہ کا ہے پاسباں ۔۔۔ غیر کو اس میں نہ رہنے دے جواں
لا کا جھاڑو لیکر اس کو صاف کر ۔۔۔ ایسا ہی طواف ہر دم کر پسر
اس سبب سے تجھ پہ راضی ہو خدا ۔۔۔ تب تجھے بخشے گا رتبہ اولیا

فضیلتِ جماعت

اور جماعت کی فضیلت میں سرور کائنات ؐ نے بہت سی احادیث فرمائی ہیں۔ چنانچہ

حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ اَحَدِکُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءً یعنی حضرت ؐ نے فرمایا۔ کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ افضل ہے اور بھی فرمایا کہ جو بندہ اذان سن کر بغیر عذر کامل کے جماعت میں شامل نہیں ہوتا۔ تو پھر اس مجہول کی نماز قبول نہیں ہے۔ پھر یہ مثال فرمائی۔ کہ جیسا بکری اپنے گلّہ سے نکل کر جب تنہا چرتی ہے۔ تو اکثر اسکا دشمن بھیڑیا مار لیتا ہے۔ اسی طرح جو جماعت کو چھوڑ کر تنہا پڑھتا ہے تو ضرور اس کا دشمن شیطان ہلاک کرتا ہے۔

پس اہل طریق محبت غریق فرماتے ہیں۔ کہ تخلی عبادت بھی سوا جماعت باطنی حضور کے نامنظور ہے۔ اس واسطے اہل اکرام کا خود پیر باطنی امام کے پیچھے ہمیشہ قیام رہتا ہے۔

مثنوی

ظاہر و باطن جماعت خوب تر ۔۔۔ لیکن ہے ظاہر سے باطن معتبر
ایک دم تارک نہ ہو اس کا فتا ۔۔۔ ہو نہ ہرگز اس سے اک لحظہ جدا
جب امام ہر وقت ہو حاضر حضور ۔۔۔ تب ذکر حق میں نہ کچھ ہو گا قصور
گر سوا مرشد کرے بندگی ہزار ۔۔۔ مثل بز تجھ کو کرے دشمن خوار

ظاہر باطن پیر اپنا کر امام اس کے پیچھے ہر ذکر میں کر قیام

یہ عبادت خاص حق کو ہے پسند
ایسا ہی کرتے ہمیشہ ہوشمند

فضیلتِ نماز

اور نماز کی شان میں فرمان پروردگار و سید ابرار کے بسیار ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے تمام پیغمبروںؑ میں اس کے واسطے سخت احکام ضرورت انجام چلے آئے ہیں۔ تاکہ ہمارے سلطان الانبیا کی امت میں بھی یہ ہر فرض ظاہر سے مقدم تر ہے کہ بغیر صلوٰۃ کوئی نجات نہیں۔ غرض کفر و ایمان کے درمیان فرق نماز ہے۔ چنانچہ حدیث اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْمُؤْمِنِ وَ بَیْنَ الْکَافِرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ بندہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے۔ یعنی ترک نماز سے کفر دراز ہے۔ اور پانچ وقت کے سجود سے گناہ نابود ہے۔ چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْهُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّۃٍ یَبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ قَالَ فَذَالِکَ مِثْلُ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ یَمْحُوْ اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو۔ تو وہ اس میں پانچ بار نہاوے۔ کیا اس کا کچھ میل باقی رہے گا۔ صحابہؓ نے کہا۔ یا حضرتؐ اس کا کچھ میل باقی نہ رہیگا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ یہی حال ہے پانچ نمازوں کا کہ ان کے سبب حق تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

یعنی جیسا ہر روز پانچ وقت کے نہانے سے بدن پر میل نہیں رہتا۔ اسی طرح پانچ کی نماز سے گناہ نہیں رہتے۔ سبحان اللہ اس طرح دریا رحمت کا ہمیشہ ہر کس کے سو رہے۔ پھر صد حیف جو اس نعمت سے دُور ہے۔

پس محقق فرماتے ہیں۔ کہ صرف پانی ڈالنے سے میل نہیں جاتی۔ جب تک بدن کا ملنا و مانجنا نہ ہو۔ سو بدن کا معتلہ و نماز کا خشوع خاص دل کا رجوع ہے۔ اس واسطے دل حضور کے سوا نماز نامنظور ہے۔ چنانچہ حدیث مشہور ہے لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نماز ادا نہیں ہوتی جب تک دل حاضر نہ ہو۔

اور جیسا کہ اہل شرع کے نزدیک نماز میں بدن کی ناجائز حرکت حرام ہے۔ اسی طرح صاحب حقیقت فرماتے ہیں کہ جب حرکت دل سے غیر دلیل آتی ہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اسی واسطے حضرتؐ فرماتے ہیں کہ مومن نماز سے صالح ہو جاتا ہے۔ اور ادب نگاہ رکھے تو مقرب و محبوب بن جاتا ہے۔ اور بے ادب کی نماز کو پھر پھینک دیتے ہیں۔ کہ نماز پڑھنے والا راز کہتا ہے اپنے خداوند سے اگر وہ جان لے کہ کس سے راز کہتا ہوں۔ تو وہ ہرگز التفات نہ کرے طرف دنیا نہ آخرت کے اور نہ طرف اس چیز کے جو ان دونوں کے بیچ میں ہے۔

پس دل جب ہر محبت سے دور ہو تب خدا کے حضور ہو۔ اشعار

اگر ہے تیرا دل خدا کے حضور ۔۔۔ قبول ہے عبادت تیری ذی شعور
وگر ہے خدا سے تیرا دل جدا ۔۔۔ عبادت تیری ہے سبھی ناروا
خدا ہے تیرے دل کا محرم پسر ۔۔۔ نہیں کرتا ظاہر پہ ہرگز نظر

چنانچہ حدیث اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے عملوں کو بلکہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور نیتوں کو۔ مثنوی

جو کہ دل سے ہو وہ ہے بہتر عمل ۔۔۔ جو عمل دل سے نہ ہو وہ ہے خلل
اس لئے دل سے نمازیں کر ادا ۔۔۔ جو نماز ہے دل سوا پس وہ ریا
جیسا تو کرتا ہے تن قبلہ کے رُو ۔۔۔ ایسا ہی کر دل خدا کے روبرو

چنانچہ حدیث لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلوٰۃَ رَجُلٍ لَا یَشْھَدُ فِیْھَا قَلْبُہٗ کَمَا یَشْھَدُ بَدَنُہٗ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ خدائے تعالیٰ نہیں قبول کرتا نماز اس شخص کی جس کا دل حاضر نہ ہو۔ جس طرح تن حاضر ہے۔

مثنوی

اس طرح فرماتے ہیں طالب خدا ۔۔۔ جب کریں تکبیر اولے کو ادا

یعنی ہو "اللہ اکبر" میں فنا — ذبح کی تکبیر ہے یہ اے فتا
جان و تن قربان کر مثلِ خلیلؑ — تا نماز ہووئیگی تیری بے دلیل
ایسا کر حق کے مشاہدہ میں فکر — اپنی ہستی تک نہ ہو تجھ کو خبر
جز خدا جانے فنا سب بالیقین — اس کو کہتے ہیں معراج المومنین
غیر کا جب اس میں کچھ آوے خیال — دیکھ کیا فرماتا ہے تب ذوالجلال

چنانچہ حدیث اِنَّ الْعَبْدَ اِذَ قَامَ فَاِنَّہٗ بَیْنَ یَدَیِ الرَّحْمٰنِ فَاِذَا الْتَفَتَ قَالَ لَہُ الرَّبُّ اِلٰی مَنْ تَلْتَفِتُ ھَلْ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکَ مِنِّیْ اِبْنَ اٰدَمَ اَقْبِلْ اِلَیَّ فَاِنِّیْ خَیْرٌ لَّکَ مِمَّنْ تَلْتَفِتُ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب بندہ نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے۔ تو خدا کے سامنے ہوتا ہے۔ پس اگر کسی طرف کو بندہ خیال و توجہ کرتا ہے۔ تو خدا فرماتا ہے۔ کہ تو کس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ کیا تیرے حق میں وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اے آدمؑ کے بیٹے تو میری طرف دھیان کر۔ کہ میں تیرے واسطے بہتر ہوں اس چیز سے جس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے۔

نظم

ذرا دل میں انصاف کر بے ادب — کرے پشت اپنی بدرگاہ رب
کہ ہے وہ تیرے واسطے منتظر — اسے چھوڑ کر تو ہے پھرتا کدھر
نہ اس فعل سے جب تو باز آتا ہے — پھر اس وقت خالق یہ فرماتا ہے
نہ لے نام میرا تو اے بے تمیز — ہے معبود تیرا جو تجھ کو عزیز
نماز ہے نہ میری یہ اے نابکار — یہ ہے اسکی جس کا تو ہے خواستگار
مگر ہیں میرے فضل بے انتہا — تو جب پھر کر آوے میں بخشوں خطا
ہے ایسا خداوند مالک غفور — رجوع کر رجوع کر تو اس کے حضور
محبت سے پڑھ یار ایسی نماز — کہ ہو جان و دل خوفِ حق میں گداز

پس اس داستان میں اہل ایمان فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت امام علی علیہ السلام بوقت نماز وضو کرتے۔ تو آپ کا رنگ نہایت زرد ہو جاتا۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ احکم الحاکمین کے روبرو ہونا ہے' پھر اس کی ہیبت و جلال سے ایسا حال کیوں نہ ہو۔

چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز محمدؑ باقر علیہ السلام حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بقضاء الٰہی حجرہ کو آگ لگی۔ امامؑ نے بحضور نماز تمام کی۔ لوگوں نے آگ کو بجھایا۔ بعد نماز متعجب ہو کر پوچھا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ قسم ہے پروردگار اپنے کی' مجھے آگ کی کچھ خبر نہیں۔ اشعار

محبت میں ہو ایسا محو اے یار ۔۔۔ کہ اپنی بھی نہ ہووے خبر زینہار
بحاضر دل نماز ہو گی ادا تب ۔۔۔ خدا کی یاد میں ہو گا فنا جب
اگر ہر وقت دل حاضر خدا ہو ۔۔۔ نماز اندر بھی یہ دل تب بجا ہو
مگر اس کا سبق پڑھ پیر سے یار ۔۔۔ بغیر اس کے نہیں کوئی حیلہ درکار

فضیلتِ شبِ آخر

اور خدا اور رسالت' پناہ فرماتے ہیں۔ کہ پچھلی رات کی تہجد و بندگی وغیرہ ہر دن کی عبادت و نفلوں سے افضل تر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ نصف رات کو ایک فرشتہ مرغ کی طرح پر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اٹھو اللہ کے پیارو اور پہر رات کے بعد پھر پکارتا ہے کہ اٹھو عابدو۔ پھر صبح کے قریب کہتا ہے۔ اٹھو غافلو! اور حدیث شریف میں ہے کہ آخر رات کو ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے اور کہتا ہے کوئی دعا کرنے والا ہے۔ کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ اور کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسکو بخش دوں' اور دیگر حدیث عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ اِسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تِلْكَ السَّاعَةِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بہت نزدیک ہونا پروردگار کا بندہ سے درمیان پچھلی رات کے ہے۔ پس اگر ہو سکے تجھ سے تو ہو جا ان مخصوں میں سے جو یاد کرتے ہیں اللہ کو اس وقت میں

مثنوی

اٹھ کے آدھی رات باصدق و صفا — کر خدا کی بندگی دل سے ادا
نیم شب آخر میں ہرگز سو نہیں — یہ مبارک وقت غافل کھو نہیں
رات کو جو عیش میں سوتا رہا — بے گماں محشر تلک روتا رہا
شب بیداری ہے طریقہ مصطفےؐ — ایسا ہی کرتے ہیں سب سالک خدا
خواب غفلت سے ذرا بیدار ہو — اٹھ خدا کی یاد میں ہوشیار ہو
وقت ہے کر تو خدا کی بندگی — تاقیامت کو نہ ہو شرمندگی
پس خدا کی یاد میں دل شاد کر — یاد کر تو' یاد کر تو' یاد کر

فضیلتِ تلاوتِ قرآن شریف

اور قرآن مجید کی تلاوت بہت سعید ہے۔ جس کے واسطے اللہ اور رسولؐ کی نہایت تاکید ہے۔ چنانچہ حدیث **عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِقْرَءُ االْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ پڑھو قرآن کو یہ بخشا دیگا اپنے پڑھنے والے کو قیامت کے دن اور فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو میری امت کے سب گناہ دکھلائے۔ اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں دیکھا۔ جو قرآن کی ایک آیت یا سورت بھلا دیوے۔

پس فقیر شوق پذیر فرماتے ہیں۔ کہ کوئی اسی طرح باطنی تفسیر پیر کی تلاوت قضا کر کے آیت لقا یا صورت راہنما کو بھلا دیوے۔ تو اس کی شفاعت و نجات نہ ہو گی۔

فضیلتِ درود و کلمہ شریف

رسول علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ پروردگار اس کے دس خطا مٹاتا ہے۔ اور دس بار اس پر رحمت عطا فرماتا ہے اور جیسا نام اللہ پر جل شانہ کہنا ثواب بیحساب ہے' اسی طرح نام محمد علیہ السلام پر درود پڑھنا مقصود ہے۔

اور کلمہ شریف مد سے کہے۔ نفی کو بائیں جانب سے سیدھی جانب پر مارے۔ وہاں تک کہ سانس یاری دے۔ پھر اثبات بھی بائیں جانب کرے۔

مثنوی

پس خدا کی چاہیں رحمت جس قدر | اے پسر صلوٰۃ پڑھ شام و سحر
اور اگر چاہیں کہ ہو وصل خدا | نفی کی تلوار سے خود ہو جدا
کلمہ توحید کا بنت کر ذکر | شام سے کر صبح تک اس کا جہر
باطنی معنی کو دل میں رکھ پسر | کیونکہ جز معنی نہ ہو گا کچھ اثر
رمز الف و لام میم اے یار جان | ہے ختم ان تین حرفوں میں قرآن
ہے الف اثبات لام ہر نفی کر | میم محمدؐ سب صفات ہے اے پسر
لَا اِلٰہ میں آپ کو پس کر فنا | تیغ لَا سے دُور کر کل ماسوا
اور اِلَّا اللہ میں حق اثبات ہے | دیکھ وہ عالم میں واحد ذات ہے
ذکر نفی اثبات کو کر تو مدام | پس یہی مقصود ہے تیرا تمام

ذکرِ نوافل

حدیث شریف میں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے فرائض ادا کرنے سے زیادہ قرب حاصل نہیں کرتے اور جو بندے نوافل و سنتیں ادا کرنے سے کبھی ست نہیں ہوتے تو وہ اس درجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ کہ ان کی آنکھ، کان، ہاتھ، زبان میں بن جاتا ہوں۔ مجھ سے سنتا ہے۔ مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے پکڑتا ہے مجھ سے بولتا ہے۔ غرض آدمی نوافل و سنتوں کے ذریعہ ایسی محویت پاتا ہے کہ محبت کے مقام پر پہنچ کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کچھ ان نوافل وغیرہ کا بھی اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے کہ جن کو سالک باللہ خود کرتے اور پڑھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر سالک کم سے کم سو رکعت نوافل رات و دن میں سوا فرض و سنت کے ادا نہ کرے تو سالک نہ ہو گا۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو معہ فرض و سنت کے سو رکعت پوری کرے۔

مبتدی و منتہی کی عبادت میں فرق

پس یہ ظاہر عبادت کی تمہید بھی اکثر سالک کیواسطے مفید ہے اور جو ابتدا میں بعضے طالب لوگ بھی کچھ نوافل وغیرہ پڑھتے ہیں۔ تو ان میں چند نقص پیدا ہونے کا خوف ہے۔ مہ

اول تو طالب لوگ اتنی عبادت کی ہمت نہیں رکھتے یا کرتے ہیں تو اس میں دل راغب نہیں ہوتا۔ اسواسطے تنگ ہو کر پھر ان کو کم کرنے لگتے ہیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ جس سبب سے وہ راہ سلوک سے رہ جاتے ہیں۔

اور سالک باللہ جتنا قریب ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ وصال کی خوشی سے ان کی عبادت کا بوجھ کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

دوم ابتدا میں طالب کو ظاہر عبادت کی کثرت سے باطنی عبادت کے چھوٹ جانے کا بھی ڈر ہے۔

اور سالک دونوں عبادت ظاہر و باطن میں صاحب عادت ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دونوں کو بخوشی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ایک حالت میں طبع خوب مرغوب نہیں رہتی۔ اس واسطے جب وہ ذکر باطنی سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو پھر نوافل میں شاغل ہو جاتے ہیں اور کبھی تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور کسی وقت وظائف کو عمل میں لاتے ہیں۔ غرض ہر اوقات دن رات ایسے مشاغل میں رہا کرتے ہیں۔ اور کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتے۔

سوم ابتدا میں مبتدی کو عُجب و ریا کا بھی خوف ہے۔ اور ظاہر عبادت کے سبب لوگوں کی تعریف سے نفس بھی غرہ ہونا چاہتا ہے۔

اور سالک باللہ اولیا اللہؒ نے عُجب و ریا کو تو پہلے ہی بیخودی کے دریا میں ڈبو دیا۔ اسواسطے ان کے دل میں مدح و قدح خلق مساوی ہو جاتی ہے۔ یعنی جب نفس امّارہ نہ رہا۔ تو پھر ان کی تعریف و مذمّت دونوں برابر ہیں۔

چہارم مبتدی ظاہر عبادت کی کثرت سے اور لوگوں کو کم ہمت سمجھ کر اپنے اوپر نگاہ رکھتا ہے۔ کہ میں اتنی عبادت کرتا ہوں۔ پھر عجب و پندار میں گرفتار ہو کر راہ چلنے سے رُک جاتا ہے۔ اس لئے مبتدی کو اپنے عمل اور عبادت کو چھپانا واجب ہے

اور منتہی اگر جہت خلق سے کچھ اپنے عمل اور عبادت کو ترک کرے یا چھپائے تو اس کیلئے ریا و شرک خفی ہے۔ اسواسطے اس پر ہر عبادت اور وظائف وغیرہ کا ظاہر کرنا واجب ہے۔ تاکہ اور لوگ مرید وغیرہ بھی اس کو دیکھ کر تربیت پکڑیں اور عمل کریں۔

پنجم اس ظاہر عبادت میں بھی محبت اور خشوع کی شرط ہے سو محبت اور خشوع کا

خاص رجوع بھی اس وقت ہوتا ہے۔ کہ جب انقطاع علائق خلق ہو جائے۔

پس منتہی کے سوا تو مبتدی سے یہ انقطاع علائق ہونا نہایت مشکل ہے۔ اسی واسطے متقدمین بزرگ تو مرید کو ابتدا میں اول ظاہر عبادت کی تلقین نہ فرماتے تھے۔

ششم۔ قبولیت عبادت میں بھی تقویٰ اور ادب شرط ہے۔ اور جس کی یہ حد ہے کہ جب تک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار و رفتار اور کردار تینوں کو اختیار نہ کرے اور عمل میں نہ لائے تو متقی نہیں ہوتا۔ پھر جب تک تقویٰ حاصل نہ ہو۔ تو واصل نہیں ہوتا۔

پس ان تینوں باتوں کا بھی منتہی کے سوا اور سے حق ادا ہونا دشوار ہے۔ اور وہ مقبول تو ہر سنت رسولؐ کو اس طرح بخوشی خود قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حدیث شریف میں دیکھا۔ کہ ایک روز صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ایندھن خود لائے۔ پس میں اسی وقت جنگل سے جا کر ایک بھاری گٹھڑی لکڑی کی سر پر لیکر آیا۔ تاکہ حضرتؐ کی حدیث پر عمل ہو جائے۔

پس جب اہل کمال حضرتؐ کے ہر حال و قال اور چال پر اس طرح عاشق ہو جاتے ہیں۔ تب وصال کمال پاتے ہیں۔ ہاں جو طالب شوق غالب بھی اسی طرح عالی ہمت ہو جائے اور سب نقص بیان شدہ سے آپکو بچائے ظاہر و باطن کی عبادت میں کوشش کر کے حضرتؐ کے سب فعل و فرمان عمل میں لائے۔ تو وہ بھی زود منزل مقصود کو پہنچ جائے۔

غرض ہر منزل و ہر مقام میں علوہمت کا کام ہے اور بے ہمت غافل گنہگار بدعتی بدکار تو کسی منزل پر بھی پہنچ نہیں سکتا۔ عیاذاً باللہ۔

ذکرِ نمازِ اشراق

نماز اشراق۔ چہار رکعت و چھ رکعت تا دس رکعت ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد تا پہر دن اس کا وقت ہے۔ اس میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ یعنی چہار رکعت نماز نفل اشراق تکمیل الفرائض اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو اشراق کا دوگانہ ہی ادا کرے۔ اسکی بھی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ بیٹھنا بعد نماز فجر کے سورج چڑھنے تک مستحب ہے

ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ کے یا ساتھ تلاوت قرآن یا وظائف کے اور اسی طرح بعد نماز عصر کے بھی سورج غروب ہو جانے تک بیٹھے۔ کیونکہ ان دونوں وقتوں میں نماز نوافل منع ہے۔ پھر طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں۔ چنانچہ حدیث مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ ثُمَّ جَلَسَ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى اِلٰى اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ قَامَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ یعنی جو شخص صبح کی نماز پڑھے اپنی مسجد میں پھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی یاد کو۔ یاد کرتا رہے سورج چڑھنے تک۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ پھر اٹھے اور نماز پڑھے دو رکعت۔ حدیث دیگر مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ وَ جَلَسَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تُمْكِنَهُ الصَّلٰوةُ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ حَجَّةٍ وَ عُمْرَةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ یعنی جو شخص صبح کی نماز پڑھے اور بیٹھا رہے اپنی مجلس میں یہاں تک کہ ممکن ہو جاوے اس پر نماز پڑھنی۔ تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ مقبول شدہ کا ثواب ملے گا۔

نمازِ چاشت

نماز ضحیٰ یعنی چاشت آٹھ رکعت تا بارہ رکعت ہے آٹھ رکعت تو خود حضرتؐ کا فعل ہے اور بارہ کا قول ہے۔ اسواسطے آٹھ رکعت میں نیت متابعاً رسولؐ اللہ کرے۔ یعنی چار رکعت نماز نفل چاشت متابعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی چار رکعت میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ بعد فاتحہ ہر رکعت میں آیتہ الکرسی ایک بار و سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔ اس نماز کو تین سلام سے تمام کرے۔

اسی واسطے یہ حدیث حضرتؐ نے فرمائی ہے۔ حدیث مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ یعنی جو شخص پڑھے ۱۲ رکعت ہر دن میں۔ تو بنائے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ہر روز ایک محل جنت میں۔ یہ بارہ رکعت چاشت ہے وقت اس کا پہر دن سے زوال تک ہے۔

نمازِ ظہریہ

نماز ظہریہ یہ دس رکعت تین سلام سے لازم ملزوم ہیں۔ اس میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ وقت اس کا ظہر و عصر کے درمیان ہے۔ جو اسکو ہمیشہ پڑھے۔ تو

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گی۔ اور جو اوابین میں آیتیں درج ہیں۔ اس میں بعد فاتحہ کے وہی پڑھے۔

نمازِ اوابین

نماز اوابین۔ بعد نماز مغرب کے چھ رکعت سے بارہ رکعت تک۔ تاکہ بیس رکعت تک اوابین ہے۔ پہلے چھ رکعت کی فضیلت میں حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی ہے۔
حدیث مَنْ صَلّٰی الْمَغْرِبَ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَہٗ سِتَّ رَکَعَاتٍ قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِسُوْءٍ کُتِبَ لَہٗ عِبَادَۃُ اِثْنَیْ عَشَرَ سَنَۃً یعنی جو شخص مغرب کی نماز پڑھے۔ پھر بعد اس کے چھ رکعت پڑھے۔ بشرطیکہ بری بات نہ بولے۔ تو لکھی جائیگی عبادت اس کی بارہ برس کی وہ یہ ہے۔
دو رکعت صلوٰۃ الفردوس۔ اس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ دوسری رکعت میں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

دو رکعت صلوٰۃ النور کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ اور دوسری میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ

اور دو رکعت صلوٰۃ الاستجاب' اس کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ دوسری رکعت میں رَبَّنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ اگر اس جگہ یہ دو سورتیں ان کے عوض پڑھ جائیں۔ تو بھی ٹھیک ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ قدر دوسری میں سورۃ کوثر
بعد ان کے چھ رکعتیں یہ ہیں۔ دو رکعت شکر اللیل کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ دوسری رکعت میں رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ تا اَبْرَار

اور دو رکعت سراج القبر کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ

لِیُدْاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادِ دوسری میں رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ ط

اور دو رکعت حفظ ایمان کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ دوسری رکعت میں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اور باقی آٹھ رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔ اور نیت اس نماز میں تکمیل الفرائض کی کرے۔

سالک فرماتے ہیں کہ جو پوری اوابین ہمیشہ پڑھے۔ حق تعالٰی نے یہ آیت شریف ان کی تعریف میں فرمائی ہے۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یعنی الگ ہوتی ہیں کروٹیں ان کی بچھونوں سے یعنی جیسا اس نے تمام رات عبادت میں گزاری

نمازِ تہجد

نماز تہجد پچھلی رات صبح سے پہلے اول دو رکعت ہلکی یعنی تحیۃ الوضو کی پڑھے۔ پھر بارہ رکعت دوگانہ نفل تہجد ادا کرے۔ یہ نماز حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی اور ہم پر سنت ہے۔ یہ نماز سب نفلوں سے افضل تر ہے۔ اگر جانتا ہے۔ تو ہر رکعت میں آیت طول پڑھے۔ نہیں تو پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک بار دوسری رکعت میں دو مرتبہ تیسری میں تین بار۔ اسی طرح بارہویں رکعت میں بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر ضعیف یا کم طاقت ہو۔ تو اس میں بھی وہی آیتیں پڑھے۔ جو اوابین میں درج ہیں یا ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اور بعد سلام کے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَالَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ چہل و یکبار سجدہ میں کہے۔

نمازِ تحیّت الوضوء

نماز تحیت الوضو۔ پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص اس دوگانہ میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ بہتر تو یہ ہے۔ کہ ہر وضو کے بعد

یہ نماز پڑھے' نہیں تو ایک مرتبہ رات کو تہجد کے وقت اور ایک مرتبہ دن کو ادا کرے۔

اور بھی سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔ اور باوضو ہی سوئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ یعنی وہ مرد ہیں جو دوست رکھتے ہیں وضو یعنی طہارت کو۔ اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔ اور جو سالک بے وضو سوئیگا۔ تو اس پر دروازہ سلوک بند کیا جاویگا۔ جو ہرگز نہیں کھلے گا۔ اگر پانی موجود نہ ہو یا کوئی عذر سردی وغیرہ کا ہے تو تیمم کرلیوے۔ کیونکہ تیمم بھی طہارت ہے۔ غرض بے وضو نہ رہے۔ جیسا کہ سالک جب خواب سے اٹھتے ہیں تو وضو یا تیمم کر کے پھر لیٹ جاتے ہیں۔ اور بعض دوگانہ تحیت الوضو کا ادا کرتے اور سو جاتے ہیں۔

نمازِ ظہر

نماز ظہر سے پہلے چار رکعت: چنانچہ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ قَامَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلّٰی قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ یَقْرَاُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ مَرَّةً وَّاٰیَةَ الْکُرْسِیِّ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَیُتِمُّ رُکُوْعَهُنَّ وَسُجُوْدَهُنَّ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ وَّمَحَا عَنْهُ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَیِّئَةٍ وَّرَفَعَ لَهٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ دَرَجَةٍ وَّصَلّٰی خَلْفَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ وَّیَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ وَوَکَّلَ اللّٰهُ مَلَکَیْنِ لِحِفَاظَتِهٖ اَحَدُهُمَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَاِنْ مَاتَ کَانَ لَهٗ اَجْرُ صِدِّیْقٍ وَّشَهِیْدٍ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص کھڑا ہو جس وقت سورج ڈھلتا ہے اور وضو کرے کمال احتیاط سے پھر پڑھے ظہر سے پہلے چار رکعت ہر رکعت میں الحمد للہ یکبار اور آیۃ الکرسی اور قل ھو اللہ احد تین بار اور پورا کرے ان کے رکوع و سجود اور خشوع کو تو لکھوا دے اللہ واسطے اس کے ستّر ہزار نیکیاں اور دور کرے اس سے ستّر ہزار بدیاں اور بلند کرے واسطے اس کے ستّر ہزار درجے اور نماز پڑھیں پیچھے اس کے ستّر ہزار فرشتے اور بخشش مانگیں واسطے اس کے اور مقرر کرے اللہ دو فرشتے واسطے نگہبانی اس کی کے۔ ایک کو اس کے سیدھی طرف اور دوسرے کو اس کے بائیں طرف۔ اگر اس نماز کا پڑھنے والا

اس دن مرجائے تو اس کے لئے صدیق و شہید کا اجر ہو گا۔ اور نیت اس میں چار رکعت نماز سنت متابعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرے

فضیلتِ سنّتِ عصر

حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ صَلّٰی اَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ نَجَا عَنِ النَّارِ یعنی جو شخص چار رکعت سنت فرض عصر سے پہلے پڑھے۔ وہ ہرگز دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہو گا۔ اور دیگر حدیث صحاح میں ہے۔ مَنْ صَلّٰی اَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ وَ قَرَاَ فِیْ تِلْکَ الْاَرْبَعِ سُوْرَۃَ الْعَصْرِ غُفِرَ لَہٗ وَمَنْ قَرَاَ فِی الرَّکْعَتِ الْاُوْلٰی سُوْرَۃَ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ وَ فِی الثَّانِیَۃِ وَالْعَادِیَاتِ وَ فِی الثَّالِثَۃِ الْقَارِعَۃُ وَ فِی الرَّابِعَۃِ اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ صَارَ مَحْبُوْبًا وَرَاٰی رَبَّہٗ جَلَّ وَ عَلَا یعنی حضرتؐ نے فرمایا:۔ کہ جو پڑھے نماز عصر سے پہلے چاروں رکعتوں میں سورۃ عصر وہ بخشا جاویگا۔ اور جو پڑھے رکعت پہلی میں اِذَا زُلْزِلَت اور دوسری میں وَالْعَادِیَات اور تیسری میں اَلْقَارِعَۃ اور چوتھی میں سورۃ تَکَاثُر تو وہ محبوب خدا ہو جائیگا۔ اور اپنے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھیگا۔

نمازِ احیاء القلب

یہ نماز شام کے بعد دو رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں وَ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ دوسری میں بعد فاتحہ کے الٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بعد سلام یہ دعا پڑھے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا دَائِمُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بَدِیْعَ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یعنی اے اللہ ان صفتوں کا مالک نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمینوں کا مانگتا ہوں میں تجھ سے یہ کہ زندہ کر تو دل میرا ساتھ معرفت اپنی کے' اور نیت اس طرح کرے۔ دو رکعت نماز نفل احیاء القلب۔

اور سالک باللہ فرماتے ہیں۔ کہ جو نمازیں شام و عشا کے درمیان ہیں۔ ان کو نہایت احتیاط سے پڑھے۔ تو تمام رات کی بیداری سے افضل تر ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دل انکے روشن کر دیتا ہے اور نماز تہجد بھی ان پر آسان کر دیتا ہے۔

نمازِ ہدیۃ الرسولؐ

یہ نماز شام و عشا کے درمیان ہے۔ نیت اس طرح کرے۔ کہ دو رکعت نماز نفل ہدیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والضحیٰ دوسری میں الم نشرح بعد سلام ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلَّیْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ وَ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَجْزِ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَ مُسْتَحِقُّہٗ وَ بَلِّغْ مِنَّا رُوْحَ مُحَمَّدٍ تَحِیَّۃً وَّ سَلَامًا بِفَضْلِکَ وَ کَرَمِکَ یَا مَوْلَانَا وَ سَیِّدَنَا اے اللہ رحمت بھیج تو اس نماز کی، اور کر تو ثواب اسکا واسطے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اوپر آل اس کی کے۔ اور اے اللہ اجر دے ہم سے محمدؐ کو اور پہنچا ہم سے روح محمدؐ کو رحمت اور سلام ساتھ فضل اپنے اور بخشش اپنی کے اے صاحب اور سردار ہمارے اس کے اول و آخر درود شریف پڑھے۔

صلوٰۃ بہ نیتِ شیخ خود

نماز اوابین کے بعد اس طرح کرے۔ کہ دو رکعت نماز نفل تکمیل الفرائض ثواب برائے پیر من۔ فاتحہ کے بعد ہر دو رکعت میں آیۃ الکرسی تین بار قل ہو اللہ احد تین بار۔ صلوٰۃ الحاجۃ دو رکعت نماز سنت عشا کے بعد یہ نماز اس نیت سے پڑھے کہ چار رکعت نماز سنت متابعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الحاجۃ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار دوسری میں سورۃ اخلاص تین بار تیسری میں سورۃ فلق تین بار چوتھی رکعت میں سورۃ والناس تین بار بعد سلام پھر سجدہ میں یہ دعا پڑھے:۔

سُبْحَانَ الْقَدِیْمِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَجْھَلُ سُبْحَانَ الْجَوَادِ الَّذِیْ لَا یَبْخَلُ سُبْحَانَ الْحَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَعْجَلُ سُبْحَانَ الْغَنِیِّ الَّذِیْ لَا یَفْتَقِرُ بعد بیس بار یَا اَرْحَمُ کہے اور حاجت کی نیت کرے۔ تو خدا تعالیٰ زود حاصل مقصود کریگا۔ اور سب حاجتیں پوری ہونگی۔ جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے۔ کہ ہم نے اس نماز کی مداومت کی تو ہماری سب حاجتیں روا ہو گئیں۔ اور بھی مشائخ اس نماز میں لیلۃ القدر کا ثواب لکھتے

ہیں۔

صلوٰۃِ توبہ

بعد نماز حاجت کے یہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں پانچ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ بعد سلام کے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُوَالِیْ وَتَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یعنی اے خداوند بیشک تو جانتا ہے میرے سب حال ظاہر اور باطن کو سو تو میرا عذر قبول کر اور تو جانتا ہے میری حاجت کو سو میرا سوال منظور کر اور تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے۔ سو تو بخش دے میرے لئے میرے گناہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرے۔ تو انہی لفظوں سے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا مانگی۔ پس حق تعالیٰ نے وحی بھیجی طرف حضرت آدم علیہ السلام کے کہ بیشک بخش دیا میں نے تیرے گناہ کو۔ اور جو تیری اولاد سے بھی کوئی اسی طرح مجھ کو پکاریگا۔ میں اس کے بھی سب ہموم و غموم دور کرونگا اور آئیگی اس کے پاس دنیا اس حال میں کہ وہ رغبت کرنے والی ہو گی۔ اگرچہ وہ اسکو نہ چاہیگا۔ یہ سب حدیث شریف کا ترجمہ ہے۔ اور نیت اس میں اس طرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ التوبہ تکمیل الفرائض۔

نمازِ شکریہ طعام

اول رکعت میں بعد فاتحہ کے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ دوسری رکعت میں اَلٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حدیث صحاح میں ہے۔ مَنْ اَکَلَ الطَّعَامَ وَلَمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ شُکْرَ النِّعْمَۃِ اللّٰہِ ثُمَّ یَنَامُ یَقْسُوْ قَلْبُہٗ یعنی حضرت نے فرمایا۔ کہ جو شخص کھانا کھاتا ہے، اور دو رکعت شکر نعمت اللہ کی نہیں پڑھتا۔ اور پھر سو جاتا ہے۔ تو اس کا دل سیاہ و سخت ہو جاتا ہے پس اگر ہو سکے تو ہر کھانے کے بعد ورنہ عشا کے وقت نماز وتر سے پہلے پڑھ کر سوئے۔ نیت اس طرح کرے۔ دو رکعت نماز نفل شکریہ طعام تکمیل الفرائض۔

نمازِ رضا والدین

اشراق کے بعد دو رکعت نماز رضا والدین کے لئے پڑھے۔ تو والدین کے اس سے حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔ بعد فاتحہ کے ہر دو رکعت میں آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ہو اللہ احد تین بار بعد سلام کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ وَلَکَ صَلَّیْتُ ھٰذَا لصَّلٰوۃَ وَ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَھَا لِوَالِدَیَّ یَاعَلِیْمُ یَاقَدِیْرُ اِغْفِرْ لِیْ لِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا وَ تَجَاوَزْ عَنْھُمَا عَنِّیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ یعنی اے اللہ یہ نماز تیرے واسطے ہے۔ اور تحقیق کر تو ثواب اس کا واسطے ماں باپ میرے کے۔ اے دانا۔ اے توانا۔ بخشش کر واسطے میرے اور واسطے والدین میرے کے اور رحمت کر ان دونوں پر اور تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ اس میں نیت دونوں طرح جائز ہے یا نماز میں نیت رضاء والدین کی کرے یا اس دو رکعت نماز نفل کا ثواب والدین کو بخشے۔ اگر دونوں فوت شدہ ہوں۔

نمازِ تسبیح

بعد اشراق اس میں نیت اس طرح کرے۔ چار رکعت نماز نفل تسبیح تکمیل الفرائض۔ اگر شب جمعہ کو عشا کے بعد وتر سے پہلے پڑھے۔ تو نیت سنت متابعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کرے۔ کیونکہ حضرتؐ اسکو اس رات میں بجماعت پڑھتے تھے۔ اور اگر دن کو پڑھے تو ایک سلام سے۔ اور رات کو دو سلام سے ادا کرے۔

اور ہر رکعت میں پچھتر بار یہ تسبیح پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اول رکعت میں فاتحہ اور کافروں کے بعد پندرہ بار یہ پڑھے۔ پھر رکوع میں دس بار، پھر کھڑے ہو کر دس بار، پھر سجدہ اول میں دس بار، پھر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر، پھر سجدہ دوم میں دس بار، پھر بیٹھ کر دس بار۔ اسی طرح چاروں رکعتوں میں پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص۔ تیسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ فلق اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ والناس پڑھے۔ پھر بعد نماز کے یہ دعا پڑھے۔ یَاوَلِیَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْرِجْنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ یعنی

اے سردار مومنوں کے باہر نکال ہم کو غفلت کے اندھیروں سے طرف نور اپنے کے اے اللہ کریم تمام کر واسطے ہمارے نور اپنے کو اور بخش ہم کو کہ تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ اور صلوٰۃ ہو اللہ تعالیٰ کی اوپر اس کے رسول محمد علیہ السلام اور اوپر اس کی آل اور اصحابؓ سب پر۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چار رکعت نماز تسبیح پڑھے۔ تو بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ اور دل اس کا منور کر دیتا ہے نور اپنے سے۔ پس چاہئے کہ اس نماز کو ہر روز پڑھے۔ اگر نہ ہو سکے تو جمعہ کی رات اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار۔ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ ہی سہی۔ ورنہ تمام عمر میں ایک بار تو پڑھے۔

نمازِ حفظ ایمان

حدیث شریف جس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص پڑھے دو رکعت دن جمعہ کے درمیان ظہر و عصر کے اور پڑھے رکعت اول میں بعد فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ فلق پندرہ بار اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص ایک بار اور سورہ والناس پندرہ بار۔ اور سلام کے بعد لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ پچاس بار کہے۔ یہاں لفظ العلی کا مروی نہیں ہے۔ تو وہ دنیا سے نہ نکلے گا۔ یہاں تک کہ دیکھ لیگا اپنی جگہ بہشت میں اور دیکھ لیگا اپنے پروردگار کو خواب میں اور نیت اس طرح کرے۔ دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ حفظ ایمان۔

اور یہ بھی ہے کہ ہر نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ اور جو بیٹھ کر پڑھے۔ تو اس کا آدھا ثواب ہو گا۔ چنانچہ حدیث قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ صَلٰوۃُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلٰوۃِ الْقَائِمِ یعنی بیٹھے ہوئے کی نماز آدھی ہے۔ نماز کھڑے کی سے۔

اور سنت فجر و شام کی پہلی رکعت میں یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے۔

اور نماز رات کی تاکید میں حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی ہے۔ صَلُّوْا مِنَ اللَّیْلِ وَلَوْا

رُبعًا صَلُّوْا وَلَوْ رَکْعَتَیْنِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ نماز پڑھا کرو رات سے اگرچہ چار ہی رکعت ہو۔ اور نماز پڑھا کرو اگرچہ دو رکعت ہی سہی۔

اور بھی لاچار کبھی رات کی نماز قضا ہو جائے۔ تو وہ دن کو زوال تک پڑھ لو۔ تو بھی ویسی ہے۔ جیسی رات میں پڑھی تھی۔

غرض عمل اور عبادت وغیرہ ہی قبول ہے۔ جس کو ہمیشہ کیا جائے۔ جو ترک و قضا نہ ہو۔

ذکر دعاؤں کا

چنانچہ حدیث مَنْ تَذَکَّرَ الْمَوْتَ عِشْرِیْنَ مَرَّۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ لَمْ تُکْتَبْ بِہٖ خَطِیْئَۃٌ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی موت کو ہر دن میں بیس بار یاد کرے تو اس کے گناہ نہ لکھے جائینگے۔ پس سالک فرماتے ہیں۔ کہ پانچ نماز فریضہ کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْنَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَھْوِنْ عَلَیْنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ یعنی اے اللہ تعالیٰ توبہ دے ہمکو پہلے موت سے اور رحم کر ہم پر وقت موت کے اور نہ عذاب کر ہمکو پیچھے موت کے اور آسان کر اوپر ہمارے اور اوپر ہر مومن مرد اور عورتوں کے وقت موت کا۔ اس دعا میں چار مرتبہ موت کا نام آتا ہے۔ چار کو پانچ سے ضرب دو۔ تو بیس ہو جاتے ہیں۔ اس کے اول و آخر درود شریف پڑھے۔

وظائف بعد نماز فجر کے دس بار پڑھے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو خدا تعالیٰ اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔ اور دس برائیاں مٹائیگا۔ اور بلند کریگا اس کے دس درجے۔

دیگر بعد ہر نماز کے یہ تسبیح پڑھے۔ تینتیس بار کہے سبحان اللہ اور تینتیس بار کہے الحمدللہ اور چونتیس بار کہے اللہ اکبر اور ایک بار کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

دعا واسطے تقویت دین کے' بعد ہر فریضہ کے تین بار پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ قَوِّلِیْ فِیْ

سَبِیلِکَ یعنی اے اللہ تو مجھ کو قوی کر دے اپنے راہ میں اول و آخر درود پڑھے۔ اور بھی واسطے تقویت علم اور عبادت کے یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد تین بار پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِکَ عَلٰی طَاعَتِکَ اول و آخر درود شریف پڑھے۔

دعا واسطے ادائے قرض دینی و دنیوی کے' تین بار بعد نماز صبح و تین بار بعد شام اور تین بار بعد تہجد کے پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ یعنی اے اللہ کفایت ہو مجھ کو ساتھ حلال تیرے سے حرام تیرے سے اور غنی و بے پرواہ کر دے مجھ کو اپنے ماسوا سے۔ اول و آخر درود شریف پڑھیں۔

تسبیح پنج وقتہ

بعد نماز فجر کے ستر بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ بِحَقِّ اَغِثْنِیْ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اور بعد نماز ظہر کے ستر بار درود شریف پڑھیں اور بعد نماز عصر ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اور بعد نماز مغرب ستر بار کلمہ شریف اور بعد نماز عشا ستر بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

وظائف سورج چڑھنے کے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے سورۂ الحمد سات بار اور سورۂ والناس سات بار اور سورۂ فلق سات بار اور سورۂ اخلاص سات بار اور سورۂ قل یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ سات بار اور آیۃ الکرسی سات بار۔ اور سبحان اللہ و الحمد للہ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سات بار اور درود شریف سات بار پھر بخشش مانگیں اپنی اور اپنے ماں باپ اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے لئے سات بار۔

دعا سونے کے وقت

حدیث میں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص رات کے جاگنے پر خوش ہو۔ تو وہ سونے کے وقت یہ دعا مانگے۔ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْنِیْ مِنْ مَّضْجَعِیْ لِذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَصَلَاتِکَ وَاسْتِغْفَارِکَ وَتِلَاوَۃِ کِتَابِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ یعنی اے اللہ مجھ کو اٹھائیو میرے بستر سے اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی نماز اور اپنے استغفار اور اپنی کتاب کی تلاوت اور

اپنی اچھی عبادت کے لئے پھر سبحان اللہ کے تینتیس بار اور الحمدللہ کے تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار۔ اور بھی سونے کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

دعا اٹھنے کے وقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ یعنی سب تعریف ہے اللہ کو جس نے مجھ کو زندہ کیا بعد میرے مار دینے کے اور اسی کی طرف ہے اٹھنا حشر کو یعنی جب تہجد کو اٹھے تو پڑھے۔

دعا بعد وضو تہجد

سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَسْأَلُکَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْ لِیْ وَ تُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ یعنی اے میرے اللہ میں تجھ کو پاکی سے یاد کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں۔ پس بخشدے مجھ کو اور میری توبہ قبول کر۔ بیشک تو ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان۔ پھر آسمان کیطرف اٹھاوے اپنا منہ اور کلمہ شہادت پڑھے اور بعد سلام نماز تہجد کے دس بار استغفر اللہ اتوب علیہ تک اور دس بار یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَ مِنْ ضِیْقِ الْاٰخِرَۃِ تو خدا تعالیٰ تنگی دنیا و آخرت سے اس کو بچالیگا۔ پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اِلَیْکَ وَ الْوَاصِلِیْنَ اِلَیْکَ یعنی اے اللہ تحقیق میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ کر مجھ کو اپنے مقربین اور واصلین سے اس دعا کے اول ایک بار اور بعد اس کے دس بار درود شریف پڑھے۔

دعا بعدِ ذکر

ہر ذکر کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اُرْزُقْنَا الْاُنْسَ الْکَامِلَ مَعَ ذِکْرِکَ وَحَلَاوَۃَ الْمُنَاجَاتِ مِنْ کَثْرَتِ ذِکْرِکَ وَلَذَّتَ الْمَعْرِفَۃِ لِیْ مُدَاوَمَتِہٖ ذِکْرِکَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ عَلَی الذَّاکِرِیْنَ بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ یعنی اے اللہ نصیب کر ہم کو محبت کامل ساتھ ذکر اپنے کے اور مٹھائی دعا کی بخش زیادہ ذکر اپنے سے اور لذت معرفت کی عطا کر ہمیشہ ذکر اپنے کے ساتھ اور کر ہم کو ذکر کرنیوالوں سے اپنے فضل و کرم کے ساتھ اے رحم کرنے والے رحم کر اور رحمت بھیج اوپر محمدؐ صاحب اور اس کی آل و اصحابؓ سب پر۔

دعا وقتِ صبح و شام

حدیث صحاح میں ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ مِنْکَ لِیْ نِعْمَۃٍ وَعَافِیَۃٍ وَسَتْرٍ فَاَتِمَّ نِعْمَکَ عَلَیَّ وَعَافِیَتَکَ وَسَتْرَکَ لِیْ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص کہے۔ کہ جب صبح کرے اے اللہ تعالٰی بیشک میں نے صبح کی تیری طرف سے نعمت و عافیت و ستر میں سو تو پورا کر اپنی نعمتوں کو مجھ پر اور اپنی عافیت و ستر کو دنیا و آخرت میں اس کو صبح و شام تین بار کہے۔ اول و آخر درود شریف پڑھے۔ تو حق تعالٰی تمام کرے اپنی نعمت اس پر رات اور دن کو۔

فضیلتِ اسم الٰہی

رات میں سو بار یَابَاقِیْ کہے۔ اور اس طرح توسل کرے اِلٰھُنَا تَوَسَّلْنَا بِھٰذِہِ الْاِسْمِ الْاَعْظَمِ اَنْ تَجْعَلَ اَعْمَالَنَا مَقْبُوْلَۃً یعنی اے ہمارے معبود ہم نے توسّل کیا ہے ساتھ اس نام بڑی عظمت والے کے کہ تو ہمارے عملوں کو قبول کر تو اس کے سارے اعمال رات اور دن کے قبول ہونگے۔ اول و آخر اس کے درود شریف پڑھے۔

دعا بعدِ طعام

اس طرح پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَاَرْزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ

بَنِي وَلَا قُوَّةٍ اَللّٰهُمَّ اِسْتَعْمِلْنَا فِي طَاعَتِكَ وَلَا تَسْتَعْمِلْنَا فِي مَعْصِيَتِكَ یعنی حمد ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے وہ اللہ جس نے رزق دیا مجھ کو یہ طعام اور عطا کیا سوائے گردش کے مجھ کو اور نہیں ہے قوت عبادت کی سوا یاری تیری کے۔ اے اللہ تحلیل کر اس کو بیچ عبادت کے اور نہ تحلیل کر اس کو گناہوں میں۔

اور بھی حدیث میں ہے۔ کہ جب شیرنی یعنی مٹھائی کھائے۔ تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ یعنی اے اللہ تو رزق عطا کر مجھ کو مٹھائی ایمان کی۔

دعا حقِ والدین

حدیث شریف میں ہے عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَوَابَهَا لِوَالِدَيَّ لَمْ يَبْقَ لِوَالِدَيْهِ عَلَيْهِ حَقٌّ اِلَّا اَدَّاهُ اِلَيْهِمَا وَاَتَمَّ بِرَّهُمَا یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی اس دعا کو ایک بار پڑھ کر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو بخشے۔ تو باقی نہ رہیگا اس کے ماں باپ کا اس پر کوئی حق۔ مگر اس نے ادا کر دیا ان کے حق کو

اور بھی اس حدیث کے آگے حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی تین بار اس دعا کو پڑھے۔ اور پڑھنے کا ثواب مومن مردوں اور عورتوں کو بخشے۔ تو حق تعالیٰ ان کی قبروں کو فراخ و منور اور روشن کر دیتا ہے مانند سورج اور چاند کے۔

اور بھی ہر دعا کو اس طرح پر ادا کرے۔ کہ محبت عاجزی سے خشوع و رجوع کر کے دعا مانگے۔ اور اس کے قبول ہونے پر یقین کرے۔ اور اپنے دونو ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ چنانچہ

حدیث اَلسَّمَاءُ قِبْلَةُ الدُّعَاءِ وَالْكَعْبَةُ قِبْلَةُ الصَّلٰوةِ یعنی آسمان دعا کا قبلہ اور کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ اور ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھے۔ ورنہ دعا درمیان

زمین و آسمان کے رہ جاتی ہے۔ اور اکثر بزرگوں کی کتابوں میں دعائیں و نوافل وغیرہ تو اور بھی درج ہیں۔ جن کو ایک امر مانع کے سبب اس جگہ نہیں لکھا۔

عارف فرماتے ہیں۔ کہ اگر کاتب یا واعظ اس منزل کا بیان کرے کہ جسکو وہ نہیں جانتا۔ یا وہ مسئلہ کہے۔ جس پر اس نے عمل نہیں کیا۔ تو وہ ریا میں داخل ہے۔ اس بات کو سالک بہت برا جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ سے کسی نے نماز چاشت کا ثواب پوچھا آپ نے کچھ نہ کہا۔ پھر اپنے حجرہ کے اندر جا کر نماز ادا کی۔ جب باہر آئے تو فرمایا۔ کہ نماز چاشت کا ایسا ثواب ہے۔ پوچھنے والے نے کہا۔ حضرت جس وقت میں نے پوچھا تھا۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اب آپ کے کہنے کا کیا سبب ہے' فرمایا کہ میں نے نہیں پڑھی تھی تو نے یاد دلائی۔ جبتک میں نہیں پڑھتا یا جس مسئلہ پر جہاں تک عمل نہیں کرتا۔ تو نہیں کہتا ہوں پس واعظ بھی ایسا باعمل ہونا چاہئے۔ اور زبان تاثیر بھی انہیں لوگوں کی دلپذیر ہوتی ہے۔ الٰہی ایسی صفائی اور سچائی ہر مومن کو عطا فرما۔ آمین ثم آمین

بیان ذکرِ باطنی

ہر فرض ظاہر کو وقتی کہتے ہیں اور باطنی کو دائمی۔ کہ جیسا ظاہر میں باطن پوشیدہ ہے۔ ویسا ہی باطن میں دائم مخفی ہے۔ اگر فرض دائم پر قائم نہیں ہے تو ہر باطن کا ثواب خراب ہے۔ جب باطن میں قصور ہے تو سب ظاہر بھی نامنظور ہے۔

چنانچہ حدیث مَنْ لَمْ یُؤَدِّ فَرْضَ الدَّائِمِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی فَرْضَ الْوَقْتِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی نہیں ادا کرتا فرض دائمی تو نہیں قبول کرتا اللہ تعالیٰ فرض وقتی اس کے۔ اگر فرض وقتی قضا ہو جائے۔ تو پھر قضائی بھی ادا ہو سکتی ہے۔ الادائم پھر قائم نہیں ہوتا۔ اسواسطے بہرصورت فرض دائم کی ضرورت ہے۔

مشائخ فرماتے ہیں۔ لَا یَصِلُ اَحَدٌ اِلَی اللّٰہِ اِلَّا بِذِکْرِہٖ یعنی نہیں پہنچتا ہے کوئی طرف اللہ تعالیٰ کے مگر اس کی یاد کرنے سے' پس یاد کرنا فرض دائمی "ذکر الٰہی ہے' جس کے واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ اَلذِّکْرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی یاد کرنا اللہ تعالیٰ کا بڑا اور بہتر ہے سب عبادتوں سے جو کہ سوا ذکر کے ہیں۔

پس ذکر دونوں جائز ہیں علانیہ اور خفیہ۔ دونوں کے واسطے سرور کائناتؐ نے احادیث فرمائی ہیں۔ جیسا صحاح میں ہے۔

حدیث مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو کوئی یاد کرے مجھ کو آہستہ و تنہا تو میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں آہستہ و تنہا اور جو کوئی یاد کرے مجھ کو علانیہ اور ظاہر تو میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں علانیہ و ظاہر یعنی مقرب فرشتوں کے مجمع میں۔ یہ اس سے بہتر ہے۔

حدیث عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ شَفَتَاہُ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جس وقت کہ وہ مجھ کو یاد کرے اور اس کے دونوں ہونٹ ہلیں۔

ذکرِ جہر نفی اثبات

یہ ذکر جہر کلمہ شریف کا ہے جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے۔ پس اس کا باطنی معنی اور ترکیب خود پیر سے سمجھ کر بائیں طرف سے لآ کا مد شروع کرے۔ اور دائیں جانب نفی کو تمام کرے۔ پھر اثبات بھی بائیں جانب میں کرے۔ کیونکہ دل بائین طرف ہے۔ دل سے غیر حق کی نفی کرے اور دل ہی میں حق کا اثبات کرے۔

ذکرِ خفی پاس انفاس

اور ذکر خفی کی بھی اپنے قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اس طرح تاکید فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ یعنی فرمایا خدا تعالیٰ نے ذکر کر تو رب اپنے کا بیچ نفس اپنے کے ازروئے عاجزی کے اور پوشیدہ بغیر بلند آواز کے۔ اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی موافق اس کلام کے فرمایا ہے۔

حدیث ذِکْرُ اللِّسَانِ بِالسِّرِّ مَرَّۃً اَفْضَلُ مِنْ ذِکْرِ الْجَھْرِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ وَذِکْرُ الْقَلْبِ بِالنَّفْسِ مَرَّۃً اَفْضَلُ مِنْ ذِکْرِ اللِّسَانِ بِالسِّرِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ یعنی ذکر اللہ تعالیٰ کا ساتھ زبان کے آہستہ کہنا افضل ہے۔ ذکر بلند کہنے ستر ہزار مرتبہ سے اور ذکر دل

سے نفس میں کہنا افضل ہے۔ ذکر بلند کہنے ستر ہزار مرتبہ سے اور بھی صحاح میں ہے۔
حدیث اَفْضَلُ الذِّکْرِ الذِّکْرُ اُلْخَفِیُّ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ افضل ذکر ذکر خفی ہے۔ پس خفی ذکر وہ ہے۔ کہ زبان بند کرے اور دل سے کہے' زبان کی حرکت نہ رہے۔
سالک باللہ کا قول ہے اَوَّلُ الذِّکْرِ بِاللِّسَانِ ثُمَّ مُوَافِقِھَا مَعَ الْقَلْبِ ثُمَّ تَسْکُتُ اللِّسَانُ وَیَقُوْلُ بِالْقَلْبِ وَیُوَافِقُہٗ بِاَعْضَائِہٖ کُلِّھَا یعنی اول ذکر ساتھ زبان کے ہے۔ پھر زبان کو موافق کرے ساتھ دل کے۔ پھر زبان چپ رہ جاتی ہے اور دل سے ذکر کرتا ہے۔ پھر موافقت کرتا ہے دل ساتھ سب اعضا کے یعنی اس کے سارے اعضا ذکر میں ہو جاتے ہیں۔ رباعی

خوب دونوں ظاہر و باطن ذکر ہے مگر ظاہر سے باطن خوب تر
یہ ذکر مخفی کا پاس انفاس ہے ہو نہ اس سے ایک دم غافل پسر

شرائطِ ذکر

اور ذکر میں چار چیزوں کی شرط ہے۔ ایک تو اس میں تصدیق قلب ہے۔ اگر تصدیق نہ ہو گی تو منافق ہو گا۔ دوسری شرط ادب ہے۔ اگر اس میں ادب نہ ہو گا۔ تو بدعتی ہو گا۔ سوم ذکر وہ مقبول ہے۔ جس میں لذت پیدا ہو۔ اگر لذت نہ ہو گی۔ تو پھر دکھاوا کرنیوالا ہو گا۔ چہارم شرط حرمت ہے۔ اگر حرمت نہ ہو گی۔ تو فاسق ہو گا۔ اور بھی ذاکر ذکر خدا کو اس بنا سے ادا کرے۔ تب آسان راہ رواں ہو گی۔ اول تو ذکر کے لئے لقمہ حلال ہو۔ ورنہ عبادت محال ہے۔ اور اہل اکرام کے نزدیک تو بغیر نام کے بھی ہر لقمہ حرام ہے۔ بیت

دوم از مخلوق دوری کن فقیر کم خوری و کم بگو کم خواب گیر

سوم اپنی عبادت کا احسان خدا پر تصور نہ کرے۔ بلکہ یہ احسان اللہ کا جانے کہ جس نے یہ توفیق دے کر اس ناچیز کو اپنا عزیز کیا ہے۔ چہارم سوا محبت پروردگار کے دل میں کسی چیز کی انتظار نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ دل میں چاہتا ہے۔ عبادت کا بدلہ وہی ہو جاتا ہے۔

پنجم ہر عبادت کی عادت ہموار ہو۔ یہ نہیں کہ گاہ کم گاہ بسیار ہو۔ بلکہ دن بدن ذکر میں ہوشیار ہو۔ ششم مراقبہ میں وہاں تک ذکر خوب ہے' جہاں تک ذکر میں دل مرغوب ہے

اور یہ بھی حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ زیادہ زبان کی عبادت اکثر دل کے خفی ذکر کو روکتی ہے۔ اس واسطے طالب خدا کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ زبان کا چست اور دل کا سست نہ ہو جائے۔ بلکہ ہروقت ذکر دائم پر قائم رہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یاد کرو تم پروردگار اپنے کو اگر کھڑے ہو یا بیٹھے یا پڑے ہو یعنی ہروقت و ہر حال میں۔ جیسا کہ مشائخ فرماتے ہیں فَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْ کُلِّ حَالٍ وَّفِیْ کُلِّ مَکَانٍ یعنی ذکر کرو خدا تعالیٰ کا بیچ ہر حال و ہر مکان کے۔ یعنی اگر گھر ہو یا سفر میں بیمار یا تندرست باوضو یا بے وضو۔

غرض کوئی دم خدا کی یاد سے عدم نہ ہو۔ چنانچہ حدیث کُلُّ نَفَسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتٌ فَھُوَ حَرَامٌ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو دم خارج ہوتے ہیں سوا ذکر اللہ تعالیٰ کے پس وہ مردہ و حرام ہیں۔

اس لئے حق تعالیٰ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ کا اشارہ فرماتا ہے۔ کہ یاد کرو مجھ کو تا میں یاد کروں تم کو۔ پس اس یاد سے تو خاص محبت مراد ہے۔ کہ یہ نہ کسی وقت میں قضا ہو۔ نہ عاشق معشوق سے جدا ہو۔ غزل

گوش و چشم نہ لب ہلا سب بند کر دل کے سوا ‎ ‎ کر دمبدم ذکر خدا تب یار دل ہو گا صفا

ہو طالب حق شناس کا کر ذکر پاس انفاس کا ‎ ‎ ہے یہ ذکر ہر خاص کا تب ہو گا رتبہ اولیاؒ

مخفی ذکر مذکور کر دل یاد میں مسرور کر ‎ ‎ اک دم نہ حق سے دور کر تب ہو تجھے حق کی لقا

ھُو ھُو کا ہر دم کر ذکر ایسا ذکر میں کر فکر ‎ ‎ جس میں نہ ہو اپنی خبر تب ہو گا تو واصل خدا

فصل ۶

دربیانِ معرفت

سوال۔ جب فقیر باطن نظیر معرفت کی تقریر کرتے ہیں۔ تو عقل دگیر ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر عموم ظاہر شرع سے باہر معلوم ہوتے ہیں۔

جواب۔ یہ علم بغیر تلقین پیر کامل کے ظاہر تحریر و تقریر سے دلپذیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ قال نہیں حال ہے۔ جیسا کوئی کسی کو شہر یا مقام کا نقشہ معہ تمام گلی و کوچہ بیان کرے۔ تو کبھی اس کے فہم میں نہ آویگا۔ جب تک کہ وہ بچشم خود نہ دیکھے۔ جیسا "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" اسی طرح دید و شنید کا فرق ہے۔ پس جو کلام اہل اکرام کے بعضے شرع سے خام معلوم ہوتی ہے۔ تو یہ فہم کا قصور ہے شریعت سے دور نہیں ہے۔ بلکہ شرع کے اصول سے تو معرفت حصول ہے۔ چنانچہ حدیث اَلشَّرِیْعَتُ کَالسَّفِیْنَۃِ وَالطَّرِیْقَتُ کَالْبَحْرِ وَالْحَقِیْقَتُ کَالصَّدَفِ وَالْمَعْرِفَتُ کَالدُّرِّ فَمَنْ اَرَادَالدُّرَّیَرْکَبُ السَّفِیْنَۃَ ثُمَّ یَشْرَعُ فِی الْبَحْرِ ثُمَّ بِالصَّدَفِ ثُمَّ وَصَلَ اِلَی الدُّرِّ وَمَنْ یَتْرُکُ ھٰذَا التَّرْتِیْبَ لَمْ یَصِلْ اِلَی الدُّرِّ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ شریعت بمنزلہ کشتی کے ہے اور طریقت مثل دریا۔ اور حقیقت بطور صدف و معرفت مانند دُر کے ہے۔ پس وہ کوئی جو ارادہ کرے کہ وہ در میرے ہاتھ آوے۔ تو اول کشتی پر سوار ہو۔ بعد ازاں دریا میں جائے پھر طرف صدف کی تا واصل در مقصود ہوگا۔ اگر اس ترتیب کو ترک کرے۔ تو وہ کبھی نہ پہنچیگا در مقصود کو۔ **اشعار**

شریعت میں ہو پہلے محکم پسر	تا ہو طریقت کی تجھ کو خبر
پھر وہ حقیقت کا عامل ہوا	عرفان میں تب وہ کامل ہوا
اگر اس عمل کو کرے ترک وہ	ہرگز نہ پہنچے گا مقصود کو

نفس و دل و روح

پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ شریعت میرے اقوال ہیں۔ اور طریقت میرے افعال اور

حقیقت میرے احوال ہیں۔ اور جیسا شریعت و طریقت حقیقت ہیں۔ اسی طرح مجموعہ آدمی تین چیز ہے۔ نفس دل و روح۔ دنیا نفس کی جگہ ہے اور عقبیٰ دل کا مکان ہے۔ اور روح کا مقصود مولا ہے۔ ان تینوں کو امر کیا۔ نفس کو فرمایا۔ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اور دل کو امر کیا۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اور روح کو ندا کی۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً اور ان تینوں کے واسطے رستے رکھے ہیں۔ نفس کیواسطے شریعت۔ دل کیواسطے طریقت اور روح کیواسطے حقیقت۔ جیسا کپڑے کا نگاہ رکھنا لوث و نجاست سے' بدن کا معصیت سے شریعت ہے' اور دل کا نگاہ رکھنا کدورات بشریت سے طریقت ہے اور روح کا نگاہ رکھنا خطرات غیر خدا سے حقیقت ہے۔

اور نفس شریعت کی راہ سے عالم ملکوت میں جاتا ہے اور دل کی صفتیں لیتا ہے اور دل طریقت کے راستے سے مکان جبروت میں جاتا ہے۔ اور صفت روح کی لیتا ہے تاکہ ساتھ صفات قدسیہ کے مستحق ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نفس دل ہو جاتا ہے اور دل روح ہو جاتا ہے۔ یہ تینوں ایک حکم لیتے ہیں۔ اس معنے کو توحید مطلق کہتے ہیں۔

شریعت و طریقت و حقیقت

شریعت کیا ہے۔ دنیا میں رہنا اور عقبیٰ کو لینا۔ طریقت کیا ہے۔ عقبیٰ میں رہنا اور مولیٰ کے ساتھ ہونا اور حقیقت دنیا اور عقبیٰ کا ترک کرنا اور محض مولیٰ کو اختیار کرنا ہے۔

اور بھی تمام اجسام میں ان چہار منزل کے چار مقام ہیں۔ اول منزل شریعت مقام ناسوت۔ دوم طریقت ملکوت۔ سوم حقیقت جبروت۔ چہارم معرفت مقام لاہوت۔

لطائف

اور اسی طور لطائف نفسی قلبی روحی سری ہیں۔

اقسامِ نفس

پھر ایک نفس کے چہار اقسام ہیں۔ اول امّارہ یعنی خراب ولائق عذاب دوم لوّامہ یعنی مومن گاہ خطا و گاہ عطا۔ سوم ملہمہ یعنی ریاضت سے پاک جیسا اولیاء اللہ چہارم مطمئنہ یعنی

مادر زاد متّرا یا جیسا پیغمبر۔

اقسامِ دل

اور اسی طرح ایک دل کے بھی دو اقسام ہیں۔ ایک مجازی دوم حقیقی۔ مجازی جنسیت رکھتا ہے۔ جس کا اجسام میں بائیں طرف مقام ہے۔ کہ یہ دل نفس کے متصل ہے اور دل حقیقی بغیر جنس لامکان ہے۔ جس کے سبب سے انسان اعلیٰ شان ہے کہ اس کا خاص روح کی طرف رجوع ہے۔ اور شیطان امداد سے نفس امارہ کا ہر جن و ناس میں شر ہے۔ جس کو خناس بھی کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ یعنی شر سے وسوسہ دینے والا ہے لوگوں کے سینے میں جنوں اور آدمیوں سے۔

پس اہل عرفان اس کا یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ دل کے نیچے اس کا مقام ہے' اور غفلت کے سبب دل کا منہ نیچے رہتا ہے۔ جس پر ہمیشہ خنّاس کا دم پہنچتا ہے' پھر جس سے دل سخت و سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے بندہ زیادہ گناہ پر آمادہ ہوتا ہے۔ پس جب عنایت الٰہی ہوئی تو اہل طریق پیر کے ارشاد سے مخفی ذکر دوام کو قلب سے اٹھا کر بغور تمام مقام نفسی و روحی کو دور کر کے پھر قلب پر ضرب لگاتا جاتا ہے۔ تو اسی طرح بفضل خدا رفتہ رفتہ نفس کا منہ بند ہو کر نیچے ہونے لگتا ہے۔ اور ذکر کی کثرت سے دل کی سیاہی بھی دور ہو کر قلب کا منہ اوپر کو ہو جاتا ہے۔ اس وقت طالب خدا کو سب ماسوا اللہ فنا نگاہ میں آتا ہے۔ اور حقیقت میں بدستور ذاکر ذکر میں خود مذکور ہو جاتا ہے پھر اس معمول سے دل مانند پھول کے کھِل جاتا ہے۔ تو وہ عارف باللہ کشف القلوب ہو کر سب بقا کو محبوب دیکھتا ہے تا کہ سوا ایک نور وحدت کے کچھ ظہور میں نہیں آتا۔

لطیفۂ سرّی

اور اسی طور لطیفے سری کا بھی وہ اسرار ہے۔ کہ جس میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اپنا علم پنہاں رکھتا ہوں۔ اگر ظاہر کروں۔ تو سب جہاں میرا خون حلال سمجھیں۔

پس جب ان لطائف کا عامل ہوا۔ تو بدیں طور درجہ بدرجہ کامل ہوا۔ یعنی لطیفے نفسی

میں علم الیقین قلبی میں عین الیقین روحی میں حق الیقین سری میں حق الحق۔

اور نفس امارہ و لوامہ یہ ہر دو شامل شریعت کے ہیں و ملہمہ متصل طریقت اور مطمئنہ متعلق حقیقت کے ہے۔ اس واسطے کار شریعت تزکیہ نفس کا ہے اور طریقت تصفیہ دل اور حقیقت تجلیہ روح کا ہے۔

نظم

عبادت شریعت کی ہے بازباں — خیالات سے یہ ہے پر اے جواں

شرع میں اگر نفس ہووے اسیر — تو مومن کا درجہ ملے گا اخیر

طریقت میں دل کا ذکر ہے سدا — مگر کرتے بے وہم سالک خدا

حقیقت میں روح کا ہے مخفی ذکر — محبت سے یار ایک آوے نظر

فنا سے گزر جب بقا سمجھے گا — ملے اس میں رتبہ تجھے اولیا

ہمہ ازوست

اور اول شریعت میں ہمہ ازوست ہے۔ یعنی خدا خالق ہے سب مخلوق اور وہ مالک ہم مملوک۔

ہمہ نیست

دوم طریقت میں ہمہ نیست یعنی ایک خدا ہے باقی سب فنا۔ لیکن اس جا فنا اور بقا کے درمیان نگاہ ہے۔ گاہ اس میں نیست اور گاہ ہست کی جستجو ہے۔ کہ یہی دوئی کی گفتگو ہے۔ جب دوئی دور ہو۔ تب ایک حق ظہور ہو۔ **بیت**

فنا ہو کر دیکھے فنا ہے — بقا میں گر بقا دیکھے بقا ہے

ہمہ اوست

سوم: حقیقت میں ہمہ اوست یعنی سب جا ایک ہی خدا ہے۔ جو ہمیشہ بقا ہے۔ لیکن اس جا اہل سجود فنا میں خود نابود ہو کر مخلوق کو بغیر خالق و خالق کو بغیر مخلوق نہ دیکھے۔ یعنی ایسا مستغرق محبت ہو۔ کہ سوا خدا نہ کچھ دیکھے نہ سنے۔ یہاں تک کہ ہر آواز میں بھی یار کا راز پائے۔ تاکہ

عارف سامع ہو جائے۔ کیونکہ جو آواز آتا ہے۔ ہر انسان اپنی سمجھ کے موافق پاتا ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک سیاہ تیتر بولا۔ تو اہل شرع نے کہا۔ یہ کہتا ہے سبحان تیری قدرت صاحب طریقت بولا۔ سب فانی ہے کثرت۔ اہل حقیقت نے فرمایا۔ کل شیئی وحدت۔ پس اسی طرح شنید کے موافق دید میں آتا ہے۔ جس سے عارف واجد کہلاتا ہے۔ بیت

ایسا توحید نے گھیرا کہ سجدہ ہر طرف میرا
جدھر دیکھوں ادھر تو ہے ہے جلوہ ہر طرف تیرا

احدیت

چہارم: احدیت وہ مقام ہے کہ جس میں بجز حیرت کے کہنا غیرت ہے۔ کہ ہستی موہومہ سے گزر کر ہستی مطلق ہو جائے تاکہ سب اضافتوں کا ترک کر دینا وحدت کا یہی معنٰی ہے۔ جیسا کہ ہم نہ تم دفتر گم۔

شیخ شبلی علیہ الرحمتہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ توحید کیا چیز ہے؟ فرمایا جو کوئی اس کا جواب دیتا ہے' وہ ملحد ہے اور جو اس کی اشارت کرتا ہے۔ وہ بت پرست ہے جو توحید کی تعریف کرتا ہے۔ مشرک ہے۔ اور جو اس کو نہیں جانتا۔ وہ کافر ہے' جو توحید کا سوال کرتا ہے وہ جاہل ہے۔ یعنی زبان اس بیان سے قاصر ہے۔ پس یہاں تک ہستی دور ہو کہ اس میں ذاکر خود مذکور ہو۔ اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حدیث اَلْعِبَادَۃُ بَعْدَ الْوُصُوْلِ شِرْکٌ وَ فِیْہِ نَظْرٌ" یعنی بعد وصال کے عبادت شرک ہے یعنی عبادت میں آپ کو عابد تصور نہ کرے۔ ورنہ مشرک ہے۔ کیونکہ جب تک عبودیت باقی ہے۔ توحید قائم نہیں ہے۔

پابندیِ شریعت

اس لئے عارف باللہ ظاہر عبادت میں تنگ و باطن پسند ہیں۔ لیکن پھر بھی شرع کے تو اس طرح پابند ہیں' جیسا کہ حضرت میاں میرؒ صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ میں عرش پر تھا۔ بانگ نماز سن کر تحت الثریٰ میں آگیا۔ اور نماز ادا کی۔ یعنی الوہیت سے تنزل کر کے عبودیت میں آگیا۔ غرض شریعت اس لئے فرض ہے کہ بندہ اس کے ابتدا سے معرفت کا انتہا پاتا ہے۔

اس سبب شریعت عین معرفت ہے جیسا کہ ایک لڑکے سے تین مقصد حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی لڑکا و جوان اور پیر مرد۔ تو اسی طرح ایک شریعت سے بھی چہار منزل کا واصل ہوتا ہے۔

وحدت

پس جیسا ایک شریعت کا یہ کل پرواز ہے تو اسی طرح ایک نقطہ وحدت سے بھی کثرت بے انداز ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ یعنی فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس محبت ہوئی۔ کہ ظاہر ہوں، یعنی ظاہر ہونے کے لئے دریائے وحدت سے یہ سیلاب کثرت کا پھیلا ہے۔ جیسا کہ دریا کو موج آتی ہے تو پانی پھیل پڑتا ہے۔ جب اترا۔ تو کچھ پانی آگے کچھ پیچھے کو چلا گیا۔ جو باقی خندق وغیرہ میں رہا۔ چندیوم کو وہ آب بسبب جدائی کے گندہ و خراب ہوا۔ مگر جب دریا پھر محبت کی جنبش میں آکر ان فروعات کو اپنی ذات سے ملا لے۔ تو پھر وہ پاک و صاف ہے۔

حضرتِ انسان

پس یہ کیفیت انسان کی شان میں ہے کہ یہ اسی دریائے وحدت بے بہا کا قطرہ ہے۔ لیکن جدائی کے سبب تباہی میں ہے پھر وصال میں رتبہ کمال ہے۔ کہ اس مقصود کا یہ اشارہ موجود ہے۔

حدیث قدسی اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان راز میرا ہے۔ اور میں راز اس کا ہوں۔ مثنوی

بحر وحدت میں تو جب تھا بے نشاں — اسی مخفی راز کو جان اے جوان
الست میں ہو مست دل کو شاد کر — قول وہ قَالُوْا بَلٰی کا یاد کر
کیوں ہوا تو ذات وحدت سے جدا — کیوں فرشتوں نے تجھے سجدہ کیا
اس وطن کے راز اب تو یاد کر — اس سفر میں کیوں ہوا ہے بیخبر
پھر محبت وطن کی تو رکھ سدا — تب تجھے وہ لیگا اپنے سے ملا
دیکھ وہ غفار ایسا ہے حبیب — تو رہے خود دور وہ تیرے قریب

قولہ تعالیٰ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی ہے اللہ ساتھ تمہارے جس جگہ تم ہو۔ رباعی

دیکھ فرماتا خدا ہے اے سعید
وہ تیرے نزدیک کیوں تو ہے بعید
دیکھ اپنی ذات میں اے ہوشمند
نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد

حدیث ذَاتُ اللّٰہِ اَقْرَبُ اِلَی الْاِنْسَانِ مِنْ جَسَدِ الْاِنْسَانِ یعنی ہے خدا تعالیٰ آدمی کے نزدیک اس کے تن سے بھی زیادہ۔ مثنوی

ہے تیرے نزدیک وہ تجھ سے عزیز
کیوں نہیں کرتا تو کچھ اس کی تمیز
ہے خدا کا خاص تو مظہر جواں
وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ پہچان
قرب حق سے تو رہا جب بیخبر
اس لئے آتا نہیں تجھ کو نظر
جب کہ تو ظاہر ہے تب ہے وہ نہاں
تو نہ ہو تب یار ہو گا وہ عیاں
تو نہ ہو خود تو نہ ہو خود تو نہ ہو
دیکھ پھر ہر جا کہ ہے وہ روبرو
ہے فَثَمَّ وَجْہُ اللہ کا ظہور
ہر طرف ہر جا میں واحد ایک نور

پس اس مقام پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ وَلَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا قَدْ رَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ یعنی نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر تحقیق خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے بیچ اسکے۔

بیت

جب کہ اس منزل پہ آئے مصطفےؐ
تب اَنَا اَحْمَدْ بِلَا مِیْم کہا
جب جسم ہستی کا سب جاتا رہا
پھر جو دیکھا ماسوا اللہ فنا
تاکہ دو عالم میں اک آیا نظر
تب انا کہنے کی دی حضرتؐ خبر

حدیث لَیْسَ شَیْئٌ فِی الدَّارَیْنِ اِلَّا فِیْہِ رَبِّیْ یعنی نہیں ہے کوئی چیز اور جہان میں مگر ہے اس میں پروردگار میرا۔ مثنوی

عدم کی صورت نظر سے دور کر
تاکہ دو عالم میں اک آوے نظر
اس کو کہتے ہیں عدم اے دل حزیں
شکل جو ظاہر اصل میں ہے نہیں
جیسا پانی شور کا آئے نظر
دراصل پانی نہیں اے بے خبر
ہے عدم کی اس طرح ہستی جہاں
یہ کرے سب نیست تب حق ہو عیاں
جب تعین یہ نظر سے دور ہو
تا ظہور میں ایک واحد نور ہو
دور ہو اپنی خودی سے اے جوان
دیکھ اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰتُ الرَّحْمَانِ

تجھ کو آئینہ کہا اپنا خدا — خودی کے زنگار سے رکھ تو صفا
تو مثل شیشہ کے ہو صاف اے پسر — ہر ظہور میں تا وہ نور آوے نظر
جسم ہے آئینہ تو عکس خدا — ہر گھڑی ہے اس میں حق کا پر توا
پس اصل صورت کا ہوتا عکس ہے — اس لئے حق اصل سایہ شخص ہے

عبودیّت و ربوبیّت

غرض عبودیت و ربوبیت میں یہ تفاوت ہے۔ جیسا عین و غین کا فرق کہ بغیر نقطہ کے عین ہے۔ پھر عین کو غین کہنا جاہلیت ہے۔ اور غین کو عین کہنا انانیت و فرعونیت ہے لیکن عین کو عین کہنا کمالیت و عارفیت بلکہ یہی وحدانیت ہے۔ مگر تفرید تجرید سے کہنا توحید ہے۔ ورنہ ہستی کی تقلید میں کہے۔ تو مشرک شدید ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ جب شاہ منصورؒ کو سولی پر دیا۔ تو شیطان نے حاضر ہو کر کہا۔ کہ اے منصورؒ افسوس ہے کہ ہم دونوں سے اَنَا کہنے میں کیا بڑا قصور ہوا۔ اس نے کہا۔ اے پلید میرے اور تیرے اَنَا کی تمہید ایک نہیں۔ تو نے اَنَا خودی سے کہا۔ اس لئے تو مدام لعنتی ہے اور میں نے بیخودی سے کہا۔ ہمیشہ رحمتی ہوں۔

خودی سے گر اَنَا جس نے کہا ہے — سیاہ رُو مثل شیطاں کے ہوا ہے
خودی خود ہستی سے ہو گا فنا جب — اَنَا الحَقُّ یار تب کہنا روا ہے

پس جب بندہ نابود ہے تو پھر حق موجود ہے۔ اس غرض کیواسطے خودشناسی فرض ہے۔ بیت

خود شناسی فرض ہے تم کو عزیز
تاکہ ہو مخلوق و خالق میں تمیز

حدیث: مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یعنی جس نے آپ کو جانا۔ اس نے خدا کو پہچانا۔

مثنوی

آپ کو نابود کل فانی پہچان — مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا پڑھ جوان

اس طرح کی خود شناسی خوب ہے　　پس اسی میں یار کل مطلوب ہے
جس عدم سب جزو کل جانا فنا　　بحر و بر ہر ذرہ میں دیکھا خدا
ذات کائنات میں ہے سر بسر　　جیسا ہر گل میں ہے خوشبو تازہ تر
ایسا اک وحدت کا سب گلزار ہے　　لیک وحدت گل و کثرت خار ہے
جیسا ہر زیور کا اصل ہے زر جواں　　ایک سیاہی سے حروف ہیں بیکراں
چونکہ ایک گِل کے ہیں برتن بیشمار　　دیکھ ایک آہن سے ہیں اشیا ہزار
اس طرح وحدت سے کثرت اے پسر　　پر نہیں اس راز کی تجھ کو خبر
جس طرح ہے لام میں الف نہاں　　ایسی ہے کثرت میں وحدت اے جواں
لام کا خم یار جب ہو جائے دُور　　تب الف کا نور اک ہو گا ظہور
اس طرح کثرت نظر سے دور کر　　تاکہ وحدت ایک ہی آوے نظر

پس وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت ایک ہے۔ جیسا بیج سے درخت اور درخت سے بیج۔ مثنوی

جان کل کثرت میں ہے وحدت کا نور　　بلکہ ہے کثرت سے وحدت کا ظہور
ہے نہ کچھ کثرت سے وحدت کو خلل　　بھی نہ وحدت سے ہے کثرت کو ذلل
لیک وحدت شخص و کثرت عکس ہے　　عکس ہے فانی و قائم شخص ہے
ہر طرف ہر جا میں حق کا نور ہے　　شش جہت میں بندہ خود مجبور ہے
ہر جہت سے بے مقید ہے خدا　　اس سبب سے وہ جدا ہے یہ جدا
گر خودی کی جہت سے خود دور ہے　　خود بیخود ہو دیکھ واحد نور ہے
ماسوا اللہ کے کل نابود کر　　لا شریک ہے ذات اک موجود کر

مسئلہ قضا و قدر

سوال: اول خدا جس کو اپنی معرفت ادا فرماتا ہے۔ وہی اس مقصد کو پاتا ہے ورنہ بندہ مجبور و بے قصور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

یعنی نہیں ہلتا ایک ذرہ سوا امر الٰہی کے۔ دوم: جو کچھ لوح محفوظ اور میثاق میں مقسوم کا وعدہ مرقوم ہو چکا ہے۔ وہ ہرگز تبدل و تغیر نہیں ہوتا۔ سوم۔ پروردگار کا یہ بھی اقرار ہے کہ بندہ خود فعل مختار ہے۔ پس ان گفتار کی آپس میں ضد بسیار ہے۔ جس میں عقل نہایت لاچار ہے۔ جواب: یہ مسئلہ دقیق ہے۔ فہم باریک ہے۔ بلکہ فقیہہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اندھا کنواں ہے جو اس کے گرد پھرا ہے۔ وہی اس میں گرا ہے۔ لیکن کل فرقہ اس سے ایجاد ہے۔ اس واسطے کچھ اس کا لکھنا مراد ہے۔

اول لَا تَتَحَرَّکُ ارشاد سے تو خداوند قدیم و قادر مراد ہے کہ جس کی ابتدا تین اجزا ہیں۔ اول قضا۔ دوم رضا۔ سوم بندہ کی مختاری۔ سو ان تینوں پر وہ اس طرح قدیر ہے۔ کہ اول تقدیر میں تو جو کچھ قدرت کاملہ سے تدبیر ہو چکی ہے۔ اس اپنے وعدہ پر قادر ہے کہ وہ ہرگز خلاف نہیں کرتا۔ سب کام اپنے وقت پر تمام ہوتے ہیں۔ سو اس کی پیدائش بھی ہر سے پیشتر ہے۔ چنانچہ حدیث عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ قَالَ وَعَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مخلوق کی تقدیریں و اندازے لکھے خدا تعالٰی نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس آگے۔ جبکہ عرش خدا تعالٰی کا پانی پر تھا۔

قضاء

سو یہ اندازہ خوراک دن و رات اور زمانہ کی پیدائش حیات و ممات اور احوال قیامت وغیرہ کا۔ پس یہ قضا ہے جس کو تقدیر بولتے ہیں۔ جو تدبیر پر غالب ہے۔ اور بھی بندہ کی صفت میں بدبختی و نیک بختی اور اندازہ گناہ و ثواب کا۔ مگر اس میں تغیر و تبدل کا بھی اختیار لکھا گیا ہے۔ جس سے اس کو فعل مختار بھی کہتے ہیں۔ تب ہی تو بندہ کی صفت محدث ہے۔ جو ایک حال پر نہیں رہتی۔ اسی واسطے تین اور مقام مقرر کئے گئے۔ اول مقام میثاق۔ دوم دنیا۔ سوم سزا و جزا کے واسطے روز قیامت۔

رضا

دوم۔ رضا جو منشاء خدا ہے۔ اس میں جو چاہتا ہے سو کرتا ہے جس کے ماتحت غم و

راحت شاہی اور گدائی موت و حیات رنج اور بلا شفا وغیرہ ہیں۔

بندہ کی مختاری

سوم: بندہ کی مختاری و تدبیر پر اس طرح قدیر ہے کہ بندہ کی نیت نیک یا بد کو امداد دے کر اس طرح بناتا ہے جیسا کہ چاہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وَلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنی گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ اور راہ راست پر لاتا ہے جس کو چاہتا ہے یعنی جس کو اپنی طرف چاہا۔ اس کی نیک نیت کو امداد دیتا ہے۔ اور جس کو گمراہ کرنا چاہا۔ تو اس کی نیت بد کو مدد پہنچاتا ہے۔ اسی واسطے تو نیک نیت توفیق راہ کی پاتا ہے اور بد نیت گمراہ ہو جاتا ہے۔ پس آدمی کے وجود میں ایک نیت مقصود ہے' اگر خدا کی رضا چاہے تو نیت صفا رکھے۔

ذکرِ میثاق

دوم ذکر میثاق: میثاق میں وعدہ وہ قائم ہوا ہے جو قرآن مجید میں وعدہ وعید فرمائے ہیں۔ جیسا کہ مومن جنت میں جائیگا۔ اور کافر جہنم میں جگہ پائیگا۔ خطا کی سزا و ثواب کی عطا کہ یہی وعدے سچ و برحق ہوئے ہیں اور ہونگے۔ کہ منکر ان کا کافر ہے۔

ذکرِ ارواح

سوم ارواح کی ابتدا اور بندہ کے مقسوم میں مختار ہونا اس طرح مرقوم ہے۔ چنانچہ رسالہ غوثیہ وغیرہ میں ہے کہ اول نور احدیت سے نور رسول علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ کہ جس سے ارواح اولوالعزم ہیں۔ اور ان سے ارواح مرسلؑ و ان سے انبیاءؑ و ان سے عارفانؒ' ان سے زاہدانؒ' ان سے عابدانؒ و ان سے مومنانؒ و ان سے ارواح کافراں و منافقاں و ان سے ملائیکاں و ان سے ارواح جن و حیوان ہیں تو اصل انسان و فرع حیوان ہے۔ جیسا انسان مظہر رحمان ہے۔ پس اس ایک نور کا سب ظہور ہے۔ چنانچہ حدیث اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَ کُلُّ شَیْئٍ مِّنِّیْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ کے نور سے ہوں۔

اور تمام چیز مجھ سے ہے۔ پس نوری و ناری اور خاک سب کا اصول پاک ہوا۔ لیکن اس میں نجس کی شمولیت و مختار ہونیکی کیفیت یہ ہے کہ جب پروردگار نے عالم ارواح میں اَلَستُ فرما کر بلیٰ کا اقرار لیا۔ تو قدرت قدیر نے ایک خودی کی تصویر دلپذیر ظاہر کر کے سب ارواح کو آگاہ کیا۔ کہ اب میرے سجود میں موجود ہو۔ تو جسکی نیت اس اَلَستُ کے اقرار پر مست رہی۔ برضا خود سجدہ ادا کیا اور جو نیت کے خوار اس اقرار سے پھر کر نفس خود کے غرور پر مغرور ہوئے تو اَنَا اَنَا وَ اَنتَ اَنتَ پکار کر انکار کیا۔ تو اہل انکار پر پرتو اجلالی اور اہل سجود پر جمالی ورود ہوا۔ اور بعض ارواح طرح فریقین کے مابین ہوئے۔

گروہِ ارواح

یعنی سب ارواح چہار گروہ ہو کر پہلے نے تو دونوں سجدے ادا کئے۔ سو وہ دنیا میں آکر پیغمبرؑ یا مادرزاد اولیاؒ ہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ و ان کے دونوں صاحبزادے حضرت امام حسن و حسین علیہم السلام۔ دوسرا سجدہ اول میں ست اخیر میں چست تو وہ دنیا میں اول بد کام آخر خاتمہ نیک انجام ہیں۔ جیسا حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ اور فرعون کے جادوگر رضی اللہ عنہم اور تیسرا گروہ سجدہ اول میں ہوشیار و آخر سے انکار تو وہ دنیا میں اول عمر باثواب و آخر خاتمہ خراب ہے۔ جیسا ابلیس و بلعم باعور چوتھا وہ بدکار گروہ جس نے ہر دو سجدے سے انکار کیا۔ تو وہ بدخواہ دنیا میں آکر اول و آخر تمام حیاتی گمراہ ہیں۔ جیسا فرعون وہامان و نمرود لعنہم اللہ تعالیٰ۔ غرض جو ارواح دنیا میں بھی آکر بدنیت و گمراہ مانند شیطان کے بیفرمان رہے۔ وہ کافر مشرک وغیرہ ہو کر ہمیشہ سزاوار دائم النار ہیں۔ باقی اپنے اعمال کے موافق سزا پا کر جنت میں داخل ہونگے۔

اور اسی طرح حیوان بھی اپنے عملوں کے مطابق دنیا کے عذاب میں حساب دیکر آخر وجود سے نابود ہونگے۔ پس سب ظہور کا یہی دستور ہے۔

نورِ احدیت

مگر نور احدیت سب تکلیف سے دور ہے کیونکہ دوزخ و بہشت تو خود اس کی ذات کی صفات ہے۔ جیسا انسان کے وجود میں غصہ و رحم موجود ہے۔ تو خالق کے غصہ و

غضب سے مخلوق کو جہنم کا عذاب و رحم سے جنت کا ثواب ہے۔ لیکن خداوند افلاک ہر نسبت سے پاک ہے۔ اور آگے اس کا جواب واللہ اعلم بالصواب ہے' کیونکہ ان گفتار اور روح کے اسرار کو زیادہ اظہار کرنا انکار آتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہہ اے محمدؐ انکو کہ روح میرے پروردگار کے امر سے ہے۔ یعنی میں اسکی کیفیت اور ماہیت کہہ نہیں سکتا۔ کہ یہ مقام حیرت کا ہے' زیادہ کہنا غیرت ہے'

رجوعِ میثاق

اور جو میثاق کے دن ہر روح نے جن فعل وغیرہ پر رجوع کیا تھا۔ تو اکثر اس مقام دنیا میں آکر وہی کام ہوتے ہیں اور ہونگے۔ جس کو تقدیر کہتے ہیں۔ مگر اصل میں یہ تقدیر نہیں۔ یہ خودمختاری کی نظیر ہے۔ کیونکہ نیت کے فتور سے تو اس روح میں قصور تھے۔ کہ جس خطا کی بندہ کو سزا ہے۔ تو پھر تقدیر کی کیا نظیر ہے۔

اگر اس سوال میں یہ خیال ہو۔ کہ اب اس روح کے قصور سے بھی تو ہم مجبور ہیں۔ جو وہ روح کا فعل تو ہم کو ضرور کرنا پڑا۔ مگر اس دستور سے یہ حجت بھی دور ہے کہ جب رحمت کے بحر نے فیض کی لہر سے وہ ارواح کا خطا بھی عطا کرنا چاہا۔ تو پھر نیت کی مختاری و عقل کی ہوشیاری سے عالم دنیا میں بھیج کر بدیں شرط لَاتَقْنَطُوْا کا وعدہ فرمایا کہ جو توبہ کے ذریعہ نیت صفا سے میری بارگاہ میں آویگا۔ تو ضرور اس کا وہ قصور بخشا جاویگا۔

پس چاہئے کہ ہر کس وسوسہ شیطانی و خواہش نفسانی اور اس خودی کے غرور سے دور ہو کر ہمیشہ دل و نیت کو محبت خدا میں مبتلا رکھے۔ تو ضرور اب بذریعہ توبہ اس عالم ارواح کا خطا بھی دور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کا وہ بہشتی قصور بھی اس دنیا سے دور ہوا۔ ایسی رفع حجت کیواسطے تو ہر کتاب اللہ و پیغمبرؑ اور اولیاءؒ و علماؒ وغیرہ آکر رہنما ہوئے ہیں۔

نیک نیتی

غرض خدا کی بارگاہ میں ایک نیت درست ہو تو پھر راہ صاف خطا معاف ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ یعنی اللہ برگزیدہ کرتا ہے

اپنی طرف جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے یعنی جو خدا کی طرف نیت صفا کرے۔ پس اس تمام کلام سے اعتبار ہوا کہ کل کام و کردار پر قادر پروردگار ہے۔ بندہ محض نیت کا مختار ہے۔ کہ جس سے مستحق جزا و سزا کا ہے۔ مگر نیت کا کام بھی وہ انجام ہوتا ہے کہ جس میں خدا تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے۔ ورنہ تمام خیال خام ہیں۔

غرض ان گفتار کا اختصار یہ ہے۔ انسان کو چاہیے۔ کہ جو کام دنیاوی ماتحت نفس و شیطان کے ہیں۔ چنانچہ طمع نفسانی لذت جسمانی و حرکات شیطانی وغیرہ جو نہی میں درج ہیں۔ وہ سب مردود بے سود جان کر بذریعہ خوف لا تحرک کے سپرد کرے۔ مگر دل و نیت کو کبھی ان کام بدانجام کی طرف راغب نہ کرے۔ ورنہ جبریہ ہو گا۔

اور جو کام دل و روح کے محکوم ہیں۔ جیسا کہ محبت الٰہی نیت کی صفائی اور عبادات وغیرہ جو سب امر میں داخل ہیں۔ بحکم پروردگاران سے بندہ نیت کا مختار ہے۔ مگر اس میں بھی امداد الٰہی کا طلبگار رہے۔ ورنہ قدریہ ہو گا۔ اسی واسطے حضرتؐ ہمیشہ یہ دعا مانگتے تھے۔ حدیث اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ یعنی اے الٰہی دلوں کے پھیرنے والے پھیر ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر یعنی ہمارے دل و نیت کو اپنی عبادت کی توفیق دے۔ بیت ؎

شرع میں آپ کو یوں جان مختار
بدی اپنی ثواب حق سے سمجھ یار

لیکن اس مسئلہ کے فوائد اہل شرع کے عقائد ہیں۔ اور محقق فرماتے ہیں کہ کل دعویٰ خطا ہے۔ جس کو اس طرح سزا ہے۔

لطیفہ

چنانچہ نقل ہے کہ ایک شخص کو راہ میں چند سوار ملے۔ انہوں نے پوچھا۔ تو سنی ہے یا شیعہ۔ اس نے کہا۔ میں سنی ہوں۔ تو شیعوں نے بہت مارا۔ پھر آگے اور ملے۔ جب انہوں نے پوچھا۔ تو کہا کہ میں شیعہ ہوں۔ وہ سنی بھی مار کوٹ کر چلے گئے۔ پھر

تیسرے گروہ نے پوچھا۔ تو خوف سے کہا۔ کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ آخر انہوں نے کہا۔ مبارک باد! جا تو آزاد ہے۔

پس فنا میں یہ عطا ہے۔ اس واسطے اہل حقیقت فرماتے ہیں کہ کل تدبیر و تقدیر اول و آخیر پر خدا کی ذات قدیر ہے۔ اور سب ظہور بے مقدور فانی مجبور ہے۔ مثنوی

جب کہ بندہ ہے طریقت میں فنا — کہاں وہ مختار کے لائق رہا
بلکہ ہر دعوئی میں آتا ہے ضرر — تاکہ دعوئی ہوتا ہے شامل کفر
چھوڑ دعوئی ہستی کا خود ہو فنا — کیونکہ دعوئی ہوتا ہے لائق سزا
دعوئی سے جب ہو گی ہستی پر نظر — سب عبادت ضائع ہو گی۔ اے پسر
دور کر سب دعوئی ہو خود سے جدا — پس فنا میں کچھ نہیں رہتا خطا
بندہ ہے مجبور اور فانی اخیر — اول آخر ہے خدا قادر قدیر
سب یہ اس کی ذات کا انوار ہے — فعل کل فاعل کا وہ مختار ہے
کوئی نہیں دعوئی نہ کوئی تقلید ہے — اول آخر اللہ کی توحید ہے
ذات اس کی ظاہر و باطن مدام — ہست اللہ نیست ہیں ہم سب تمام

فصل ۷

در ذکر سرود و فضیلت عشق

سوال۔ بعضے فقراء غنا میں مبتلا ہیں۔ لیکن یہ کام بدعت انجام محض حرام ہے۔
جواب۔ سرود ہر ایک محب و محبوب کا راحت قلوب ہے کہ ہر دو عاشق صادق
اور فاسق کو اپنے اپنے محبوب کی طرف خوب مرغوب کر دیتا ہے۔ اس واسطے ہر فاسق عام
طبع خام پر تو یہ مطلق حرام ہے۔ اور اسی طرح فقیر بھی اس کی تاثیر سے زیادہ محبت پذیر ہو
جاتے ہیں۔ اس لئے اس کو اکثر چاہتے ہیں۔ پس ہر کار نیت پر مدار ہے۔ بلکہ غنا تو خاص
عشق کی بنا ہے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔ **بیت**

سرود محرم عشق است و عشق محرم اوست　　　کسے کہ عشق نداند سرود دشمن اوست

حقائقِ عشق

غرض عشق وہ مقصود ہے کہ جس سے کل ماسوا اللہ نابود ہے۔ اور سوا عشق سب
زوال ہے۔ عشق میں خدا کا وصال ہے۔ چنانچہ حدیث **اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَ اللّٰہ**
حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ عشق کی آگ جلا دیتی ہے سب غیر خدا تعالیٰ کے۔ پس جب غیر دو
ہو گا۔ تو پھر حق ظہور ہو گا۔ اور اہل محبت فرماتے ہیں۔ کہ دوزخ کی آگ اس شخص
ڈرتی ہے کہ جس کے دل میں محبت کی آگ ہے۔ یہ محبت مخصوص ہے ذات الٰہی پر
اسواسطے اہل اسلام متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ کی دوستی فرض ہے' اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے
یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ یعنی دوست رکھتا ہے خدا ان کو جو دوست رکھتے ہیں وہ خدا کو'
اور رسول علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جب تک بندہ خدا و رسولؐ کو سب چیز
زیادہ دوست نہ رکھیگا۔ اس وقت تک اس کا ایمان درست نہیں ہے۔
ایک پیغمبرؑ پر وحی آئی۔ کہ میرے بندے وہ ہیں جو مجھے دوست رکھتے ہیں میں انہیں
دوست رکھتا ہوں۔ وہ میرے آرزومند ہیں۔ میں انکا خواہش مند ہوں' وہ مجھے یاد کر

ہیں۔ میں انہیں یاد کرتا ہوں۔ انکی نظر میری طرف ہے میری نظران کی طرف ہے۔ اور جو ان کو دوست رکھے گا۔ میں ان کو دوست رکھوں گا۔ اور جو ان کی راہ سے پھرے گا۔ تو میں ان کو دشمن سمجھوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ عملوں سے کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا خدا کی محبت۔ اور جو کچھ اس نے کیا۔ اس پر راضی رہنا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے عیسیٰؑ جب میں اپنے بندے کے دل میں نگاہ ڈالتا ہوں۔ اور اس میں دنیا و آخرت کچھ نہیں دیکھتا۔ صرف اپنی دوستی و محبت اس میں پاتا ہوں۔ تو اسکی نگہبانی کا میں خود متولّی بن جاتا ہوں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ جس نے حق تعالیٰ کی خالص محبت کا مزہ چکھا۔ وہ دنیا وغیرہ سے بے پرواہ اور خلق سے نفرت کرنے والا ہوا۔

حضرت رابعہؒ بصری کے سامنے ایک دفعہ بہشت کا ذکر ہوا۔ تو فرمایا **اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ** یعنی اول صاحب خانہ ہے پھر گھر۔ اور پھر کسی نے پوچھا۔ کہ تم رسولؐ کو کیونکر دوست رکھتی ہو۔ تو کہنے لگیں۔ کہ یہ مشکل بات ہے۔ مجھے تو خالق کی محبت نے مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے'

اور پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمتہ اپنے ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ ایک عورت سندھی چند روز میرے پاس آکر رہی۔ جب اس کو مکاشفہ ہوا۔ تو سب بہشت کا سیر اور حوران وغیرہ کو دیکھنے لگی۔ روتی ہوئی میرے پاس آئی۔ سندھی زبان میں کہا۔ کہ حضرت یہ کیا تماشہ ہو رہا ہے۔ آپ دعا فرمایئے کہ یہ میری آنکھوں سے بند ہو جائے۔ میں انکی تو خواہشمند نہیں ہوں۔ میں تو محض مولا کی عاشق ہوں۔

غرض جب تک اس طرح کل محبت دنیا و عقبیٰ سے جدا نہ ہو گا۔ تب تک محبت خدا کا حق ادا نہ ہو گا۔

اقسامِ محبت

اور جان کہ تمام محبت کے دو اقسام ہیں۔ ایک قلبی۔ دوم نفسی۔ نفسی محبت وہ ہے'

جو طمع نفسانی و لذت جسمانی ہے۔ جیسا مال' اولاد' عورت وغیرہ کہ یہی محبت خدا سے جدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ یاایھاالذین امنوالا تلھکم اموالکم ولااولادکم عن ذکر اللہ یعنی اے ایمان والو نہ ہٹا رکھیں تم کو تمہارے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔ دیگر قولہ تعالیٰ ان من ازواجکم واولادکم عدولکم فاحذروھم یعنی تمہاری عورتیں و اولاد دشمن تمہارے ہیں۔ پس دور ہو تم ان کی محبت سے۔ پس جب یہ سب محبت جدا ہو۔ تب ایک محبت خدا ہو۔ کیونکہ دل ایک ہے۔ ایک ہی طرف متصل ہوتا ہے۔ اس واسطے عام تمام پر محبت حرام ہے۔ کہ اس کو حرص و شہوت کہتے ہیں۔

دوم محبت قلبی وہ ہے کہ جس کے سبب تمام ماسوا اللہ حرام ہو جاتا ہے۔ صرف ایک مولیٰ کو چاہتا ہے تاکہ طالب شوق غالب اس محبت میں یہاں تک صمٌ بکمٌ عمیٌ ہو رہتے ہیں۔ کہ بجز یار کوئی اذکار نہ رہا۔ پس اس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔

اجزائے عشق حقیقی

جس کے دو اور بھی اجزا ہیں۔ ایک یہ کہ یار کے یار سے محبت و پیار یا اپنے دوست کے سبب اس کو دوست رکھتا ہے' یا جو کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے تو اسکے قاصد اور محبوب کو بھی دوست رکھتا ہے' کہ جیسا پیغمبرؐ یا اولیاءؒ اور علماؒ وغیرہ ہیں۔ کہ یہ دوستی بھی خدا ہی کی دوستی ہے۔ اسی واسطے محبت محبوب کے سبب اہل قلوب ہروقت آپس میں خوب مرغوب رہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث عن ابی ھریرۃؓ ان رجلا زار اخاً لہ فی قریۃ اخریٰ فارسل اللہ علیٰ مدرجتہ ملکاً فلما اتیٰ علیہ قال این ترید قال ارید اخاً لی فی ھذہ القریۃ قال ھل لک علیہ من نعمۃ تربھا قال لا غیر انی احببتہ فی اللہ قال فانی رسول اللہ الیک بان اللہ قد احبک کما احببتہ فیہ تحقیق ایک مرد تھا۔ اس نے اپنے بھائی مسلمان کے واسطے جو دوسری بستی میں رہتا تھا۔ ملاقات کا ارادہ کیا۔ سو خدا نے اس کی راہ میں ایک فرشتہ بٹھا رکھا۔ جب اس کے پاس آیا۔ تو فرشتہ نے کہا۔ تو کدھر جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ اس بستی میں اپنے بھائی کو ملنا چاہتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا۔ کچھ تم پر اس کا احسان ہے۔ جسکو بڑھایا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں صرف میں اس سے خدا کیواسطے

محبت رکھتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا۔ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ تیرے لئے پیغام یہ ہے۔ کہ خدا نے بھی تجھ کو دوست رکھا ہے' جیسا کہ تو نے اس کو خدا کے واسطے دوست رکھا ہے۔

سبحان اللہ محبت اللہ کیا عمدہ چیز خدا کو عزیز ہے۔ کہ اس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔

جزو دوم جب محبت الٰہی قوی ہو جائے' تو سب مخلوق کو دوست رکھے۔ کیونکہ سب بندے اسی کے ہیں۔ اور سب موجودات بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جیسا کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے تو اسکی کاریگری و تصنیف اور خط وغیرہ کو بھی دوست رکھتا ہے۔

خُلقِ محمدیؐ

پس عام تمام مخلوق میں اسی طرح خلق و سلوک ہو کہ فقیر بغیر طمع ہر کس سے شکرو شیر ہو کر شاکر تقدیر رہے۔ کیونکہ بجز خدا نہ کوئی دوست فقرا ہے نہ سوا نفس کوئی دشمن بدخواہ ہے۔ کہ جس سے اہل حال کا ہمیشہ جدال رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث اُقْتُلُوا الْمُؤْذِیْ قَبْلَ الْاِیْذَا یعنی قتل کرو تم موذی کو ایذا پہنچانے سے پہلے۔ اگرچہ لوگ ظاہر ایذا دینے والے کو اپنا دشمن جانتے ہیں۔ لیکن فقیر کے نزدیک بغیر نفس موذی کے کوئی اور ایسا شریر گلوگیر نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ دشمن جان قاطع ایمان ہے۔ سو یہ شریر اس طرح اسیر ہوتا ہے کہ اہل سجود خود نابود ہو کر آپ سے اور سب کو اس طور جانے۔ کہ جب کسی آپ سے چھوٹے کو دیکھے تو فی الحال یہ خیال کرے۔ کہ اس میں گناہ مجھ سے کم ہونگے۔ اور بڑے کا یہ تصور کرے' کہ بسبب زیادہ عمر کے اس میں نیکیاں بھی مجھ سے زیادہ ہونگی۔ تاکہ کافر مشرک تک بھی اس وجہ دید سعید کرے۔ کہ اگر یہ بذریعہ توبہ گمراہی سے رہائی پائے' تو پھر یہ صاف اس کے کل خطا معاف ہیں۔ کہ میں تو پھر بھی گنہگار خطاوار ہوں۔ غرض آپکو مغلوب اور ہر کو خوب جانے۔ تب مطلوب ہے۔

نقل ہے کہ کسی نے ایک فقیر سے مرید ہونے کی التماس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ فی الحال تو حجرہ میں چالیس روز اس حرف کی استعمال کر۔ جب وہ چلّہ سے باہر آیا۔ تو فرمایا۔ دیکھ کہ شہر کی مخلوق کس سلوک میں ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ سب لوگ گناہ

میں مبتلا ہیں- فقیر نے چلہ کی وہی تدبیر فرمائی- جب وہ تیسری بار آیا- تو پھر شہر کا حال اس طرح سنایا- حضرت اب تو تمام لوگ نیک کام میں ہیں- لیکن میں ہر سے بد تر ہوں- پس فقیر شاد ہو کر بولا- کہ اب تو لائق ارشاد ہے- غرض اس دستور کے سوا نفس مجبور نہیں ہوتا- اس واسطے اہل تمیز کو چاہیے- کہ آپ کو ناچیز و ہر کو عزیز جانے- گو کہ سوا خدا تمام چیز کی محبت حرام ہے- لیکن اس طرح سب مخلوق میں سلوک کرنا عام ہے- جیسا کہ خواجہ صاحب فرماتے ہیں-

بیت

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ بابر ہمن رام رام

مگر یہ کام بھی تب انجام ہو- کہ جب محبت الٰہی عام ہو- پس اسی کا نام عشق ہے- کہ جس کے تین اقسام ہیں- اوّل برہوں- یعنی ہمیشہ گریہ و زاری- چشم جاری- دوم جنونی یعنے ظاہر بے ہوش زبان خاموش- سوم خندہ یعنی زبان کشادہ ہنستا زیادہ اور بھی کسی نے کہا ہے- بیت

عاشقاں را سہ نشانی اے پسر آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

اور سچ ہے کہ جب عشق کا آفتاب منہ دکھاتا ہے- تو ضرور کفر کا اندھیرا بھی دور ہو جاتا ہے- بلکہ مجازی بھی حقیقت کو اس طرح پہنچاتا ہے- چنانچہ نقل ہے کہ ایک چوہڑا مکان کی صفائی کر رہا تھا- کہ ناگاہ بالا خانہ میں شہزادی پر نظر پڑی- دیکھتے ہی عشق سر سے پاؤں تک سما گیا- آخر بیمار ہو کر قریب الموت ہوا- اس کی عورت نے بہت علاج کیا- مگر کچھ فائدہ نہ ہوا- تو ایک روز اپنی عورت کو سب غم و ملال عشق کا حال سنا کر کہا- کہ اب تو صبر کر- میرے عذاب میں خراب نہ ہو- پھر رو کر یہ بیت پڑھا-

یہ بیماری عشق تو لائق دوا نہیں بجز دیدار یار کے ہرگز شفا نہیں

جب عورت نے یہ حال سنکر شوہر کا جینا محال دیکھا- تو شہزادی کی خدمت میں جا کر یہ سب داستان کا مفصل بیان کیا- آخر شہزادی نے قیامت کے عذاب سے ڈر کر یہ جواب دیا- کہ جا میری طرف سے اپنے شوہر کو کہہ دے- کہ فلانے مقام پر قیام کرے- خدا نے چاہا- تو

میں کسی روز تیرے پاس آؤں گی۔

جب یہ مژدہ اس بیمار عاشق زار کو پہنچا۔ تو حسب پیغام اس مقام پر بدیں طور بسرام کیا۔ کہ ہجر کی بچھائی و غم کی دولائی صبر کا تکیہ شب و روز بیداری وصل کی انتظاری میں بیٹھ کر بجزیار کوئی انتظار نہ تھی۔ تو اس دستور سے عشق نے اسکو بزرگ مشہور کر دیا۔ اور لوگوں نے بھی اسقدر رجوع کیا کہ ایک روز بادشاہ نے بھی آکر بہت سے تحفے نذر کیے۔ مگر فقیر نے کچھ خیال نہ کیا۔ جب بادشاہ واپس آیا۔۔ تو خلوت گاہ میں شہزادی کے آگے فقیر کی بہت تعریف کی۔ تو اس وقت معشوق کو عاشق یاد آیا۔ اور آہ سرد سے کہا۔ کہ ہم کو اتنا بھی اختیار نہیں۔ کہ اس بزرگ کی زیارت کر سکیں۔ کہ جسکی خود بادشاہ ثنا کر رہے ہیں۔ پس بادشاہ نے فقیر کی بے پرواہی کو دیکھ کر اجازت فرمائی۔ تو دن کو شہزادی نے فقیر کے مقام پر خیمہ لگوایا۔ راستہ میں پردہ بنوایا۔ ہار سنگار لگا کر تنہا یار کے اقرار پر آئی۔ بہت آگے پیچھے ہوئی۔ مگر فقیر نے کچھ توجہ نہ کی۔ پھر شہزادی نے کہا۔ کہ میں وہی ہوں جس کی خاطر تو نے یہ حال بنایا۔ اور جس نے یہ تم کو سکھلایا۔ آخر اتنا بولا۔ کہ میں بھی وہی ہوں۔ پس اس تدبیر میں فقیر عشق کی تاثیر سے حق پذیر ہو گیا۔

غرض عشق وہ چیز ہے۔ کہ سنگ مقناطیس کی طرح آہن دل کو بھی کھینچ کر اپنا عزیز بناتا ہے۔ بلکہ اس محبت کی وہ تاثیر ہے۔ جیسا کہ لوہے کو پارس اکسیر ہے۔ گو یہ عشق مجازی ہے۔ اگر گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ تو پھر شہوت ہے۔ اسی واسطے اس کو عشق مجازی تکلن بازی کہتے ہیں۔ اور جو آپکو اس بلا سے بچاتا ہے۔ تو پھر یہ اسی طرح کمال ہو کر وصال کو پہنچاتا ہے۔ مگر عاشق کمال تب پاتا ہے۔ کہ جب بجزیار ہر خواہش سے اس طرح بیزار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی پہاڑ کے مقام پر پہنچے۔ تو وہاں ایک جانور پرندہ اس طرح دیکھا۔ کہ ایک دم میں چند بار ذکر پروردگار کا کرتا ہے۔ بلکہ سب وجود ذکر میں موجود ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا۔ کہ تیرا کب سے اس مقام پر قیام ہے۔ اس نے کہا۔ پچاس سال سے۔ پھر فرمایا۔ کہ اتنے عرصہ میں کبھی تجھ کو سوائے یار کے کوئی اور انتظار بھی ہوئی ہے۔ اس نے کہا۔ مجھ کو بغیر وصال کوئی غیر خیال نہیں۔ مگر بعض وقت پانی کی طلب ہوتی ہے۔ سو وہ اب تک نہیں ملا۔ پھر

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ دیکھ تیرے پاؤں کے نیچے تو نہر جاری ہے۔ اس نے قسم اٹھائی۔ کہ اس عرصہ میں ایک مولیٰ کے سوا میں نے کسی طرف نگاہ نہیں کی۔

پس عشق الٰہی اس بے پرواہی کو کہتے ہیں۔ کہ بجز یار کوئی انتظار نہ ہو۔ اگرچہ بہت ہی رنج و بلا ہو۔ تو بھی ذکر قضا نہ ہو۔ چنانچہ نقل ہے کہ بشر حافی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ زمین پر پڑا ہے۔ ہزاروں چیونٹیاں وغیرہ اس پر لپٹی ہیں۔ اور گوشت اس کا نوچ نوچ کرلیجاتی ہیں' وہ شوق یار میں اس قدر ہوشیار ہے کہ بدن سے ذکر اور زبان سے شکر جاری ہے۔ میں نے اس کا حال پوچھا۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ چالیس سال سے اس کا یہی حال ہے۔ میں نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پوچھنا چاہا۔ تو اس نے آنکھ کھولی۔ اور سر کو پھر نیچے رکھ کر بولا۔ تو کون ہے جو میرے اور میرے دوست میں تفرقہ انداز ہوا ہے۔

رضائے الٰہی

سبحان اللہ عاشق باللہ اس کا نام ہے کہ ایسے رنج اور بلا میں بھی اپنے مولیٰ سے ایک دم تک جدا نہیں رہتے اور محبت میں ایسے مبتلا ہیں۔ کہ اور خواہش تو کیا اپنی مصیبت کیلئے بھی دعا تک کے طلبگار نہیں ہوتے۔ چنانچہ نقل ہے کہ جب نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق پر بٹھلایا۔ اور چاروں طرف سے آتش لگائی۔ تو اس وقت بارگاہ الٰہی میں سب فرشتگان آہ و نالہ سے عرض رساں ہوئے کہ الٰہی حکم ہو تو ہم اس وقت تیرے دوست کی مدد کریں۔ خطاب ہوا۔ اگر میرا دوست تمہاری مدد چاہتا ہے تو جا کر میری قدرت کا تماشہ دیکھو۔ سب سے پہلے جبرائیلؑ امین نے آکر کہا۔ السلام علیکم یا خلیلؑ اللہ! حضرتؑ تو ذکر میں مشغول تھے۔ اشارہ کیا۔ تو ہر شعلہ آگ سے سلام کا جواب آنے لگا۔ جبرائیلؑ نے کہا۔ یا حضرتؑ ہم آپکی مدد کے واسطے آئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے دوست کے سوا غیر کی مدد نہیں چاہتا۔ پھر کہا کہ یا حضرتؑ اپنے دوست ہی سے دعا مانگو۔ فرمایا۔ جب حاضر و ناظر ہے تو پھر کہنے کی کیا حاجت۔ آخر لاچار ہو کر فرشتوں نے بہت اصرار کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں رضائے مولیٰ پر راضی ہوں۔ پس ملائکہ کو

فرمان الٰہی ہوا۔ کہ اب دیکھو میں اپنے دوست کو کس طرح بچاتا اور سلامتی کا لباس پہناتا ہوں۔ تو آگ کو فرمایا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ تو فی الفور وہ نار گلزار ہوئی۔

پس صبر کا یہ اجر ہے۔ اور رضا مولٰی پر راضی ہونا دوجہان کا مقصد پانا ہے۔ اگر طالب خدا کو اس طرح کوئی رنج و بلا یا مال وغیرہ کا زوال نظر میں آئے۔ تو یہ معشوق کا امتحان تصور میں لائے۔ اس میں عاشق حیران ہو کر بدگمان نہ ہو جائے۔ بلکہ اسکی یاد میں زیادہ شاد ہو۔ تب مراد حاصل ہو۔ کیونکہ صبر میں بلا کا نتیجہ آخر عطا ہے۔ جیسا کسی نے کہا ہے۔ بیت

راہ وصال دوست سراسر ملامت است

آں کس قبول کرد ملامت علامت است

چنانچہ حدیث اَلْمُؤْمِنُ لَا يَخْلُو عَنِ الْعِلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ یعنی مومن تین باتوں سے خالی نہیں ہے۔ ایک تن میں بیماری دوسرا تنگدستی تیسرا خلق کی تہمت۔ ہمارے حضرت ﷺ تو یہ تینوں باتیں تھیں۔ لیکن طالب خدا میں بھی ایک تو ضرور ہو گی۔ پس عاشق صادق تو محبت خدا کے سوا کسی بھی رنج و بلا وغیرہ کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ بلکہ عشق جہاں تک خوار ہوتا ہے۔ عاشق وہاں تک ہوشیار ہوتا ہے۔ تب طالب مطلوب کو پاتا ہے۔ اور اگر اس طرح محبت تمام نہ ہو۔ تو پھر وہ عشق خام بدنام ہے۔ کیونکہ بغیر محبت کمال کے تو عبادت کو بھی زوال ہے۔

ذکرِ طالب خام

چنانچہ نقل ہے کہ ایک عابد جنگل میں گوشہ نشین ہو کر عبادت کرتا تھا۔ تو ایک روز کوئی عورت چلی جاتی تھی۔ عابد کے مصلے پر اس کا قدم آیا۔ فقیر نے نہایت رنج ہو کر فرمایا۔ کہ اے بدذات تم شیطانوں سے بھاگ کر ہم نے محبت مولا کے لئے اس مقام جنگل میں بسرام کیا ہے۔ تو نے یہاں بھی آکر دکھ دیا ہے۔ عورت بولی اے فقیر مجھ کو قسم ہے ذات قدیر کی۔ میں اپنے یار مجازی کے اقرار پر جاتی ہوں۔ اب مجھ کو محبت کی وہ تاثیر ہے۔ کہ بغیر

یار کچھ غیر نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ تجھ کو اور تیرے مصلے کو بھی نہیں دیکھا۔ اگر تیری محبت سے حقیقی معشوق میں دید ہوتی۔ تو پھر مجھ کو اور میرے پاؤں کو کب دیکھتا۔ اس نظیر سے فقیر نرم ہو کر نہایت شرم میں آیا۔

پس محبت خام تو اس طرح بدنام ہے کہ اخیر جس کی یہ بھی نظیر ہے نقل ہے کہ ایک خوبصورت عورت بازار میں جا رہی تھی۔ سامنے سے ایک شخص عاشقانہ شکل آتا تھا۔ عورت نے کہا اے شخص تیرا کیا نام اور کہاں جاتا ہے۔ وہ بولا۔ اے یار! یہ جان نثار تو مدت سے تیرے عشق میں خوار و ہجر سے لاچار گھر بار سے بیگانہ تیری صورت کا دیوانہ ہے۔ اور آپ کی وہ بے پرواہی کہ میرے نام تک سے بھی خبر نہیں ہے۔ عورت نے کہا۔ اے غمناک جگر چاک اگر تو صورت کا مشتاق ہے تو میں کیا ہوں۔ ذرا پیچھے تو دیکھ کہ کیسی حسین مہ جبین معشوقہ تیرے دیکھنے کی منتظر ہے۔ جب اس نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو اس عورت نے اس کے منہ پر ہاتھ مارا۔ اور کہا' اے خام نافرجام تیری شکل اور تقریر سے تو تیرا عشق دلپذیر ہوا۔ جب امتحان لیا۔ تو جھوٹا نظر آیا۔ کیونکہ جب تو میرا ہی عاشق تھا۔ تو پھر عاشق کو سوا اپنے معشوق کے دوسرے غیر پر نگاہ کب روا ہے۔

پس اے یار جب معشوق مجازی کو اپنے عاشق کا دوسری طرف دیکھنا برا معلوم ہوا۔ تو جھوٹے طالب جو عشق الٰہی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور دل انکے محبت خدا کے سوا ہر وقت حرص و ہوا دنیا میں مبتلا ہیں۔ تو وہ کب اس حضور محرم صدور کے منظور ہیں۔ بلکہ وہ آخر کار پروردگار کے آگے اس طرح خوار و شرمسار ہونگے۔

چنانچہ مشائخ فرماتے ہیں کہ محشر کے دن صف عاشقوں میں مجنوں کو بھی حاضر کر کے پوچھا جویگا۔ کہ یہ کون ہے۔ سب کہیں گے کہ یہ مجنوں لیلیٰ کا عاشق ہے۔ جو اب تک اپنے یار کی انتظار میں بیقرار ہے۔ ہمیشہ اس کی گریہ زاری میں چشم جاری ہے۔ محبت عمیق میں ایسا غریق ہے کہ نہ کچھ تن میں صبر نہ جان کی خبر ہے۔ پھر حق تعالیٰ فرماویگا۔ کہ یہ تو ایک عورت کے فراق میں ایسا مشتاق ہے۔ جو ہزارہا درد و بلا اس غریب کے نصیب ہوئے۔ اور تم جو میرے عشق کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو کس اور نے اس طور میرے فراق میں غم ناک ہو کر ہجر کے درد سے آہ سرد کی۔۔ اور کون اس طرح میری محبت کے جام سے

مستانہ ہو کر خلق میں دیوانہ ہوا۔ اور کب میری انتظار میں بیدار ہو کر فراق سے سینہ چاک کیا یا کون میری محبت میں اپنی ہستی اور وجود کو نابود کر کے مال و جان سے قربان ہوا اور کون گھر و بار سے بیزار ہو کر اس طرح میری یاد میں شاد ہوا۔ پس جو کچھ تم نے کیا۔ سو محض محبت و نیا و ناموس کی خاطر یا آرام نفس کے لئے جھوٹا نام کا طالب کہلایا۔ سو اس کا عوض تم نے دنیا میں پایا۔ پس اس گفتار سے جھوٹے دعویدار خجل و خوار ہو کر آخر ریا وغیرہ کے عذاب میں خراب ہونگے۔ نعوذ باللہ منہا۔

یا مجیب الدعوات! ہم بیکس غریبوں کو طفیل اپنے حبیبؐ کے اس دربار میں شرمسار نہ کرنا۔ آمین! کیونکہ ہم آزمائش کا بار نہیں اٹھا سکتے۔ محض تیرے فضل پر شکرگزار ہیں۔

مثنوی

عشق سے ظاہر ہوئی ہے ذات حق — عشق کی خاطر ہوئے چودہ طبق
عشق نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کیا — خاک کو افلاک پر رتبہ ملا
عشق سے کیا مرتبہ پایا حیوان — نام ان کا دیکھ روشن در جہان
بلبل اور پروانہ کو دیکھ اے فتا — کس طرح معشوق پر ہوئے فدا
جان تک وہ یار پر قربان ہیں — حیف تو انسان وہ حیوان ہیں
ہو کے انسان کچھ شرم کرتا نہیں — کیوں مثل پروانہ جل مرتا نہیں
تو شمع محبوب کا پروانہ ہو — اس محبت یار میں دیوانہ ہو
جن کا دل ہے عشق سے خالی پسر — دین کا پھر کچھ نہیں ان پر اثر
مقصد و مقصود خاصہ عشق جان — نہ بغیر از عشق ایماں کا نشان
عشق کے ہے علم سے جو بیخبر — نہیں انساں ہے وہ حیواں سربسر
دو جہاں میں عشق پس مقصود ہے — اور سب اس کے سوا بیسود ہے
صحیح علم ہے عشق کا ہر سے فقط — اور جو اس کے سوا سب ہے غلط

فصل ۸

در مسائلِ متفرقہ

سوال۔ بعضے جو فقیر حال پوش شریعت سے فراموش تمام بدعت کے کام کرتے ہیں۔ تو پھر ان بدکاروں کی بزرگی پر کیا اعتبار ہے۔ جواب۔ جاہلیت کے سبب اکثر ناقص فقیروں میں بدعت کے کام مروج عام ہیں۔ مگر وہ جاہل انکے فاعل ہیں۔ جو ہر دو علوم سے محروم اور باطنی ارشاد سے آزاد ہیں۔ سو انکی مذمت میں حضرتؐ یہ فرماتے ہیں۔ اَلْفَقْرُ بِغَیْرِ عِلْمِ مَعْرِفَتِہِ اللّٰہِ تَعَالٰی سَوَادُالْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو ظاہر فقیر کہلائے اور باطن معرفت خدا تعالٰی کی نہ پائے۔ تو اس کا دو جہان میں منہ سیاہ ہو گا۔

پس باطنی قصور کے سبب تو اکثر فقیروں میں اس طرح فتور ہیں۔ جیسا گدائی فقیروں کا ایک گروہ کچھ کلام غلطی کی بناوٹ بنا کر عربی اور فارسی اور ہندی میں قافیہ کڑا ملا کر آپس میں بوقت بحث یعنی چکری کے پڑھتے ہیں۔ جن واہیات کو کشمہ کلابہ ولنگوٹ وغیرہ کی حدیث و آیات کہتے ہیں۔ جس میں اپنی بڑی بزرگی تصور کرتے ہیں۔ اور بعض بدن جلا کر داغ لگاتے ہیں۔ جس کو مہر کہتے ہیں۔ کہ جس کا شریعت و طریقت میں کوئی ثبوت مضبوط نہیں ہے۔ بلکہ یہ کام شرع میں ظاہر حرام ہے۔ چنانچہ حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِھَا اِلَّا اللّٰہُ بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ تحقیق آگ سے داغنا و عذاب کرنا سوا خدا کے کسی کو نہ چاہیے۔ پس انسان تو کیا بلکہ حیوان کو بھی داغنا بڑا گناہ ہے۔ لیکن جانور کا جب بیماری میں اور کوئی علاج نہ ہو سکے۔ تو لاچاری روا ہے۔

اور بھی جیسا ایک گروہ فقرا مقلد باریا ہے۔ جو دنیا کی خاطر اس دستور سے اپنے تئیں بزرگ و عابد مشہور کراتا ہے۔ کہ اکثر رنگین گودڑی شانہ و مسواک اور خوب موٹے دانہ کی تسبیح اور جبہ و دستار مصلے وغیرہ سے مخلوق کو اپنا مطیع بناتا ہے۔ جس میں کچھ

محبت خدا تو نہیں ہے۔ صرف ریا اور طمع کی بنا ہے۔ کہ جس کے آگے اور پیچھے بہت لوگ جاہل نفسی حاجت کے سائل ہیں۔ تب وہ مکار بعضے بلند اذکار میں آجاتا ہے۔ اور بعضے مصلے پر آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں بیٹھتا ہے۔ اس وقت انکے خادم و مرید کہتے ہیں۔ کہ اب شیخ صاحب فنافی اللہ ہو کر بقا باللہ کی سیر کر رہے ہیں۔ پس ایسے مکار بدکار پیر و مرید دونوں سے بعید رہنا مفید ہے۔

اسی واسطے مشائخ فرماتے ہیں۔ کہ تین گروہ آدمیوں سے ڈرو۔ اور دور رہو۔ ایک جابر جو جبر اور معصیت کرتے ہیں' اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ دوسرا جو عالم ہو کر طالب دنیا ہو۔ تیسرا کمل پوش جاہل کہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے راہزن ہیں۔

خرقۂ فقراءؒ

اور بعضے حال پوش فقیر باطن نظیر بھی تاج و کلاہ اور گوڈری وغیرہ تو پہنتے ہیں۔ جس کو خرقہ فقرا کہتے ہیں۔ لیکن یہ حال بھی ان پر اس طرح حلال ہے کہ۔ بے غرضی کا تاج ہو۔ قناعت کی گوڈڑی۔ شجاعت کا لنگوٹ۔ عجز کے دھاگے۔ سجود کی الفی۔ بیداری کی ٹوپی۔ ہوشیاری کا کنٹھہ۔ آزادی کا کلابہ۔ توکل کی کمر۔ ذکر کا عصا۔ محبت کے کاسہ میں فنا کی صدا سے بقا کی بھیکھ مانگے۔

اور بھی وجود میں تین صفتیں موجود ہوں۔ یعنی دل زندہ۔ نفس مردہ زبان بستہ از غیر تب یہ خرقہ مباح ہے۔ ورنہ ریا و خالی گدا ہے۔

سو اکثر فقیروں میں بھی اس حال کی استعمال چلی آئی ہے۔ کیونکہ اس کی شرع دین میں بھی کچھ توہین نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے پیغمبرؐ نے بھی صوف یعنی کمبل پہنا تھا۔ جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا** یعنی اے محمدؐ کمبل پوش کھڑا ہو رات میں مگر تھوڑا۔

اور اکثر اصحاب صفہؓ بھی گلیم پوش تھے۔ اور شریعت میں بھی عیش مند کے فاخرہ لباس سے غریب کا خرقہ پسند ہے۔ اس واسطے اہل تمیز کو چاہیے۔ کہ ہر فقیر غریب کا حال عزیز جانے۔ اور دنیادار عیش مند کے کسی لباس وغیرہ تک خواہشمند نہ ہو۔ کیونکہ ہر بدکار

کافر مردار کے کام وغیرہ کی تو تشبیہ کرنی بھی اہل اسلام پر مطلق حرام ہے۔ چنانچہ حدیث مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ وَاِنْ لَمْ یَعْمَلْ بِاَعْمَالِھِمْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس نے مشابہت کی کسی قوم کی پس وہ اسی میں سے ہے۔ اگرچہ اس نے عمل بھی نہیں کیے اسکے۔

پس ہر مسلمان اہل ایمان کو چاہیے کہ سب گمراہ غیر قوم بدخواہ کی ہر رسم و پیار سے بیزار ہو کر محض فقرا۔ غربا کی محبت میں مبتلا رہیں۔ لیکن محبت فقرا بھی اس بنا پر ہو۔ کہ ان خدا یاد سے باطنی ارشاد کی مراد ہو' یا ان کے اعمال کی استعمال کرنا چاہتا ہو۔ یا ان ہوشمندوں کی نیک صحبت ہی پسند ہو۔ یا ان کو دوست خدا جان کر خدمت ادا کرے۔

پس اس طرح کی محبت خاص پروردگار کی محبت ہے۔ اس واسطے ہر نیک مومن کو اولیاءُ اللہ کی محبت درکار ہے۔ چنانچہ حدیث مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا عَلٰی اَعْمَالِھِمْ حُشِرَ فِیْ زُمْرَتِھِمْ وَحُوْسِبَ بِحِسَابِھِمْ وَاِنْ لَمْ یَعْمَلْ بِاَعْمَالِھِمْ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی محبت رکھتا ہے کسی قوم کے اعمالوں کی تو وہ حشر میں اٹھایا جاویگا اسی گروہ میں سے۔ اور حساب ان کا ہوگا انکے ساتھ۔ اگرچہ اس نے عمل بھی نہیں کیے انکے۔

سبحان اللہ محبت اولیاءؒ اللہ کیا عمدہ وسیلہ ہے۔ کہ جس کے سبب حشر کو بھی ان کے ساتھ نجات ملیگی۔

نظم

محبت تو رکھ اولیاؒ سے پسر	کہ فرماتے ہیں دیکھ خیرؐ البشر
جو ان کی محبت میں کامل ہوا	حشر کو بھی وہ ان کے شامل ہوا
کہیں اس طرح عاشق کردگار	شُتر جیسا بیمار ہو در قطار
تو منزل پہ وہ بھی پہنچ جاتا ہے	پس و پیش کا بس فرق آتا ہے
ملے اس طرح تجھ کو جائے نفر	سبب اس محبت کے اے بیخبر
محبت بزرگوں کی اکسیر ہے	وصال خدا کی یہ تدبیر ہے
رہا اس محبت سے جو دور تر	ہے ازلی شقاوت کا اس پر اثر

ذکر وجد و سماع

اور بھی اکثر فقیر ناچتے کودتے ہیں۔ جس کو وجد یعنی حال و دھمال کہتے ہیں۔ لیکن

فقرا میں یہ حرکت ناروا ہے۔ سماع کی تو دل اور محبت پر بنا ہے۔ اس کا حکم دل سے لینا چاہئے۔ جو چیز دل میں ہوتی ہے۔ یہ اسی کو حرکت دیتا ہے۔ اگر دل میں غیر خواہشیں ہوں۔ جن کی شرع میں مذمت ہے۔ اس کیلئے سماع الٹا خطا ہے۔ کیونکہ شوق الٰہی اس دل میں نمودار ہوتا ہے۔ جو سادہ ہو اور غیر خواہشوں سے خالی ہو۔ اس کیلئے سماع ضروری روا ہے۔ کیونکہ آدمی کے دل میں خداوند تعالیٰ کا ایک ایسا پوشیدہ بھید ہے' جیسا کہ لوہے اور پتھر میں آگ ہے۔ جس طرح پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے۔ اسی طرح خوش اور موزوں آواز کا سننا بھی گو ہر دل کو ہلا دیتا ہے۔ اور شوق الٰہی کی ایسی آگ بھڑکا دیتا ہے۔ کہ سب کدورتوں سے اسے پاک اور صاف کر دیتا ہے۔ اس کو اس میں ایسی لذت حاصل ہوتی ہے۔ جو بہت سی ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی خبر حق سبحانہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔ **قولہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ** یعنی ایماندار ہیں وہ کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالیٰ کا ان کے پاس تو تحرک میں آتے ہیں دل ان کے۔

پس اس تحرک کا یہاں تک اثر ہو جاتا ہے۔ کہ جب اس آتش عشق کا غلبہ دل پر آتا ہے تو اس کا دھواں دماغ کو چڑھ جاتا ہے۔ اور حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔ وہ سوتے آدمی کی مثل نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ اگر دیکھتا سنتا ہے' تو بھی اپنے وجود سے نابود ہو کر اس طرح اپنے یار کی محبت میں مست اور نثار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ **نقل** ہے کہ ایک بار محمدؐ صدیق لالی علیہ الرحمتہ حضرت سلطان ہاشمی وان رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ تو وہاں آگ پر گوشت کباب ہو رہا تھا۔ جب مطرب نے سرنگی بجائی۔ تو حضرت صدیقؒ **اِلّا اللّٰہ** فرما کر آگ میں گر پڑے۔ آگ بجھ گئی۔ آپؒ کو اس حال میں کچھ زوال نہ پہنچا۔

اے رفیق جب تو اس طرح محبت میں غریق ہے۔ تب تو سماع میں بدنی حرکت بھی روا ہے۔ نہیں تو اس میں بدعت و ریا کا خوف افزا ہے۔ اور بھی بدنی حرکت کرنے سے آنسو جاری نہیں ہوتے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جو اہل حال اس تحریک کو دل میں جذب کرتا ہے۔ تو درد پیدا ہوتا ہے۔ جس سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور جو بدنی تحرک چاہتا ہے۔ تو اسکا دل درد سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس واسطے آنسو جاری نہیں ہوتے۔

اس لئے عارف فرماتے ہیں۔ کہ اگر اس میں کوئی حرکت باختیار خود کرے۔ تو وہ تمام نفاق و حرام ہے۔ کیونکہ سماع میں اختلاف ہے۔ یہ اس شخص کے واسطے مباح اور روا ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ یعنی ایک تو جس کا دل غیر سے جدا صرف درد و محبت خدا ہو۔ دوسرا جو آپ کو حال پر غالب کرے۔ اور حال کو آپ پر غالب نہ ہونے دے۔

غرض جہاں تک ہو سکے۔ اپنے آپ کو حرکت بدنی سے نگاہ رکھے۔ اور درد کو روا رکھے۔ مگر ایسی قوت کے لوگ کم ہوتے ہیں۔ جیسا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہمارے دل قوی ہو گئے۔ اور ہم اپنے آپ کو ظاہری تغیر سے بچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

اور بھی جو سماع کو جائز و روا نہیں رکھتا۔ تو وہ جاہل بے خبر ہے۔ محبت خدا سے جدا ہے۔

اور سماع میں بیٹھنے کا ادب یہ ہے کہ سب کے سب سر جھکائے ایک دوسرے سے بات چیت نہ کریں۔ اور نہ ادھر ادھر دیکھیں۔ نہ ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ جیسا تشہد میں بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح بیٹھے رہیں۔ دل خدا کے ساتھ لگائیں۔ بہ اختیار خود نہ ہلیں نہ جلیں۔ اگر کوئی جذبہ وجد کے سبب اٹھ کھڑا ہو۔ تو اس کی موافقت کریں۔

ایک روز شیخ ابو القاسم گرگانیؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے سماع کے لئے اجازت چاہی۔ شیخ نے فرمایا۔ تین روز تک کچھ نہ کھا۔ پھر تیسرے روز عمدہ کھانا پکوا۔ پھر تو کھانے کی رغبت نہ کرے اور سماع کو اختیار کرے۔ تب تیری خواہش ٹھیک ہے۔ اور تجھے اجازت ہے پس جس مرید کو ابھی دل کا حال نہ کھلا ہو۔ اور خواہشیں نہ ٹوٹی ہوں۔ تو پیر کو واجب ہے کہ سماع سے اس کو منع کرے۔

گداگری

اور بعضے فقیر گداگر طرح طرح کی بدعتیں بنا کر بھیک مانگتے ہیں۔ کہ بہت دشنام و بدکلام کے سبب یا زیادہ ریا کی دعا سے آپ کو بزرگ جان کر تحفہ دنیا کا چاہتے ہیں۔

پس یہ سب لاف اولیاءؒ اللہ کے برخلاف ہے۔ کیونکہ خاص تو کجا عام کو بھی تین

مخصوں کے سوا شرع میں سوال کرنا حلال نہیں۔ ایک مقروض دوسرا جو کسی کا مال آفت سے برباد ہو گیا ہو۔ تیسرا جس کو تین فاقوں تک نوبت پہنچی ہو۔ مگر لپٹ کر مانگنا تو عام تمام پر حرام ہے۔ کیونکہ نہ کچھ مقسوم سے زیادہ آتا ہے۔ نہ نصیب قضائی پاتا ہے۔

دیکھ کہ شہر مقسوم کے دو دروازے ہیں۔ ایک نیک دوسرا بد۔ پس بندہ جس دروازہ سے رزق چاہتا ہے۔ وہ نصیب اسی سے آتا ہے۔ تو پھر کیوں توکل کا نیک در چھوڑ کر حرص مردار کی انتظار میں خوار ہے۔ **نقل** ہے کہ ایک گداگر نے کہا۔ کہ خدا تعالی مسبب الاسباب ہے۔ فقیر نے فرمایا۔ کہ وہ مطلق رزاق ہے۔ گفتگو یہاں تک بڑھی کہ قاضی شرع کے پاس پہنچے۔ اس ہوشمند نے ایک مکان مقفل میں دونوں کو بند کیا۔ دوسرے دن گداگر بھوک سے لاچار کھانے کی انتظار میں اسی جگہ ادھر ادھر پھرنے لگا۔ تو کہیں اس کو تازہ کھانا و آب دستیاب ہوا۔ وہ لیکر فقیر کے پاس آیا۔ جب دونوں نے کھایا۔ تو گداگر نے کہا۔ اے فقیر دیکھ خدا مسبب الاسباب ہے۔ اگر میں اتنا حیلہ نہ اٹھاتا۔ تو کھانا کب پاتا۔ اس صاحب دین نے فرمایا۔ اے بدیقین تو اب بھی خدا پاک کو مطلق رزاق نہیں جانتا۔ کیونکہ حیلہ تو تو نے کیا ہے۔ دیکھ مجھ کو تو اس نے یہاں بغیر حیلہ کے دیا ہے۔

سبحان اللہ بندہ جس ارادہ سے روزی چاہتا ہے۔ رازق اسی طرح پہنچاتا ہے۔

پس فقیر کو تو کمال کی حالت میں سوال کرنا مطلق زوال ہے۔ کیونکہ توکل میں فرق آتا ہے۔ جس سے رشتہ آزادی کا ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اہل حال کو جب اتنا کمال نہ ہو۔ تو گدا بھی بقدر حاجت روا ہے۔ جو لاچار قوت عبادت کے لئے درکار ہو۔

حرمتِ نشہ

اور اکثر گداگر فقیر نشہ بھنگ وغیرہ کو پذیر کرتے ہیں۔ پھر بزرگوں کی نظیر دیتے ہیں۔ سو یہ دلیل ان کی ذلیل ہے۔ کیونکہ اولیاءؒ خدا کی رمز جدا ہے۔ باقی ہر مذہب میں کل نشہ کا پینا ناروا بلکہ خطا ہے۔ اس واسطے کہ یہ عبادت خدا کو بھلا دیتی ہے۔ تب ہی تو حضرتؐ نے اس کی مذمت میں یہ حدیث فرمائی ہے۔ حدیث کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ یعنی سب نشہ و

مستی حرام ہے۔ پس ہر عام محض تابع نفس جو بدوں شوق سبحانی لذت جسمانی و خواہش نفسانی سے پیتے ہیں۔ تو ان تمام پر ہر نشہ و مستی مطلق حرام ہے۔

بادہ از ما مست شد

اور جو کوئی اہل کمال میں سے اس بھنگ کی استعمال کرتا ہے۔ تو اولیاءؒ خدا پر خطا کہنا روا نہیں۔ کیونکہ ایک تو بعضے ان کا ظاہر حال کچھ اور ہوتا ہے۔ باطن میں کچھ اور دوسرا کل نشہ ذاتی حرام نہیں' صفاتی حرام ہے۔ جیسا شراب کی ذات۔ کیکر و قند حرام نہیں۔ صرف اس میں صفت نشہ کی حرام ہے۔ اس واسطے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے' کہ اگر شراب میں نمک وغیرہ کو ڈالا جائے۔ تو بھی پھر بغیر نشہ کے سرکہ ہے' تو وہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی طالب شوق غالب بھنگ کے نشہ میں محبت سے نام الٰہی کا نمک پائے۔ کہ جس سے کل غفلت کا نشہ دور ہو جائے۔ تب اس عاشق خدا پر کچھ خطا نہیں۔ کیونکہ ہر نشہ کا جام بھی واسطے مانع عبادت کے حرام ہے۔ چنانچہ حدیث مَانَهٰكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَهُوَ حَرَامٌ" یعنی جو چیز تم کو منع کرے ذکر اللہ تعالیٰ سے" پس وہی حرام ہے۔ مگر اس طرح کے اہل ہمت لوگ کم ہوتے ہیں۔ اس واسطے عام تمام کو ان اکرام کی نظیر دیکر پینا حرام ہے۔ بلکہ عاشقان خدا کا تو یوں فرمان ہے۔ چنانچہ رباعی

نام کی مستی سوا ہر نشہ ہی جانو پلید　　عشق کا ہردم نشہ دل صاف کرتا اے سعید
اس نشہ کی دیکھ عارف دمبدم کرتے تائید　　عشق الٰہی کا ہمیشہ جام بھر دل کو پلا

اور اکثر مسلمان سلام کی جابجا اور کلام کہتے ہیں۔ جیسا کہ بسم اللہ۔ یا علیؑ مدد یا آداب تسلیم وغیرہ۔ پس یہ بدعت ظاہر شرع سے باہر ہے۔ کیونکہ اہل اسلام کو ملاقات سے پہلے آپس میں بغیر سلام اور کلام کرنا حرام ہے۔ کہ ابتدا ہر امت انبیاءؑ پر یہ سلام سنت و واجب جائز اور مستحب۔ الغرض مانند فرض کے ہے۔ چنانچہ حدیث خُلِقَ اٰدَمُ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِكَ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَاسْتَمِعْ مَا يُجِيْبُوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَ تَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ

للہ یعنی پیدا کیا آدمؑ کو خدا تعالیٰ نے۔ قد اس کا ساٹھ گز کا تھا۔ پھر خدا نے فرمایا آدمؑ کو۔ کہ جا ان فرشتوں پر سلام کہہ۔ پھر سن کہ تجھ کو سلام کا کیا جواب دیتے ہیں۔ سو وہی سلام و جواب تیرا و تیری اولاد کا ہے۔ پس آدمؑ نے فرشتوں کو کہا۔ کہ السلام علیکم۔ فرشتوں نے کہا۔ وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ۔

پس معلوم ہوا۔ کہ السلام علیکم اور وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ جواب دینا۔ حضرت آدمؑ کی سنت ہے سو جو اپنے قدیمی خاندان کی رسم و راہ سے گمراہ ہوا۔ یعنی آدم علیہ السلام کا طریقہ چھوڑا وہ ہرگز آدمی نہیں ہے۔ پس یہ سلام ہر سے اعلیٰ تر بہشتی کلام ہے۔ مگر کوئی رنج و بلا وغیرہ میں دعا کے واسطے یا علیؓ مدد کہے۔ تو روا ہے۔ کیونکہ یہ نام تمام مشکل میں ہر مصیبت دار کا مددگار ہے۔

غرض تارک سلام کا رافضی بیدین ہے اور منکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خارجی بدیقین ہے۔ رباعی

علیؓ کا نام جب مشکل کشا ہے — مدد مشکل میں گر مانگیں روا ہے
علیؓ کو کر وسیلہ اپنا ہر دم — مرض مشکل کا یہ عمدہ دوا ہے

ذکرِ نکاح

اور نکاح شادی وغیرہ میں اکثر بے حیائی و بدعت کے کام مروج عام ہیں۔ جیسا کہ لڑکی بالغہ کو بغیر نکاح گھر میں بٹھلانا اچھا جانتے ہیں۔ اور بیوہ عورت کی دوسری شادی کو برا مانتے ہیں۔ یہ سب بدعت بدکار رسم کفار ہے۔ لیکن نکاح میں اتنا روا ہے کہ عورت کو حنا لگانا دولہا دلہن کو غسل دیکر اچھے کپڑے پہنانا پھر بالغہ و بیوہ کے اذن سے' یا نابالغہ ہو تو ولی کی اجازت لے کر دو گواہوں کے روبرو ایجاب قبول ہو۔ اور برضامندی فریقین مہر باندھنا فرض ہے۔ مگر مقدور شرع کے دستور سے زیادہ نہ ہو۔ اور خطبہ پڑھنا جس میں خدا تعالیٰ کی توحید و رسالت کی تائید ہو۔ غریبوں اور دوستوں کو اس وقت کچھ کھانا کھلانا سنت ہے۔

پس شریعت میں اتنی کیفیت ہے' باقی سب بدعت و ریا خرچ بیجا ہے۔

فوائدِ نکاح

اور نکاح میں چند فوائد ہیں۔ اول نیک اولاد کی دعا والدین کو پیچھے بھی شفا ہے۔ یہاں تک تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جس اہل دین کی اولاد سے تین معصوم فوت ہوئے ہیں۔ بلکہ ایک بھی ماں باپ کو بخشا دیگا۔

اور نکاح میں دل کی جمعیت و گناہ سے بریت ہے۔ و کثرت قراتبان خانہ علے الایمان ہے کہ اس دستور سے شہوت وغیرہ بھی دور ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ یعنی اے گروہ جوانوں کے جس کو تم میں طاقت ہو خانہ داری کی۔ سو نکاح کرے۔ کیونکہ نکاح نظر کو بڑا روکنے والا ہے اور شرمگاہ کا بڑا بچانیوالا ہے۔ یعنی نکاح کے سبب آدمی حرامکاری و ہمسایہ عورتوں کے گھورنے سے بچتا ہے۔ اور جس کو خانہ داری کی طاقت نہ ہو۔ تو وہ روزہ رکھے۔ اس واسطے کہ روزہ رکھنا اس کے حق میں خصّی ہونا ہے۔ لیکن نکاح بھی بدیں شرط روا ہے۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ یعنی عورتوں کو طلب کرو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ کہ مستی نکالنے کو یعنی وہ گرہ باندھو جو محکم ہمیشہ کے واسطے ہو۔ یہ نہیں کہ شہوت مٹانے کیلئے مہینہ یا سال مقرر ہو۔ پس نکاح سنت و مستحب ہے۔ اور بھی مرد کو صحبت کے وقت نیک اولاد کی مراد ہو۔ نہ کہ شہوت آزاد ہو۔

پھر تولد اولاد کے بعد بچہ کے کان میں اذان ولانا۔ عقیقہ و ختنہ کرانا۔ یہ سنت مصطفےؐ واجب الادا ہے۔

غرض دین کی رسم و تلقین ماں باپ پر فرض ہے۔ کیونکہ اکثر فرزند رسم میں والدین کے پابند ہوتے ہیں۔ چنانچہ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا وَ قَدْ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ یعنی اول لڑکا پیدا ہوتا ہے خاص طریقہ اسلام پر پھر ماں باپ چاہے اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیں یعنی ماں باپ جو طریقہ دکھلائیگا لڑکا

اسی پر جائیگا۔ اسی سبب تو ماں باپ بھی مستحق عذاب و ثواب کے ہیں۔

پس ہر کس کو چاہئے۔ کہ سب بدعت و خطا سے اپنے تئیں بچائے۔ اور ہر وقت اولاد کو نیک ہدایت فرمائے۔ لیکن مال و اولاد کی محبت سے آزاد ہو کر ہمیشہ یادالٰہی میں شاد رہے۔ تب اس تعلقداری میں ثواب ہے۔ ورنہ عاقبت خراب ہے۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ یعنی مال و اولاد تمہارے واسطے فتنہ و فساد ہیں۔ یعنی آزمائش ہے۔ کہ ان کی محبت میں رہتے ہو' یا ان کو ناچیز یا مجھ کو عزیز جانتے ہو۔

پس اسی واسطے فقیر شوق پذیر تو بعضے خانہ داری سے بیزاری چاہتے ہیں۔ پھر یہ فرماتے ہیں۔ کہ عورت وغیرہ تو باعث جمعیت کا ہے۔ سو یہ بنا اہل تعلق کو روا ہے۔ کیونکہ سررشتہ انتظام عالم کا قائم رہے۔ لیکن فقیر کو تو خود جمعیت دلی حاصل ہوتی ہے۔ تو پھر اس صورت میں فرضی جمعیت کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ جب فقیر آزاد ہو۔ تو قبائل ترک کر کے پھر یاد نہ کرے۔ اگر کسی سے ملاقات ہو جائے۔ تو متوجہ ہو کر دل نہ لگائے۔ کیونکہ فقیر کو سوا محبت خدا کے اور سب کچھ بلا ہے۔ یہاں تک کہ تکیہ داری بھی خواری ہے۔ اگر ضعیف ہو یا سیر کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ تو اس مجبور پر تکیہ داری ضرور ہے۔

مہمان نوازی و ریاضت و سخاوت

مگر مہمان نوازی و سلوک بازی اور ریاضت وغیرہ ان فقرا پر واجب الادا ہو گی۔ اور فقیر کی ریاضت بھی اس تدبیر سے ہے۔ کہ باطن میں تو بغیر نام ہر لحظہ حرام ہو۔ اور ظاہر سوا کام آرام نہ ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ کہ ایک بار حضرتؐ بیکار ہوئے۔ تو اپنے صحن مبارک میں خود جھاڑو دینے لگے۔ کسی نے عرض کیا۔ تو فرمایا۔ کہ نفس کا غرور بغیر ریاضت کے دور نہیں ہوتا۔ پس اس واسطے تعلقدار کو درکار ہے۔ کہ ہمیشہ کار ریاضت میں ہوشیار رہے۔

اور بھی مہمانداری و صدقہ جاری یعنی سخاوت کا حق تعالیٰ کے پاس درجہ اعلیٰ ہے۔

چنانچہ حدیث مَنْ فَتَحَ بَابُ مُشْکِلَۃً فَتَحَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ سَبْعِیْنَ بَابًا مِنَ الْفَقْرِ یعنی جس نے کھولا دروازہ۔ یعنی کسی کی مشکل حل کی۔ تو کھولتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ ستر دروازہ بزرگی کا۔ پس غریب و مسافر اور محتاج وغیرہ کی حاجت روا کرنے میں اس قدر درجہ عطا ہوتا ہے۔

چنانچہ جس روز حضرت امام علی علیہ السلام کے پاس کوئی مہمان نہ آتا۔ تو آپ غمگین ہو کر فرماتے۔ کہ آج نہیں کوئی آیا ہمارے گناہوں کے دھونیوالا پس مہمانداری و صدقہ جاری کا وہ مقصود ہے۔ کہ جس سے گناہ نابود و بہشت موجود ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں سخا ایک درخت ہے' سخی پکڑیگا اس کی شاخ تو لیجاویگا اس کو بہشت میں۔ اور بخل ایک درخت ہے دوزخ میں بخیل اسکی شاخ پکڑیگا۔ تو لیجاویگا اس کو آتش دوزخ میں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

بیت

بخیل ار بود زاہد بحر و بر　　بہشتی نہ باشد بحکم خبر

پس بخیل کو اس طرح وبال ہے۔ اور سخی کا مرتبہ ازحد کمال ہے۔ یہاں تک تو بے زوال ہے۔ نقل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت ایک شخص رہزنی کرتا تھا۔ جو مال حاصل کرتا۔ کچھ آپ کھاتا۔ باقی سب مسکین و محتاج وغیرہ کو فی سبیل اللہ صدقہ کر دیتا۔ حضرت موسیٰؑ بہت مدت اس کے متلاشی ہوئے۔ مگر ہاتھ نہ آیا۔ آخر ایک روز پکڑا گیا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ کہ اے پروردگار یہ کیا اسرار ہے۔ جو یہ خراب مدت تک دستیاب نہ ہوا۔ جواب آیا۔ کہ گویا مال پلید کی استعمال کرتا تھا۔ لیکن صدقہ دینے کی برکت سے خدا نے اس کو جہان دنیا سے امان میں رکھا۔ آج ہی جب اس کو صدقہ دینے سے غافل پایا۔ تب تمہارے ہاتھ آیا۔

سبحان اللہ کیا سخی کا مرتبہ بلند خدا کو پسند ہے۔ کیونکہ جب ایسے بداعمال کو پلید مال کے صدقہ نے بے زوال رکھا ہے۔ خاص سخاوت کا شان تو کہاں یکسان ہو سکتا ہے۔ اور تمام مال خرچ کرنے کے بھی تین اقسام ہیں۔

اقسامِ سخاوت

اول وہ جو بحالت تندرستی اپنا مال با محبت کمال سوال یا خود ہاتھ سے راہ خدا میں فدا کرے۔ تو ایک کا سات سو بلکہ زیادہ درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس درجہ کمال کی یہ مثال فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ یعنی مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو راہ خدا میں جیسا ایک دانہ سے اگتی ہیں سات بالیں۔ اور ہر ایک بال میں سو سو دانہ۔ اور اللہ زیادہ کرتا ہے اس سے بھی جیسا کہ چاہتا ہے۔ اور اللہ بہت جاننے والا ہے۔

قسم دوسری وہ ہے جو بغیر ریا فی سبیل اللہ صدقہ دیوے۔ مگر بوقت کسی خوف یا بیماری یا قریب موت تو ایک کا ایک ہی درجہ حاصل ہے۔

تیسری قسم وہ ہے۔ جو لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں سوا محبت خدا کے واسطے نام و ناموس دکھلانے لوگوں اور ریا میں جیسا کہ عموم رسم و رسوم معین ہیں۔ تو وہ سب مقصود بیسود ہے۔ چنانچہ ذات الٰہی نے اس کی یہ مثال فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تو خراب نہ کرو خیرات اپنی کو ساتھ احسان رکھنے و آزار دینے کے یعنی صدقہ دیکر نہ اس پر احسان رکھو۔ نہ اس کو دکھ پہنچاؤ۔ جیسا کہ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں۔ مال واسطے ریا و دکھلانے لوگوں کے اور وہ نہیں ایمان رکھتے ساتھ خدا و روز قیامت کے پس مثال انکی مثال پتھر صاف کی جو اوپر اس پتھر کے مٹی ہے پس اس پر مینہ پڑا زور کا۔ پس دھو دیا اس مٹی کو پھر رہ گیا وہ پتھر صاف یعنی جب انسان نے پتھر پر خاک دیکھی۔ تو نفع کی امید پر اس میں بیج پایا۔ جب زور کا مینہ پڑا۔ تو خاک اڑ گئی۔ صاف پتھر ہو گیا۔ پس نفع تو کجا رہا۔ وہ بیج بھی ہاتھ نہ آیا۔

غرض جو لوگ اسی طرح بیجا بدعت و ریا میں ہر عبادت اور مال وغیرہ خرچ کرتے ہیں۔ تو ان کے سب اعمال کا یہی حال ہے۔

اور اہل سخا کو یہ بھی روا ہے۔ کہ سائل کے سوال سے دل ملال نہ ہو۔ بلکہ حاضر

توفیق میں دیر نہ کرے۔ تاکہ سوالی خالی نہ پھرے۔

سخاوتِ فقرآء و علمآء

اور ہر فقرآ علمآ وغیرہ کے واسطے تو دین کی تلقین و ہدایت بھی صدقہ و خیرات ہے کہ جس سے خاص و عام کو فائدہ تمام ہو۔ جیسا کہ حضرتؐ کے ہر اصحابؓ سے لوگ اس طرح فیض یاب ہوتے تھے۔

چنانچہ خزینۃ الجلالیہ میں نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرتؐ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کسی مقام سے آتا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کا اصحابیؓ خالد رضی اللہ عنہ کسی سبب سے پیچھے رہ گئے۔ وہ اپنی فوج کے دیکھنے کو ایک پہاڑ پر چڑھے۔ تو آگے بہت لوگ جمع تھے۔ کسی سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہاں ہر سال ہماری قوم میں آج کا یوم مقرر ہے۔ اب ہمارا راہب آیگا۔ وہ جو نصیحت فرمائیگا۔ ہم سال تک اس کی استعمال کرینگے۔ خالدؓ بیٹھ گئے کہ دیکھیے وہ کس دین کی تلقین کرتا ہے۔ اتنے میں راہب ممبر پر آئے۔ سب لوگ تعظیم بجا لائے۔ جب میدان مسائل میں زبان دوڑائی۔ تو کچھ تاثیر نہ پائی۔ آخر کہا۔ اے قوم میں اب وعظ نہیں کرتا۔ کیونکہ آج اس مکان میں کوئی مرد مسلمان ہے شاید کہیں جہاد تک فساد نہ ہو جائے۔ بہت جستجو کی۔ مگر وہ اصحابیؓ دستیاب نہ ہوا۔ آخر راہب نے کہا۔ اے مسلمان تم کو قسم ہے اپنے اللہ اور پیغمبرؐ اور ایمان کی۔ کہ تو آپ کو ظاہر کر۔ حضرت خالدؓ نے سوچا۔ کہ اب ظاہر ہونا سعادت ہے۔ بلکہ مرنا بھی شہادت ہے۔ پس اصحابیؓ نے اٹھ کر جواب دیا۔ تو سب اہل فساد مارنے کو شاد ہوئے۔ اس راہب نے کہا۔ خبردار اب اس کو مارنا درکار نہیں۔ کیونکہ ہزاروں کا ایک کو مارنا جوانمردی میں شمار نہیں۔ پھر راہب نے اس کو اپنے پاس بٹھلا کر کہا۔ کہ تو اپنا خطاب بیان کر۔ کہ کس درجہ کا اصحابی ہے۔ اس نے کہا۔ میں درجہ اوسط کا اصحابی ہوں۔

راہب نے کہا۔ میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت خالدؓ بولے۔ اگر فہم میں آویگا۔ تو کہا جاوے گا۔ پس راہب بولا۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پیغمبر محمد مصطفےٰؐ صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے بہشت میں پیدا کی ہے۔ اس سب کا نمونہ

جہان دنیا میں عیاں ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ بہشت کا مکان تو جہان دنیا سے بھی فراخ ہے۔ کہ جس میں ایک طوبےٰ نام درخت ہے۔ اس کا سایہ سب بہشت میں ہے۔ یعنی ہر ایک بہشتی کے مکان میں اس کی شاخ عیاں ہے۔ پس اس میں عقل حیران ہے کہ ایک درخت کا اسقدر سایہ ہو سکتا ہے۔ اس کا کونسا دنیا میں نشان ہے۔

حضرت خالدؓ نے کہا۔ دیکھ قدرت قدیر کی کامل تدبیر جو ایک آفتاب کا نور سب عالم پر ظہور ہے۔ وہ کوئی جا نہیں۔ کہ جس پر اس کی شعاع نہیں۔ پس راہب نے کہا۔ یہ قبول ہے کہنا رسولؐ تمہارے کا۔

پھر راہب بولا۔ کہ تمہارے پیغمبرؐ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بہشت کے ایک حوض سے چہار انہار جاری ہیں۔ کہ جو کو کوثر کہتے ہیں۔ جن ہر ایک کا مزہ و رنگ علیحدہ ہے۔ یعنی ایک نہر شہد و آب کی اور ایک شیر و شراب کی ہے۔ لیکن یہ شنید تو عقل سے بعید ہے۔ یا دنیا میں یہ کون نظیر ہے۔ جس کو عقل پذیر کرے۔

خالدؓ نے فرمایا۔ کہ یہ تو خود تمہارے وجود میں موجود ہے۔ کہ دیکھ ایک چشمہ دماغ سے کان کا پانی تلخ ہے۔ چشم کا شور۔ ناک کا آب گندہ و خراب اور منہ کا پانی صاف ہے۔ پس راہب نے کہا۔ یہ شنید بھی صحیح دید میں آئی ہے۔

پھر کہا۔ کہ حضرتؐ تمہارے یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بہشت میں تختے ہیں۔ جن کی درازی ہوا میں پانچ سو برس کا راہ ہے بہشتی جس تختہ پر بیٹھنا چاہیگا۔ وہ فوراً جھک جائیگا۔ پھر اس حاجت مند کو لیکر بلند ہو گا۔ پس یہ نظیر دپذیر نہیں ہوتی۔

اصحابیؓ نے جوابدیا۔ کہ شتر کیسا بلند ہوتا ہے۔ مہار کے اشارے سے زمین پر جھک جاتا ہے۔ پھر اپنے اوپر خورد و کلاں تک سوار کر کے راہوار ہوتا ہے۔ وہ بولا۔ یہ بھی کہنا رسولؐ تمہارے کا دل نے قبول کیا۔

پھر راہب نے کہا۔ کہ حضرتؐ تمہارے یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بہشت کے مقام میں تمام میوہ وغیرہ ہر طرح کی نعمت عام ہے کہ بہشتی لوگ جو چاہیں گے۔ سب کھائیں گے۔ مگر وہاں نجاست کی حاجت نہ ہو گی۔ پس اس تمیز کی دنیا میں کونسی چیز ہے جو کھانا کھائے پھر حاجت نہ آئے۔

خالدؓ نے کہا۔ جب لڑکا ماں کے رحم میں آتا ہے' اور روح داخل ہوتی ہے۔ اشتہا ہو جاتا ہے۔ تامدت ولاوت تک جو چیز ماں کھاتی ہے' وہ سب غذا لڑکے کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر دیکھ کہ بشرط کھانے غذا کے لڑکا سب حاجت سے جدا ہے پس اسی طرح بہشتی لوگ بھی جنت کی املاک میں ہر نجاست سے پاک ہے۔

راہب نے کہا۔ آمنا و صدقنا کہ ان سب مسائل کے ہم قائل ہوئے۔

پھر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ چار مسئلے تو میں نے اظہار کئے ہیں۔ اب میں ایک تجھ سے پوچھتا ہوں۔ مگر تم کو بھی وہی قسم ہے اپنے اللہ کے نام اور عیسیٰ علیہ السلام کی۔ کہ سچ کہنا ہو گا تمہارے خاص دین کے اصول میں بہشت مجید کی کونسی کلید ہے کہ جس سے دروازہ کھلے گا۔

وہ معلم اپنی قوم سے متکلم ہوا۔ کہ تم سب نے دیکھا ہے۔ جو میں نے اس مرد کو قسم دی تھی۔ تو اس نے جان کا بھی خوف نہیں کیا۔ حلف کے عذاب سے ڈر کر صحیح جواب دیا ہے۔ اب یہ بھی وہی قسم ڈالتا ہے۔ سو میں بھی اس سے سچ کہنا چاہتا ہوں۔ پس میں نے اکثر کتاب اللہ اور دین کے اصول میں دیکھا ہے کہ آخر بہشت مجید کی یہ کلید ہے یعنی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پھر حضرت خالدؓ نے کہا۔ کہ جب دروازہ بہشت کی یہ کلید ہے تو اب تم اس کو کیوں خرید نہیں کرتے ہو۔

پس یہ سنتے ہی راہب خاص تائب ہو کر معہ ہزاروں آدمیوں جو اس وقت موجود تھے۔ کلمہ شریف کی برکت سے تمام مشرف بہ اسلام ہوئے' اور ان ہزاروں جتنا ثواب ایک جناب خالد رضی اللہ عنہ کو دستیاب ہوا۔ کیونکہ نیکی کرنی اور کرانی دونوں کے اعمال میں برابر درجہ کمال ہے۔ اسی واسطے فقیر شوق پذیر کی سخاوت بے نظیر ہے کہ انہوں نے اول تو اپنا مال و اولاد گھر و بار سب کچھ یار کی نذر گزار دیا۔ تاکہ جان تک قربان ہوئے۔

دوسرا اسی طرح وہ ہر جاہل و گمراہ کے رہنما ہیں۔ کہ ہمیشہ ہدایت دین و باطنی تلقین سے اکثر انسان کو ایمان کا دان دیکر ہر وقت فیض رساں ہے۔ پس یہ سخاوت ہر سے زیادہ ہے۔ مگر اس میں اہل تلقین واعظین کو صرف محبت خدا ہو۔ کوئی اور غرض طمع و ریا کی

نہ ہو۔ اور بھی ریا اس کام کا نام ہے۔ جو عبادت وغیرہ سوا محبت خدا محض دنیا کی خاطر ادا ہو۔ سو ریا وہ بلا ہے۔ کہ اگر ایک لحظہ وجود میں موجود ہو۔ تو بجز توبہ تمام عمر کی عبادت حرام ہے۔

ذکرِ ریا

چنانچہ نقل ہے۔ کہ ایک شیخ صاحب معہ فرزند بحالت سیاحی کسی غیر ملک کے شہر میں پہنچے۔ جہاں مسجد میں بہت عالم اور فاضل تھے۔ تو بوقت نماز اس شیخ صاحب کے پیچھے وہ سب عالم وغیرہ مقتدی ہوئے۔ آپ نے نہایت خوش آواز اور مخرج الفاظ سے طول طویل نماز پڑھی۔ بعد نماز اس فرزند سعادت مند نے کہا۔ کہ حضرت یہ نماز آپکی دروازہ دوزخ کی کنجی ہے۔ جو آج قدیمی عادت کے برخلاف ریا میں ادا کی ہے۔ پس شیخ مرحوم نہایت مغموم ہو کر تائب ہوئے۔

پس اسی واسطے ہوشمند باطنی عبادت کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ظاہر حال میں ریا کی خواری اور باطن میں ہوشیاری ہے۔ چنانچہ مشائخ اس حال کی یہ مثال فرماتے ہیں۔ جیسا کہ سب راتوں میں لیلۃ القدر اور اللہ تعالیٰ کے اسموں میں سے اسم اعظم کہ یہ ہر دو پوشیدہ۔ اسواسطے یہ فضیلت میں چیدہ و نور رسیدہ ہیں۔ اس لئے فقیر شوق پذیر کو چاہئے۔ کہ مانند لیلۃ القدر و اسم اعظم کے آپ کو چھپائے۔ یہاں تک کہ وجود ہستی سے نابود ہو کر ہمیشہ مخفی ذکر میں موجود رہے۔ تب دو عالم میں اس کا ستارہ شاہی شمسی نور کی طرح ظہور کریگا۔

بدعت

اور بدعت بھی وہ ہے جو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا کام غیر شرع ایجاد ہو۔ یا جس کو آپؐ نے منع فرمایا ہو۔ سو ان پر عمل کرنیوالا بدعتی ہے۔ جن کے واسطے رسول علیہ السلام نے اپنی شفاعت و کوثر حرام فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَلَیُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْکُمْ ثُمَّ لَیُخْتَلَجُنَّ دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا

بعد ک (بخاری شریف صفحہ ۹۷۴ ج - ۲) یعنی میرے سامنے لائے جائینگے۔ تم میں سے چند لوگ یہاں تک کہ میں ان کی طرف جھکونگا۔ کہ ان کو حوض کوثر کا پانی دوں تو وہ لوگ میرے پاس سے ہٹائے جائینگے۔ تو میں کہونگا۔ کہ اے میرے رب یہ میری امت سے ہیں۔ حکم ہو گا کہ تو نہیں جانتا۔ جو انہوں نے تیرے بعد راہ نکالے ہیں۔ پس جو لوگ شرع سے دور بدعت پر مسرور ہیں۔ تو افسوس کہ وہ بہشت کی ہر نعمت عجیب سے بے نصیب ہیں۔

منکروں کے اعتراضات

اور بعضے فرقے دلیل کے پابند خیالات پسند ہیں' نہ کوئی دین نہ خدا پر یقین' وہ محض عقل نفسی کے تابعین ہیں۔ ان کا پروردگار پر اس طرح انکار ہے۔ کہ نہ تو خدا کے قرآن کو کلام الٰہی جانتے ہیں نہ ہی خدا کو مانتے ہیں۔ صرف دلائل کے قائل ہیں۔ جن کر ہر مذہب پر اعتراض اپنی عقل پر ناز ہے۔ اور عقل بھی وہ جو نفس و دل دونوں کے متصل ہے جو اس کو چاہتا ہے۔ یہ اسی کا ماتحت ہو جاتا ہے۔ اس لئے عقل نفسی کو رجیم و قلبی کو سلیم کہتے ہیں۔ سو قلبی نیک خو ہے۔ جس کو ہمیشہ خدا کی جستجو ہے۔ اور نفسی گمراہ ہے۔ جس کا شیطان ہمراہ ہے۔ پس یہ دونوں عقلوں کا اذکار ہے۔ اب جس کو چاہو' وہ اختیار ہے۔ سو جس شیطانی مذہب نفسانی کا یہ اصول ہو۔ تو ان سے بحث کرنی فضول ہے۔ لیکن کچھ تقریر مناسب تحریر ہے۔ تاکہ کوئی جاہل خام ان کے دام میں پھنس نہ جائے۔

پس اے یار ہر دو عقلوں کا بحر بے کنار ہے۔ جس میں جہاں تک کوئی چلا جائے نہ اس کا ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔ جیسا بعض عقلا فرماتے ہیں۔ کہ پروانہ شمع کا مشتاق ہے' تب یار پر جان نثار ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ نہیں صرف اندھیرے پر عاشق ہے۔ جو شمع اس کی مخالف ہے۔ اس لئے اس کے بجھانے کو آتا ہے۔ جس میں خود جل جاتا ہے۔ اسی طرح عقل کا باز دونوں طرف پرواز کر سکتا ہے۔ لیکن عقل سلیم سے راہ مستقیم پر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ اور نفسی عقل برعکس کو اس طرح ذہن میں قائم کراتا ہے۔ جیسا فی الحقیقت چاند کے نیچے بادل چلتا ہے۔ مگر جہاں تک ماہ میں نگاہ ہو۔ تو چاند کا دوڑنا عقل

میں آتا ہے۔ ایسا ہی انکا عقل گمراہ برعکس خدا ہے۔ تب تو قرآن خدا و شریعت محمدؐ مصطفےٰ پر انکے اس طرح اعتراض دور دراز ہیں۔

اعتراض اول کہتے ہیں۔ کہ خدا نے قرآن میں چار نکاح کا تو حکم دیا۔ مگر ایک مرد چہار عورت کا بانصاف کیونکر حق ادا کر سکتا ہے۔

دوسرا ایسا ظلم کہ عورت کچھ مدت تک تو اپنے گھر کی مالک رہے۔ جب مرد نے چاہا۔ تو طلاق دیکر اس سے اولاد تک سب کچھ چھین لیا۔ اور گھر سے نکال دیا۔

تیسرا خدا نے کس قصور کے سبب عورت کو قید پردہ میں مجبور کیا ہے۔ اور بھی اس طرح کے انکار بیشمار ہیں۔

مگر ان سب کا جواب تو خود حق تعالیٰ نے اس ایک ہی آیت باثواب میں فرما دیا ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی، اللہ نے ایک کو ایک پر۔

سو ظاہر میں بھی فضائل مرد کے یہ دلائل ہیں۔ جیسا جسم و قوت و عقل و شجاعت و ہیبت و حیا وغیرہ کہ یہ سب مرد میں عورت سے زیادہ تر ہیں۔ اس دستور سے بھی مرد کی حکومت و بڑائی ظہور میں آئی۔ پس جب مرد حاکم و عورت محکوم ہوئی۔ پھر دیکھ کہ ایک حاکم کی کس قدر رعیت ہوتی ہے اور سب زیر حکم بانصاف رہتی ہے۔ تو چار عورتیں مانند رعایا و غلام کے ہیں۔ کیا ایک مرد حاکم سے ان کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اور یہ آئتیں بھی شاہی قرین ہے۔ کہ جو رعایا یا غلام اپنے حاکم یا بادشاہ کا عاق و بیفرمان ہو۔ تو بادشاہ سب املاک اس کا لیکر اپنے حکم کی حد سے باہر نکال سکتا ہے۔ تو ایسا ہی مرد کی طلاق کا اتفاق ہے۔ اور پہلے تو پروردگار کے حکم کا انکار یعنی ان سطر وغیرہ پر اعتراض کرنا ہی ایسا ہے۔ جیسا کوئی رعایا یا ملازم اپنے بادشاہ و حاکم کے حکم کو خود دلیلی اعتراضوں سے رد کرے، تو کیا بادشاہ اس بیفرمان و عاق پر غضبناک نہ ہو گا۔ اگر ہو گا تو افسوس کہ بندہ ہو کر اس احکم الحاکمین کے حکم و آئین پر تو ایسے اعتراض کرے۔ اور دنیا کے حاکم کا تو کجا ایک ادنیٰ چوکیدار کا بھی انکار نہ ہو سکے۔ تو پھر کیسا اپنی عبودیت اور اس کی ربوبیت کا حق ادا کیا۔

دوسرا یہ دلیل بھی ان کی ذلیل ہے۔ کہ خداوند کریم نے کس جرم سے عورت کو ستر میں بند کر رکھا ہے۔ معاذ اللہ ایسا الزام تو ہر کام میں آسکتا ہے۔ جیسا خدا نے کس گناہ کے بدلے عورت کو مرد نہ بنایا۔ یا کیوں دس ماہ اس سے حمل کا بوجھ اٹھوایا۔ اور بھی مرد کی متابعت و اولاد کی پرورش وغیرہ کیوں ان کے ذمہ لگائی۔ ارے خداوند علیم و انا تر حکیم ہے۔

غرض یہ ان کا محض خیال خام ہے کہ پردہ عورت کو دام ہے۔ بلکہ ستر عورت کا تو ایک ذاتی کام ہے۔ کہ جس سے تو عورت کا نام بھی مستور مشہور ہے۔ تو جیسا خاص و عام کو اپنا ذاتی کام پسند ہے۔ ایسا ہی اہل پردہ ستر میں رضامند ہے۔

تیسرا ستر عورت کو ایسا ہے۔ جیسا شہر کو قلعہ عالم پناہ ہے۔ پس جو اس مکان میں ہے۔ وہ امان میں ہے۔ اور جو عورت اس قلعہ سے باہر ہو جاتی ہے۔ وہ اکثر دشمن نفس شیطان سے خواری پاتی ہے۔

چوتھا یہ بھی جان کہ شرم و حیا کی ستر بنا ہے۔ جس کے دو اقسام ہیں۔ خاص اور عام۔ عام وہ ہے کہ جب مجلس میں کسی شخص کی شرم گاہ یعنی فرج وغیرہ کی جا ننگی ہو جاتی ہے۔ تو مرد کو کیسی شرم آتی ہے۔ اور عورت جو مرد کی خاص ستر و شرم ہے۔ اس کا بے پردہ ننگے منہ پھرنا اور عام تمام غیر کو دیکھنا دکھانا کیا۔ اس مرد کو کچھ غیرت و شرم نہ آوے گی۔ ہاں مگر شرم و حیا تو ایمان کا نشان ہے۔ جب ایمان ہی نہیں۔ تو پھر شرم سے کیا مطلب۔

سوال اور جو کہتے ہیں۔ کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے۔ اگر ہے تو کیوں اس میں سوال کا جواب مفصل حال نہیں ہے۔

جواب: یہ کتاب بحث و مناظرہ کی نہیں ہے۔ محض احکام الٰہی فرمان شاہی ہے کہ جس میں امر کا ثواب و نہی کا عذاب ہے۔ اور یہ دستور بھی عام مشہور ہے۔ کہ اکثر غلام سے سردار کی کلام بہت کم ہوتی ہے۔ جیسا کہ رعایا کی عرضی طول طویل میں زیادہ تر اور حاکم کا حکم ایک دو لفظوں میں مختصر ہوتا ہے۔ تو اس قاعدہ عام سے بھی یہ کلام شہنشاہی ظہور میں آئی۔ کیونکہ اس میں جو بعضے منافقی اعتراض بے انداز ہیں۔ تو ان میں ظاہر

نفسانیت فخر بشریت ہے۔ اور سبحان اللہ جواب میں کیسا حکم شاہی تحمل الٰہی ہے کہ دشمن کے طعن سے بھی مثل شہانہ کچھ نفسی غصہ نہ کیا۔ صرف حکم سزا فرما دیا۔ کہ جس بے پرواہی سے لاشریک بھی تصدیق ہوا۔ پس اسی کو فصاحت اور بلاغت بھی کہتے ہیں۔ سو جسکو تھوڑا بھی یقین ہے۔ وہ تو آمین کریگا۔ اور بدگمان کو تو ہرگز ایمان نہیں آتا۔

اعتراض دوم کہتے ہیں کہ نہ تو کوئی خدا ہے نہ عالم الغیب۔ صرف بیج کی پیدائش سے زمانہ کا کارخانہ خودبخود چلا آیا ہے۔ اور ایسا ہی چلا جاویگا۔ سو یہ وہم نفسانی خیال شیطانی ہے۔ جس کا دریا ایسا بے انتہا ہے۔ کہ اس میں جس نے غوطہ لگایا۔ وہ پھر گرداب گمراہی سے باہر نہ آیا۔

اگر ان خیالات واہیات سے نظر بچا کر خدا کی طرف نگاہ کرے۔ تو اس کا ظاہر خالق و مالک ہونا اس حال دنیا کی مثال سے بھی ثابت ہے۔ کیونکہ سب اصل کی دنیا میں نقل ہے۔ جیسا کسی گھر میں ایک نامور نہ ہو۔ تو اس گھر کا تمام کام بے انجام ہوتا ہے۔ ایسا ہی کسی جگہ رعایا وغیرہ پر اگر کوئی حاکم و بادشاہ نہ ہو۔ تو اس ملک کا باامن رہنا اور آباد ہونا ہی ممکن نہیں۔ اس طرح اگر مخلوق پر کوئی خالق و مالک نہ ہوتا۔ تو یہ سب عالم کا کارخانہ ہی بگڑ جاتا۔ جیسا کہ بغیر مصور کوئی تصویر نہیں۔ یا سوا صانع مصنوع نہیں ہے۔ ایسا ہی بجز خالق مخلوق نہیں ہے' وہ خالق کل مخلوق کا مالک ہے کہ جس نے دو جہان زمین و آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ملک جن و انسان' درخت۔ پرندے۔ پتھر و حیوان ہژدہ ہزار عوالم بیشمار کو ایک کُن کہنے میں پیدا کیا۔ پھر ایک پلک نگاہ میں ان سب کو فناہ کردیگا۔ وہ پروردگار رازق لیل و نہار مردہ سے زندہ و زندہ سے مردہ نکالتا ہے۔ اور ایسا خداوند تعالیٰ بن ماں باپ کے پیدا کرنے والا ہے۔ ہر کام میں اس شہنشاہ کا وہ انتظام کہ سب کچھ اپنے وقت پر تمام ہے نہ کچھ بیش و کم خود بے غم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

قدرت کے خواص زبان کہاں تک بیان کرے کہ جس کے ہر ایک ظہور میں عقل مجبور ہے۔ جیسا کہ اول پیدا بیج ہے یا درخت سوا بیج درخت نہیں اگتا۔ اور بغیر درخت بیج نہیں ہوتا۔

اور بھی ایسے بہت طور ہیں کہ جن میں عقل کو زوال ہے۔ فہم محال ہے۔ پس یہ

سب قدرت خدا ہے۔ جس کا منکر گمراہ ہے۔

اور بھی ان مسائل کے بہت دلائل ہیں۔ جو بسبب طول و کتاب کے اصول سے زیادہ منقول نہیں کئے۔ کیونکہ منکر کو تو ہر طرح انکار ہے۔ اور اہل انصاف کے واسطے اتنا ہی یکمشت نمونہ خروار بسیار ہے۔

فصل ۹

در حرکاتِ شیطان

سوال: جب اہل کمال وصال کو پہنچتا ہے۔ تو پھر بھی کسی زوال کا خوف رہتا ہے یا نہیں؟

جواب: سب فتور شریعت و طریقت میں دور ہو جاتے ہیں۔ لیکن غرورت و شیطان تو موت تک نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ انسان کا قدیمی دشمن شیطان ہے یہ بدذات بندہ کو طرح طرح کی حرکات میں مبتلا کر کے آخر راہ حق سے گمراہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر واصلان حق کو بھی اس لعین نے آسمان سے زمین پر گرا دیا ہے۔ اس لئے اس مکار سے ہوشیار رہنا درکار ہے۔

یہ وہ ابتدا کا دشمن بدخواہ ہے کہ جس نے اول ہی ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو بدنام کر کے بہشت سے نکالا۔

قصۂ آدمؑ و شیطان

دیکھو ہماری عبرت کے واسطے حق تعالیٰ نے یہ تمام قصہ ارقام فرمایا ہے۔ جیسا آدم علیہ السلام کو فرمایا۔ قولہ تعالیٰ **وَیٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ فَکُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ** یعنی اے آدمؑ تو اور تیری عورت بہشت میں رہو۔ پھر کھاؤ سب نعمت جو چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے اگر کھاؤ گے تو ہو جاؤ گے گنہگار۔ **فَوَسْوَسَ لَھُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَھُمَا مَاوٗرِیَ عَنْھُمَا مِنْ سَوْاٰتِھِمَا** یعنی پھر بہکایا انکو شیطان نے تو ظاہر ہو گئے ان کے عیب۔ پھر شیطان نے آدم علیہ السلام کو کہا **قَالَ مَا نَھٰکُمَا رَبُّکُمَا عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیْنِ اَوْ تَکُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ** بولا کہ تم کو جو منع کیا ہے رب تمہارے نے اس درخت سے تو اس واسطے کہ اگر تم کھاؤ تو ہو جاؤ گے فرشتے یا ہمیشہ کے جینے والے **وَقَاسَمَھُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ** یعنی ابلیس

نے قسم کھائی۔ کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ یعنی میرے کہنے پر اعتبار کرو۔ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ پس شیطان نے پھیر لیا ان کو فریب سے۔ پھر جب کھایا آدمؑ اور حواؑ نے وہ درخت تو کھل گئے ان پر عیب ان کے یعنی اس بے فرمانی کے سبب سے ان سے پرہیز گاری کی پوشاک اتاری گئی۔ تو ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ پڑنے لگی۔ تو حیا سے ڈھانپنے لگے اپنی شرمگاہ بہشت کے پتوں سے وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ پھر فرمایا آدمؑ اور حواؑ کو ان کے رب نے کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تم کو اس درخت سے اور نہیں کہا تھا۔ تم کو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے ظاہر۔ پس آدمؑ نے اپنے گناہ پر اقرار کیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں دونوں نے عرض کیا۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی کہا اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جانوں پر اس بے فرمانی کے سبب اگر نہ بخشیگا تو ہمارے گناہ اور نہ رحم کرے گا تو ہم پر تو ہو جاویں گے ہم نقصان والوں میں سے۔

پھر فرمایا حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو۔ قولہ تعالیٰ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ فرمایا۔ کہ تم یہاں سے اتر جاؤ۔ کہ ایک دوسرے کے دشمن ہوئے اور تم کو زمین پر ٹھہرنا اور برتنا ہے ایک وقت تک قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ فرمایا کہ اس زمین میں تم جیو گے اور اس میں مرو گے۔ پھر اس سے نکالے جاؤ گے قیامت کو۔

پھر ہم سب بنی آدمؑ کو۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ یعنی اے اولاد آدمؑ کی ہم نے دیا تم کو لباس کہ جس سے ڈھانپو اپنے ستر اور دی تم کو رونق و پوشاک پرہیز گاری کی۔ کہ یہ بہتر ہے تم کو۔ یعنی پرہیز گاری و فرمانبرداری میں رہو گے۔ تو ورثہ جنت کا پاؤ گے۔ ورنہ بے فرمانی میں حضرت آدم کی طرح مصائب اٹھاؤ گے۔ کہ یہ قدرتیں ہیں اللہ کی۔ شاید لوگ دھیان کریں۔

پھر فرمایا يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا یعنی اے اولاد آدمؑ کی نہ بہکاوے تم کو شیطان جیسا کہ نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے کہ اتروائے ان کے کپڑے پھر دکھائے ان کو عیب ان کے۔

پھر فرماتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ۔ قولہ تعالیٰ وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ یعنی میں نے تم کو پیدا کیا۔ پھر صورت دی تم کو۔ پھر کہا فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدمؑ کو تو سب نے سجدہ کیا۔ مگر نہ کیا شیطان نے پس وہ سجود کے نہ کرنے سے مردود ہوا۔

تب شیطان نے کہا۔ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ یعنی جیسا تو نے مجھے بدراہ کیا۔ تو میں رہوں گا بنی آدمؑ کے وجود میں سیدھے راہ پر یعنی تیرے سیدھے راہ سے ان کو بدراہ کروں گا۔ پھر ان پر آؤں گا" آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے یعنی میں ہر طرف سے ان کو آکر بدراہ کروں گا۔ کہ اکثر نہ ہوویں گے یہ تیرے فرمانبردار و شکرگزار۔

پھر اس کو فرمایا حق تعالیٰ نے قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی فرمایا۔ کہ نکل یہاں سے اے مردود۔ سو جو کوئی تیری پیروی کریگا آدمؑ کی اولاد میں سے تو ضرور بھرونگا دوزخ کو تم سب سے یعنی تجھ کو اور تیرے راہ پر چلنے والوں کو دوزخ میں ڈالونگا۔

دیکھو حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر فیض عام کئے تھے۔ چنانچہ ایک تو اپنا خلیفہ بنایا۔ دوم سب فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ سوم ہر چیز کا نام سکھلایا۔ چہارم سب مخلوق سے برگزیدہ فرمایا۔ پنجم اپنے بہشت کا وارث بنا کر ہر نعمت عطا فرمائی۔ پس ایک قصور کے سبب سب نعمت سے دور کر دیا۔ تو اسی طرح شیطان نے بھی چنداں عبادت کی تھی۔ لیکن ایک سجود نہ کرنے سے مردود ہوا۔

تو در طریقِ ادب کوش

کر تائب ہوئے۔ کہ جس سبب سے حق تعالیٰ نے پھر ان کا مرتبہ اعلیٰ کیا۔ اور شیطان اسی تمرد غرور پر مغرور رہا۔ اور باز نہ آیا۔ اس لئے مدام لعنت کے دام میں پھنسا۔

پس انسان کو چاہئے کہ ہر گناہ آدمؑ کی طرح تائب اور پشیمان ہو۔ تب مقصود ہے' ورنہ شیطان کی طرح مردود ہے۔ اور شیطان کو اپنا ذاتی دشمن جان کر اس کے غرور و فخر اور ہر مکر سے دور رہے۔ کیونکہ یہ بدخواہ ہر وقت ایسا ہمراہ ہے کہ تمام اجسام میں خون کی طرح پھرتا ہے۔ بلکہ خاص و عام کو اپنے مکر کے دام میں ایسا پھنساتا ہے۔ کہ جس سے اہل کرام کو بھی نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک بدکار عورت بادشاہی کرتی تھی۔ ایک روز اس کے ہمرازوں نے اس سے کہا۔ کہ فلاں مکان کے حجرہ میں ایک عابد جوان خوبصورت رہتا ہے۔ عورت نے اس کو کسی بہانہ سے بلوایا۔ جب وہ جوان اس کے مکان میں آیا۔ تو عورت نے دروازے بند کرا دیئے۔ وہ جوان دل میں حیران ہوا۔ کہ یہ بدکار تو خوار کرتی ہے۔ آخر فقیر نے کہا۔ کہ مجھ کو ایک لحظہ کی اجازت ہو' تو جائے ضرور پھر آؤں' وہ بولی۔ ماڑی پر صحت خانہ ہے۔ جب وہ عاشق یگانہ بالاخانہ پر گیا۔ تو فکر کیا' کہ اس بدفعلی سے جان ہی قربان کرنی خوب ہے۔ پس جوان اس بلند مکان سے نیچے گرا۔ تو فرشتہ ہوا کو ندا ہوئی۔ کہ خبردار اس میرے مبتلا کو ایذا نہ پہنچے۔ فرشتے نے حسب فرمان اس کو امان سے اتارا۔

پھر مکان کے پاس شیطان کو دیکھا۔ تو فرشتہ نے کہا۔ اے بداندیش اب اس پر تیرا کوئی مکر پیش نہیں جاتا۔ وہ بولا۔ میں نے بھی تو اس فقیر کو اب ایسا اسیر کیا تھا۔ کہ دو راہ کے سوا اور کوئی بانہ تھی۔ یا تو یہ بدکاری میں خواری پاتا۔ یا اس خودکشی کے عذاب میں خراب ہوتا۔ لیکن خدا کے کام جدا ہیں۔

غرض اسی طرح یہ مکار ایسا گرفتار کرلیتا ہے۔ کہ پھر عنایت الٰہی کے سوا کوئی جا رہائی کی نظر میں نہیں آتی۔

شیطانی مکر با درویش

اور بھی یہ مکار ہر چہار منزل میں اکثر درویش کو اس حرکت سے پیش آتا ہے۔ کہ

اول تو کسی مکرو پیار سے بدکار کی محبت اختیار کراتا ہے۔ کہ جس کے سبب نیک خواہ بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ پس منزل شریعت میں تو یہ لعین اکثر اہل دین کو جو بد کام ظاہر شرع میں منع و حرام ہیں۔ اپنی حرکت سے کسی نہ کسی پر خوب راغب و مرغوب کر دیتا ہے۔ پھر بندہ نماز روزہ۔ عبادت وغیرہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ پس اس تدبیر سے اخیر گمراہی پاتا ہے۔ مگر اس جگہ اہل شعور کو ہمیشہ خدا کا خوف ضرور چاہئے' تاکہ ہر امر پر کمربستہ و ہر نہی سے برگشتہ رہے۔

منزل دوم طریقت میں یہ مقہور اہل طریق کی عقل میں اس طرح فتور ڈالتا ہے کہ فقیر ناقص تدبیر گاہ تو شرع کی ظاہر عبادت پر اعتراض اٹھاتا ہے۔ اور کبھی خود پیر کے قول و فعل میں خلل لاتا ہے۔ کہ اس وسوسہ کے سبب وہ اکثر شریعت یا طریقت کا منکر ہو کر آخر ہر دو سے بدراہ ہو جاتا ہے۔

پس اس مقام پر طالب شوق غالب کو چاہئے کہ ان حرکات واہیات سے بچکر ہر دو عبادت ظاہر و باطن کی کار محبت یار میں ہوشیار رہے۔

منزل سوم حقیقت میں اہل حال اس منزل کمال کو پہنچتا ہے' تو وہ بد خصال یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ ہمہ اوست ہے۔ کوئی غیر نہیں۔ تمام حرام و حلال ایک ہے۔ تو اس حرکت سے عارف ناقص کسی نہی کی بلا میں مبتلا ہو کر پھر ذکر الٰہی قضا ہو جاتا ہے۔ وہ بدیقین دین حق سے پھر کر دو جہان میں ذلت و خواری پاتا ہے۔ اس واسطے اہل وصال ہر غیر خیال سے بے زوال ہو۔ تاکہ نہی تو کجا کسی مباح تک بھی روا نہ رکھے۔ خود نیست و نابود ہو کر ہر وقت معبود کے مخفی سجود میں موجود رہے۔ منزل چہارم معرفت میں بھی ہر اہل شعور اسی طرح سب غیر و غرور اور ہستی سے دور ہو کر لیل و نہار اذکار یار میں ہوشیار رہے۔ مگر دل صفا دید سعید کو آئینہ فنا میں سے ہمیشہ بقا کو نگاہ رکھے۔ تب شیطان دشمن سے امان ہو۔ اور اگر خدانخواستہ یہ مردود اہل سجود کو کسی منزل و مقصود سے گرائے۔ تو چاہئے کہ جلد بذریعہ توبہ باز آئے۔ تاکہ از سر نو پھر تعلیم عبادت وغیرہ کی پائے۔ لیکن اس راہ میں ہر وقت امداد الٰہی چاہئے۔

نظم

دل میں وہم غیر جو آتا ہے — یہی نفس شیطان کہلاتا ہے
ہمیشہ ہماری رہے ذات میں — شب و روز یہ رہتا ہے گھات میں
اسے گرچہ ہم جانتے ہیں برا — تو بھی مناتا ہے اپنا کہا
یہ ایسا ہے دشمن ہمارا مکار — فریب اور مکر اس کے ہیں بیشمار
ارادہ کریں نیک جب ہم کبھی — کہے یہ نہ کر آج پھر کل سہی
ہوئی آج کل میں عمر سب تمام — نہ کرنے دیا اس نے کچھ نیک کام
کریں گرچہ نیکی دیوے بد ملا — وہ بھی عمل اس نے ضائع کیا
اگر بد کریں ہم کرے یہ بھلا — بدی میں زیادہ کرے جتلا
مکر اس طرح اس کے ہیں اے پسر — یہ لیتا بھلا کیسا دانا ہو کر
پیغمبروںؑ سے کیں جس نے حرکات ہیں — تو ہم روبرو اس کے کیا بات ہیں
مکر میں کیا ہم کو اس نے اسیر — خدایا ہمارا تو ہو دستگیر
ہدایت کرے کون تیرے سوا — تو ہی اس بلا سے بچا اے خدا

بھلا ہوں مکر جس کے ایسے دقیق
بچیں تب جو تو ہو ہمارا رفیق

فصل ۱۰

در خاتمۂ کتاب ختمِ ارواح

سوال: بعضے فقیر ختم ارواح کا دینا ثواب پذیر نہیں جانتے۔ کہ جس کام سعید کی شرع میں نہایت تاکید ہے۔

جواب: فقیر بھی منکر ثواب نہیں۔ مگر بدعت و ریا سے جدا ہیں۔ پس اس گلزار میں یہ سخن خار ہیں۔ کیونکہ غیر کی عیب جوئی سے دل گھبراتا ہے۔ لیکن حق ظاہر کرنے کو بھی جیو چاہتا ہے۔ اس لئے علماء وغیرہ کو حق چھپانا روا نہیں۔ چنانچہ **اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطَانٌ** یعنی جو خاموش ہو رہتا ہے مسئلہ حق سے وہ شیطان ہے۔

اور بھی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو مسئلہ ظاہر نہ کریگا۔ تو محشر کے یوم کو اس کے منہ میں آتش کی لگام دیجائیگی۔

پس یہ مسئلہ تو علماءؒ و اولیاءؒ کے نزدیک شرع میں اتنا روا ہے کہ اول میت کو نہایت کوشش سے غسل دینا اور پاکیزہ پارچہ سے کفن دیکر جنازہ باتقاضا کر کے بعد دفن سورۂ ملک وغیرہ پڑھ کر خدا تعالیٰ سے میت کی مغفرت مانگیں۔

اور بعضے کتب فقہ میں اتنا زیادہ ہے۔ کہ اس وقت میت کا وارث کچھ صدقہ للہ فی اللہ بھی دیوے۔ یا اپنا مال بامحبت کمال بغیر رسوم معین مرقوم کے صرف راہ خدا میں ادا کرے۔ تو اس کا ثواب اگر میت کی روح کو دیوے تو روا ہے۔

مگر یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میت کو نوحہ کے عذاب سے بچانا۔ اور وارث میت کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچانا۔ اور تین دن تک تو اس کے گھر سے طعام بھی نہ کھانا۔ بلکہ تین یا سات روز تو اس مصیبت دار کا اس طرح غمخوار ہونا۔ کہ خود گرہ سے طعام و ہاتھ سے کام کی امداد دیکر خوش و شاد کرنا۔ پس شریعت میں تو اتنی کیفیت ہے'

اور باقی خرچ بیجا بدعت و ریا ہے۔ جو صرف نام و ناموس کی خاطر رسومات مجوزہ میں دیا جاتا ہے۔ جیسا قل یا ساتواں' جمعرات' چالیسواں اور روحی روح وغیرہ کہ جن واہیات

کو میت کیواسطے نجات چاہتے ہیں۔ کہ جن کا شریعت میں کوئی ثبوت مضبوط نہیں۔ بلکہ یہ سب اسراف شرع کے برخلاف ہیں۔ دیکھو حضرتؐ تو فرماتے ہیں کہ بعد موت کے سب عمل فوت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ۔ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ اَوَّلًا مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْا لَہٗ یعنی مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب آدمی مرگیا۔ تو اس کا سب عمل کٹ گیا۔ اور موقوف ہوا۔ مگر بعد موت کے تین طرح کا ثواب رہتا ہے۔ ایک تو وہ خیرات یا صدقہ جس کا فائدہ ہمیشہ جاری رہے۔ جیسا چاہ و مسجد وغیرہ۔ دوسرا وہ علم یعنی ایسی کتاب بنائے۔ جس سے خلقت فائدہ پائے۔ تیسرا نیک بیٹا جو باپ کیواسطے دعا کرے۔ یعنی وہ باپ جو خود بیٹے کو علم دین و نیک تلقین سکھلا جاوے۔

تو پس ان ہر سہ فعل کا وہ خود فاعل تھا۔ اس واسطے بعد موت کے ان تین کاموں کا جہاں تک فائدہ و نشان رہا۔ وہ جناب مستحق ثواب ہے۔ اسلئے ہر چند دل عزیز جو بحالت تندرستی خود ہاتھ سے راہ خدا میں صدقہ ادا کر جاویگا۔ تو اس اپنے مال کا درجہ کمال پاویگا۔ ورنہ پیچھے ثواب تو کیا ورثہ سے بھی جواب ہے'

چنانچہ حدیث عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَالِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَؐ اللّٰہِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَالِ وَارِثِہٖ قَالَ وَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ یعنی بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ کون تم میں ایسا ہے۔ کہ جس کے نزدیک اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ پیارا ہو۔ صحابہؓ نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ کوئی ہم میں ایسا نہیں۔ کہ جس کے نزدیک اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ پیارا ہو۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اس کا مال تو وہ ہے۔ جو اس نے آگے بھیجا۔ یعنی جو اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں دیا۔ اور اس کے وارث کا مال وہ ہے۔ جس کو چھوڑ گیا'

اور بھی حضرتؐ سے ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا۔ تو فرمایا۔ حدیث رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ اِنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰی زَادَ مُسْلِمٌ تَأْمُلُ الْبَقَاءَ ثُمَّ الْفَقَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ اَوْ قَدْ کَانَ لِفُلَانٍ تَفَرَّدَ مُسْلِمٌ یعنی بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ

بہتر صدقہ یہ ہے۔ کہ تو خیرات کرے جس حال میں کہ تو تندرست ہو۔ اور مال داری کی امید رکھتا ہو۔ مسلم میں اتنا زیادہ ہے کہ تجھ کو زندگی کی امید ہو۔ اور خیرات کرنے میں دیر مت کر۔ یہاں تک کہ مرنے لگے۔ اور روح حلق میں پہنچے۔ اس وقت تو یوں کہیگا۔ کہ فلانے کو اتنا اور فلانے کو اتنا۔ اور وہ مال تو اس وقت فلانے وارث کا ہو چکا۔

اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص بوقت موت وصیت کر گیا۔ کہ اگر میں مرجاؤں۔ تو حضرتؐ کو کہنا۔ کہ یہ میری کوٹھڑی خرما کی ہے۔ خیرات کر دینا۔ چنانچہ حضرتؐ نے ویسا ہی کیا۔ ایک خرما ہاتھ میں لیکر فرمایا۔ کہ اس کو تو اس قدر بھی ثواب حاصل نہ ہوا۔

پس ان حدیثوں سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ بغیر اپنے ہاتھ کے اگرچہ بوقت موت دینے کی وصیت بھی کر جائے۔ تو بھی ثواب کی فضیلت خراب ہے۔ تو پھر پیچھے وارثوں کا دینا ان حرکات رسومات میں جو سوا محبت خدا جن کی بنا محض ناموری و ریا ہے۔ بھلا وہ مردہ نحیف کو کس قدر تخفیف کریگا۔

اس واسطے محقق فرماتے ہیں۔ کہ پچھلے ختم ارواح کی امداد پر شاد ہو کر اپنے ہاتھ سے دینے کا وقت ضائع و برباد نہ کرے۔ بلکہ ہر چیز دل عزیز اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں فدا کرے۔ کہ جس سے ایک کا سات سو بلکہ زیادہ درجہ حاصل ہے۔

پھر فقہ میں بھی اتنا روا ہے۔ کہ نیک اولاد کی دعا کلام و طعام بغیر رسوم و ریا ادا ہو۔ تو البتہ ارواح والدین وغیرہ کو شفا ہے۔ مگر دعا بھی وہ منظور ہے۔ جیسا دل حضور سے عبادت کا ثواب ہے۔ ویسا ہی درد دل و عاجزی سے ہو۔ تب ہر دعا مستجاب ہے۔ ورنہ خراب ہے۔

جواز نذر و نیاز و ختمِ ارواح اولیاءؒ اللہ

اور اگر کوئی اس جا کہے کہ اولیاءؒ اللہ وغیرہ کی نذر و نیاز اور ارواح دنیا بھی تو ہر اور مردہ کے طور ہے۔ سو یہ محض کلام انکی خام ہے۔ کیونکہ ہر عام اور شہیدؓ و اولیاء اکرامؒ کا ایک انجام نہیں۔ اگر بانصاف دیکھو۔ تو بہت ہی اختلاف ہے۔ حق تعالیٰ کے نزدیک انکا رتبہ اعلیٰ ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ

لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ یعنی جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ کہ وہ ہمیشہ زندہ ہیں مگر نہیں جانتے ہو تم۔

اور سید المرسلین خاتم النبیینؐ بھی فرماتے ہیں۔ حدیث اَلۡمُؤۡمِنُ حَیَاتٌ فِی الدَّارَیۡنِ یعنی مومن زندہ ہیں دو جہان میں۔

دیگر حدیث اَلَا اِنَّ اَوۡلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوۡتُوۡنَ بَلۡ یَنۡتَقِلُوۡنَ مِنۡ دَارٍ اِلٰی دَارٍ یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ تحقیق اولیاءؒ اللہ نہیں مرتے لیکن نقل کرتے ہیں جیسا کہ ایک خانہ سے اٹھ کر دوسرے خانہ میں چلے جاویں۔ پس یہ پورا ثبوت ہے۔ کہ اولیاءؒ اللہ لایموت ہیں۔

سو اول تو ان میں زندہ و مردہ کا فرق ہے کہ شہیدؒ و اولیاءؒ اللہ ہمیشہ زندہ و بقا ہیں۔ اور ماسوا ان کے سب مردہ و فنا ہیں۔

دوم وہ اہل کمال ہماری دوستی و دشمنی کا حال سب جانتے ہیں۔ کیونکہ زندہ کو دید و شنید وغیرہ کا بحکم پروردگار سب اختیار ہے۔ اور مردہ ان سب کردار سے لاچار ہے۔

سوم جیسا کہ اولیاءؒ اللہ کو محبت للہ کے سبب زندگی میں نذر و نیاز ان کی رضامندی کو دی جاتی ہے۔ پھر جب زندہ ہیں تو ہمیشہ ان کی ارواح کو دینا روا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اولیاءؒ اللہ ظاہر ہو خواہ باطن ان کی منت ہو یا ان کے واسطے نام یا مقام پر بھی جانور کو ذبح کرنا کوئی شرک نہیں ہے وہ ایسا ہے' جیسا کہ ہم عام تمام کہتے ہیں۔ کہ فلانے مہمان یا عزیز کے واسطے جانور ذبح کیا ہے یا کرتے ہیں۔ تو اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے۔ بشرط کہ منت یا ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جاوے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ فَکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ بِاٰیٰتِہٖ مُؤۡمِنِیۡنَ یعنی پس تم کھاؤ اس میں سے جس پر نام لیا اللہ کا۔ اگر تم کو اس کے حکم پر یقین ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ وَمَا لَکُمۡ اَلَّا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ یعنی کیا سبب کہ تم نہ کھاؤ اس میں سے کہ جس پر نام لیا جاوے اللہ کا۔ پھر فرمایا۔ قولہ تعالیٰ وَلَا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَاِنَّہٗ لَفِسۡقٌ یعنی اس چیز کو نہ کھاؤ کہ جس پر نام نہ لیا جاوے اللہ کا وہ گناہ ہے۔

بعضے کافر بتوں کے تھان پر جانور کو ذبح کرتے اور ذبح کے وقت اس بت کا نام لیتے۔ اللہ کا نام نہ لیتے۔ اس فعل قبیح کو تمام جا حق تعالیٰ منع و حرام فرماتا ہے۔

چہارم اس گفتگو میں مردہ شو کہتے ہیں۔ کہ اگر مردہ کی ارواح کو نہ دیا جائے۔ تو وہ بھوک سے لاچار دربدر۔ عاجز و خوار پھرتے ہیں۔ سو معاذ اللہ اولیاءؒ ان سب بات واہیات خواری ولاچاری سے پاک ہیں۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی اولیاءؒ اللہ پر نہیں ہے کچھ خوف اور نہ کبھی غمگین و اندوہگیں ہونگے۔

پنجم یہ ہے کہ جو اکثر مال و طعام مردہ کے نام رسم و سوم مروج عام میں سوا محبت خدا کے دیا جاتا ہے۔ سو وہ محض مخلوق کا دکھلانا اور اپنے نام و ناموس کو بڑھانا ہے۔ اس واسطے یہ سب بیجا خرچ ریا ہے۔ اور اولیاءؒ کی نیاز و ارواح دینا یہ خاص محبت خدا کی بنا ہے۔ اس لئے ان کی ارواح وغیرہ دینا روا ہے۔ کیونکہ دوست ان کا دوست کبریا ہے۔ اور دشمن اولیاؒ کا دشمن خدا ہے۔ یہاں تک کہ اولیاءؒ اللہ کی کرامات اور حیات کا منکر جاہل و گمراہ ہے۔

پس ہر کس کو ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگنی چاہئے۔ کہ ہر بدعت و ریا اور جہل و گمراہی سے بچا کر ہم کو اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنا عشق عطا فرماوے! آمین یَا رَبَّ الْعَا لَمِیْنَ

مثنوی

فضل حق سے یہ ہوا نسخہ تمام	مرض گمراہی کے لئے ہے فیض عام
لیک باانصاف کر اس میں نگاہ	ہے بیماری جہل کے عمدہ دوا
بامحبت حق اس میں کر نظر	بے محبت کو تو یہ ہو گا ضرر
کیونکہ ہے مرض تعصب لادوا	یہ پیغمبرواںؑ سے بھی نہ ہوئی شفا

یاالٰہی مومنوں کو دے توفیق — تاکہ ہوں تیری محبت میں غریق
آپ ہی ہر مرض کا شافی تو ہو — جز ہدایت تیری کے ہادی نہ کو
شاہ چراغ ہیں پیر میرے رہنما — ہادی ہیں علم ہدا باطن صفا
بے خبر بے دل ہوں میں بے زبان — یہ بھی اس آپ نے کیا بیان
بارگاہ حق میں "قطب" کر التجا — تا وہ حاصل ہو گا دل کا مدعا
جو تیرے در آیا اے میرے خدا — جز عطا تیرے نہیں خالی گیا
ہر سے ہو کے بے امید آیا ہوں بس — کون ہے تیرے سوا فریاد رس
یا خداوندا بحق مصطفےٰؐ — ہوں بے ہمت کر تو عشق اپنا عطا
یہ دعا اپنے کرم سے کر قبول — از طفیل آل اولاد رسولؐ

نزع کے دم میں رہے کامل ایمان
عشق تیرا دل میں ہو کلمہ زبان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

تمام شد

سلسلہ عالیہ قطبیہ قادریہ

سلسلہ عالیہ قطبیہ قادریہ کی دینی وملی خدمات اعلیٰ حضرت سید قطب الاقطاب بخاری اور آپ کے خلفاء کے حالات زندگی جس پر آج تک خلوص سریّت کی وجہ سے قلم نہیں اٹھایا گیا۔
حالانکہ اس خانوادے کا للّٰہیت، شریعت اور تاریخ میں ایک اہم کردار ہے مصنف اس پر سیر حاصل بحث کرے گا۔
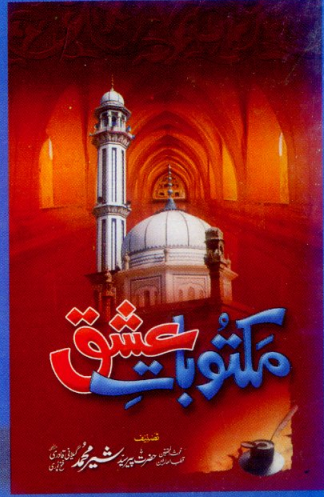
جناب قطب الکتاب حضرت پیر سید قطب علی شاہ صاحب پیر محلوی کی دیگر تصانیف

- شوائظ البرقات فی ردِ رمی الجمرات
- رسالہ ردِ شیعہ بقول امامیہ
- رسالہ انوارِ قدسیہ فی ردِ رموزِ بدیعہ
- فہرست نہج البلاغۃ
- امدادِ الٰہیہ
- الہامات الٰہیہ

در ردِ مذہب اہلِ شیعہ

- رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم — در ردِ وہابیت
- اسرار المعرفت — در رموزِ معرفت
- مناظرہ ہیر وقاضی
- رسالہ مراۃ الفقراء (ملفوظات قطبیہ: مرتب، فقیر سلطان احمد)

وصال نامہ — حضرت پیر سید قطب علی شاہ صاحب

مکتوبات عشق — (تصنیف: حضرت پیر سید شیر محمد گیلانی قادری فتح پوری)

ملنے کا پتہ
ناظم کتب خانہ
دربار سندیلیانوالی شریف
ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، تحصیل کمالیہ